3

مثنوی

یوسف زلیخا

مصنفہ

مولوی عبدالحکیم اوچی

ترجمہ

پروفیسر دلشاد کلانچوی

اردو اکیڈمی بہاولپور

یوسف زلیخا

شہرۂ آفاق سرائیکی مثنوی کا سلیس اردو ترجمہ مع متن

یوسف زلیخا

مصنّف :

مولوی عبدالحکیم اوچی

: مترجم :

دلشاد کلانچوی

اردو اکیڈمی بہاولپور

نام کتاب : مثنوی زلیخا

بار اوّل : مئی ۱۹۷۸ء

تعداد اشاعت :- ایک ہزار

قیمت : [redacted] روپے

ناشر : اردو اکیڈیمی بہاولپور

طابع : ایم منیر قاضی ۔ ملی پرنٹرز ۔ ۹ سرکلر روڈ لاہور

عنوانات

مترجم کی طرف سے

ترجمہ علم وادب کا ایک الگ شعبہ ہے جس کے لوازمات ومعاملات بھی عجیب وغریب ہیں۔ ترجمہ یوں سمجھیے کہ ایک پیکر کو دوسرے پیکر میں ڈھالنا ہے لیکن اس کا قد وقامت، ڈیل ڈول، شکل وشباہت، ناز وانداز، دبدبہ وطنطنہ اور جذبات وخیالات کو بھی صحیح وسالم رکھنا ہے۔ لیکن ایسا ہوتا شاذ ونادر ہے، کسی ایک مجبوری یا کسی دوسری پابندی سے کوئی نہ کوئی نقص ضرور پیدا ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ میں نے یہی کوشش کی ہے کہ ترجمہ اپنے اصل متن سے قریب قریب رہے اور اصل کا سا لطف دے!

میں نے سرائیکی کی ایک قدیم، ضخیم اور زندۂ جاوید مثنوی کی روح کو ترجمہ میں رواں دواں رکھنے کی کوشش کی ہے، میں کس حد تک کامیاب رہا ہوں اس کا فیصلہ قارئین کرام اور مرورِ ایام کے ہاتھوں ہے۔ البتہ اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کے ازالے کے طور پر چند معروضات ضرور عرض کرنا چاہوں گا

مجھے ترجمے کے ادق مراحل سے گزرتے ہوئے بہت سی دقتوں بلکہ المیوں سے گذرنا پڑا ہے سب سے پہلا مرحلہ جو میرے لئے ایک المیہ سے کم نہیں صحیح متن کی تلاش تھی جس کے بغیر ترجمہ کرنا بالکل بیکار تھا مجھے مثنوی زلیخا کے تین چار ایڈیشن ملے ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے دو دو چار چار سال کے وقفے کے بعد شائع ہوئے تھے،

کہتے ہیں لالچ بری بلا ہے۔ لالچ نے اس قدر قبول عام رکھنے والی مثنوی کے ناشرین کو بھی اتنی فرصت نہیں دی، کہ وہ کوئی دوسرا ایڈیشن چھاپنے سے قبل اس سے پہلے کے ایڈیشن کی اغلاط ہی دور کر لیتے یا کرا لیتے! بس مکھی پر مکھی مارے چلے گئے ہیں میں تو کہوں گا کہ پہلے سے بھی بری گت بنا کر نئے ایڈیشن چھاپے ہیں جنہیں دیکھ کر دل سی پارہ ہوتا ہے۔

واقعی سرائیکی ادب کے ساتھ یہ ایک المیہ رہا ہے کہ کتب کی لکھائی چھپائی اور اشاعت واعانت ایسے حضرات کے ہاتھوں رہی ہے، جو بظاہر ذرہ برابر بھی سرائیکی سے مس نہیں رکھتے تھے، نہ ہی انہوں نے کبھی اتنی زحمت گوارا کی کہ انہیں کسی اہل زبان سے درست کرالیتے اس مثنوی کے ساتھ تو کانا اور دوڑا والا معاملہ ہی رہا ہے۔ اس پر گاہکوں نے لے ہاتھوں ہاتھ لے کر ناشرین کو ہر قسم کے تردد و تجسس سے نجات دلائے رکھی! اس قدر عدم توجہی، بے اعتنائی اور اغماض و اعراض کا نتیجہ جو نکلنا تھا سو نکلا یعنی یہ مثنوی کُلیتہً مسخ ہو کر رہ گئی تھی!

اس کے مطبوعہ ایڈیشنوں میں ہر قسم کی غلطیوں کی وہ بھر مار ہے کہ آدمی سر پیٹ کر رہ جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں تو پورا کا پورا مصرع نہ صحیح پڑھا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کے کوئی معانی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس مصرع کو پڑھ دیکھیے۔

ع ہمارے دل جلے مینا گوں یوم

اس مصرع کا مفہوم و معنی سمجھنا تو الگ رہا، یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ یہ مصرع اردو کا ہے یا سرائیکی کا؟ پھر سب ایڈیشنوں میں مکھی پر مکھی ماری گئی ہے۔ ایسے مصرعوں پر مجھے بہت مغز پچی کرنا پڑی۔ مثلاً اس مصرع کی کلید کافی سوچ بچار کے بعد مجھے یوں ملی کہ ذہن میں آیا کہ اس مصرع کا آخری لفظ کہیں 'یوم' کی بجائے 'بُوم' تو نہیں! پھر کیا تھا معنی کا ایک دریچہ کھلا، تو یہ مصرع اپنی صحت و صورت میں یوں ترتیب پا گیا ع

ہُما دے وَل جُلیے بِلیا اگوں بُوم

(چلے تو ہما کی طرف تھے لیکن آگے اُلّو ہی ملا)

ببیں تفاوت رہ از کجا تا بہ کجا! اس قسم کا ایک مصرع اور دیکھیے ع

چھُپا وچ راز والا چار دا ہویا

یہاں الفاظ تو کسی صورت صحیح پڑھے جا سکے بلکہ معانی و مطالب کیلئے بہت تلاش و جستجو کی تو پتہ چلا کہ مصرع یوں ہے۔ ع

چھُپا وَچ راز دا، لاچار ہویا

یہاں 'ڈا' کو 'ڈا' بچھاپ کر اور ایک 'دا' زائد شامل کر کے معنی کو گویا مفقود کر دیا گیا تھا! - املاء و کتابت کی ایسی غلطیاں اکثر لطیفوں کا کام دے جاتی ہیں لیکن اس مثنوی میں یہ معاملہ کچھ ٹیڑھا سا رہا ہے، یہی اغلاط لطیفوں سے سوا پریشانی و سردردی کا باعث بنی رہیں - ان سے معنی میں ہی فرق نہیں پڑ جاتا تھا بلکہ بعض اوقات تو کافی مضحکہ خیز صورت بن جاتی رہی ہے اکثر الفاظ کی املا بوالعجبیوں کا مظہر بنی دیکھی جس سے مطلب بھی خبط ہو جاتا ہے - کسی تصنیف کی زبان بدل کیا بگڑ جائے تو صاحب تصنیف کا اپنا بھی کچھ نہیں رہتا اور پڑھنے والوں کو بھی نفرت ہو جاتی ہے کتاب کی قدر و منزلت الگ گر جاتی ہے - اس مثنوی کا یہ حشر اپنے عروج پر ہے! آپ کے تفننِ طبع کے لئے اس مثنوی کے سابقہ ایڈیشنوں میں سے کچھ الفاظ درج کئے دیتا ہوں :-

کتابت شدہ الفاظ : چیلے شبیہ ہمراہ وطن پھر بات کمی اُتے بنی

مصنّف کے اصل الفاظ : چھلے شیشہ بھرا وکھنڑ پربھات کمی سُتے بیٔے

کتابت شدہ الفاظ : پچھی بند پار سنگ ہنج جوتیاں دی دلدار جادٹ

مصنف کے اصل الفاظ : جتی مُڈ یار سِک ہنج جوتیاں دی دل دار نجاوٹ

یہ تو ان الفاظ میں سے ہیں جنکی دونوں املاؤں میں کچھ معنی بھی نکلتے ہیں ان سے الگ ایسے لفظوں کی بھی بھرمار ہے کہ جن سے معنی ہی نہیں بنتے اور نہ ہی وہ اپنے مصرع میں کوئی مطلب پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں مثلاً :-

کتابت شدہ الفاظ : زات بدومن نوش دی نیکوم ٹی دی جاگھ کت مانا

مصنّف کے اصل الفاظ : زُلف پھر ولیس توشدی نرگیم کھُنڈی جگہ کھٹّالا

اسی طرح اپنی مطبوعہ مثنوی کے اشعار میں فنی اغلاط پیدا کر کے ناشروں نے مصنف کی روح تک کو تڑپا دیا ہے -

مثنوی کے ان ایڈیشنوں کو پڑھتے ہوئے وہم و گمان سا ہونے لگتا ہے کہ شاید مولوی عبدالحکیم جیسا عالم و فاضل علم عروض کے مبادیات سے بھی لاعلم تھا، حاشا و کلا! بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ ایک جنگل تھا جس میں سے رستہ بنانا پڑا، یا ایک بھول بھلیاں تھی کہ جس میں سے گذر کر گوہر

معانی کو پانا تھا، بحمد اللہ! یہ مرحلہ بھی طے پا یا گیا میری کوششوں سے اگر مثنوی کی کوئی خوبی اجاگر ہوئی ہے تو اس کی داد کا مستحق خود مثنوی کا مصنف ہے، البتہ اگر اس میں کوئی کوتاہی یا لغزش ہوتی ہے اس کا ذمہ دار سراسر میں ہی ہوں جس کے لئے میں پیشگی مرحوم مصنف سے، قارئین کرام سے اور اپنی مادری زبان سرائیکی سے معذرت چاہوں گا!

امید ہے کہ مستقبل میں کوئی اور صاحب اس مثنوی کو مزید جلا بخشنے کے اقدام ضرور کریں گے، تاکہ سرائیکی کا یہ گوہر نایاب ہمیشہ کے لئے زندہ و پائندہ ہو جائے!

مقدّمہ

قصّہ مولوی عبدالحکیم نے اپنی مثنوی زلیخا میں ایک مشہور قرآنی قصّے کو سرائیکی نظم کا جولا پہنایا ہے جس میں کچھ روایتی باتیں بھی شامل کر دی گئی ہیں اور کچھ شاعرانہ تخیل کے شہ پارے بھی! بہر حال قصہ مختصراً یوں ہے کہ کسی زمانے میں مغرب کی سمت میں طیموس نامی ایک بادشاہ رہتا تھا اسے اللہ تعالیٰ نے زلیخا نامی ایک بیٹی دے رکھی تھی زلیخا خواب میں کسی حسین و جمیل نوجوان شہزادے کا جلوہ پاکر گھائل ہو جاتی ہے، یہ پوچھنے پر کہ وہ کون ہے؟ شہزادہ آتنا بتا جاتا ہے کہ وہ عزیزِ مصر ہے۔ باپ نے زلیخا کے دردِ عشق کا مداوا یہی سوچا کہ اسکی شادی کر دی جائے۔ اشارہ پانے پر بادشاہ کے پاس شہزادوں اور سرداروں کی طرف سے وکیل آئے۔ مگر مصر سے کوئی نہ آیا! چنانچہ اُدھر بھی وکیل بھیجا گیا تو فوطی فار نامی عزیزِ مصر نے زلیخا کے رشتے کو قبول کر لیا۔ ساتھ ہی یہ مجبوری بھی ظاہر کی کہ شاہِ مصر کی خدمت میں بے حد مصروفیت کی وجہ سے خود حاضر نہ ہو سکے گا! البتہ اس نے شادی کے تمام لوازمات پورے کر دیئے اور آدمی بھی بھیج دیئے کہ زلیخا کو پوری سج دھج سے لے آئیں۔ زلیخا کے استقبال کو اُس کا دُولہا رستے میں خیمہ لگا بیٹھا! زلیخا نے آتے ہی خیمے میں ایک سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو وہاں اسکے خوابوں کے شہزادے کی بجائے کوئی بد شکل و بدرنگ انسان موجود تھا۔ وہ بہت سٹپٹائی مگر اب کیا ہو سکتا تھا! ایک روایت کے مطابق اسے کسی طور پتہ چلا کہ وہ شخص جنسی طور پر ناکارہ بھی ہے! شاید اس لئے بھی وہ اس کے محل میں چلی گئی!

اُسی زمانے میں ملک شام میں پیغمبر یعقوب علیہ السلام اپنے بارہ بیٹوں کے ہمراہ رہتے تھے۔ یوسفؑ اور بن یمین ایک بیوی سے تھے اور باقی دوسری بیویوں سے۔ ایک دفعہ یوسف نے خواب دیکھا کہ اس کے والدین اور بھائی اسے تعظیمی سجدہ کر رہے ہیں کیونکہ یہ خواب یوسفؑ کی سروری و سرداری کی بشارت تھی اس لئے سوتیلے بھائی حسد سے جل بھن گئے اور اسے ختم کر چھوڑنے کی تدبیریں سوچنے لگے چنانچہ باپ سے فریب کیا اور یوسف کو لے جا کر ایک کنوئیں میں پھینک آئے۔ اور اس کے کپڑے کسی بھیڑیئے کے لہو سے لت پت باپ کو آ دکھائے اور بتایا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

اتفاقاً ایک قافلہ اس کنوئیں کی طرف آنکلا جب ان کا ماشکی بُشریٰ پانی نکالنے لگا تو یوسف بو کے ساتھ باہر آگیا۔

قافلے کا سردار مالک یوسف کو مصر کے بازار میں بیچنے لے آیا تو زلیخا نے بھی اپنے دلکشا باغیچے میں سے اسے دیکھا۔ عین بین اپنے خوابوں کے شہزادے کو پاکر اس کی خوشی اور حیرانی کی حد نہ رہی۔ اس نے اپنا لاکھوں دینار کا ہار دیکر عزیزِ مصر کو مجبور کیا کہ وہ اسے خرید آئے۔

یوسف کو گھر میں پاکر زلیخا نے اس پر کئی طرح کے ڈورے ڈالے، لیکن ہر بار مُنہ کی کھائی۔ بالآخر زلیخا کی زبردستی سے یوسفؑ کے دامن کے پھٹنے کا واقعہ تک پیش آگیا، جمالِ یوسف کی پاکدامنی پر ایک مُہر ثبت ہوا۔ زلیخا نے اپنی خفت مٹانے کے لئے حسینانِ مصر کو اپنے محبوب و مطلوب کا جلوہ دکھایا تو وہ بھی اس کے حُسن میں اتنی محو ہوئیں کہ دعوت میں رکھے پھلوں کو کاٹتے کاٹتے اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں! اپنی مقصد برآری کے لئے انہی عورتوں کے کہنے سننے پر زلیخا نے یوسفؑ کو قید میں ڈلوانے کا جتن بھی کیا۔

یوسفؑ قید میں بھی عزّت و وقار سے رہا۔ وہ قیدیوں کو اُن کے خوابوں کی تعبیریں بتاتا تھا× رہتا تھا جس سے وہ بہت ہر دلعزیز بن گیا تھا۔ انہی دنوں شاہِ مصر نے بھی ایک عجیب و غریب خواب دیکھا جس کی تعبیر بتانے سے سب نے معذوری ظاہر کی، تو یوسفؑ سے تعبیر پوچھی گئی۔ تعبیر بتائی کہ مصر میں قحط آنے والا ہے، بادشاہ بہت پریشان و اداس ہوا لیکن وہ یوسفؑ کی فراست و فضیلت سے بہت مسحور ہو چکا تھا اس لئے اُسے مختارِ کُل بنا دیا تاکہ وہ اپنے تدبّر سے مصریوں کو اس ابتلا سے نکال لے جائے۔ یوسف نے پہلے سات سال اناج کے خوب ذخیرے جمع کئے اور پھر اسی لپسماندہ اناج کے ساتھ قحط والے سات سال بھی بخوبی بسر ہونے لگے!

قحط کے ہاتھوں مجبور یوسفؑ کے بھائیوں نے بھی مصر کا رخ کیا۔ تو یوسفؑ نے ان کی بہت دلداری کی، اُنہیں کافی اناج دیا اور خدمتگذاری کے طور پر اپنا کُرتہ بھی حضرت یعقوبؑ کے پاس بھیجا جسے آنکھوں سے لگانے سے یعقوب کو وہ بصارت نصیب ہوئی جو اس نے

بیٹے کے فراق میں رو رو کر گنوا دی تھی۔ اسی دوران زلیخا کا خاوند فوطی فار فوت ہو گیا، تو زلیخا کی حالت اور بھی بدتر ہو گئی۔ زلیخا نے بیوگی و بیچارگی میں اپنے بُتوں سے امداد چاہی۔ بُت اسکی خاک امداد کرتے! چنانچہ اُن سے سخت مایوس ہو کر دینِ حق پر آ گئی اور بھیس بدل کر یوسفؑ کی عام گذرگاہ پر جھونپڑی ڈال بیٹھی۔ یوسف نے اسکی داد و فریاد سُن کر اسے گھر پر بُلوا بھیجا۔ زلیخا نے اپنے حالاتِ زار سے یوسفؑ کو آگاہ کیا اور استدعا کی کہ اس کی دیرینہ آرزو اس سے نکاح کر کے پوری کی جائے۔ منشائے مولیٰ بھی یہی تھا اور ضمیر نے بھی مجبور کیا تو یوسفؑ زلیخا سے نکاح کر لینے پر راضی ہو جاتا ہے مگر افسوس کہ شادی کے بعد بہت جلد یوسفؑ کے پاس فرشتۂ اجل آ جاتا ہے۔ یوسفؑ کے غم و فراق میں زلیخا بھی وفات پا جاتی ہے اور یوں قصہ ختم ہو جاتا ہے۔

پلاٹ اردو ادب کی طرح سرائیکی ادب میں بھی مثنوی ایک قدیم صنف کا مقام رکھتی ہے سب سے زیادہ دلچسپ اور موثر ترین ذریعہ ابلاغ ہونے کی بنا پر اس میں پند و موعظت' معاشرت و تمدّن اور عشق و ہوس وغیرہ کے مرقعے پیش کئے جاتے رہے ہیں۔ مولوی عبدالحکیم نے بھی مثنوی کے لوازمات و مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے پلاٹ میں حسب منشا جوڑ توڑ کیا ہے اور اسے نیا حُسنِ ترتیب بخشا ہے۔ قِصّے کی کڑی سے کڑی یوں جوڑی ہے کہ قاری پورے سکون و سرور سے آگے بڑھتا جاتا ہے۔ خواب میں مبہم سا تعارف ہونے کی بنا پر زلیخا آئندہ ہونے والے عزیزِ مصر (یعنی یوسفؑ) کی بجائے اس وقت کے عزیزِ مصر (فوطی فار) کو غلطی سے اپنا محبوب و مطلوب سمجھ لیتی ہے۔ اس غلط فہمی میں قصہ کا پلاٹ کافی دلچسپ ہو جاتا ہے مصنف نے عام قصّے کے پلاٹ سے ہٹ کر چند کڑیاں اپنی طرف سے جوڑی ہیں۔ مثلاً بھیڑیے کا حضرت یعقوبؑ کے پاس آنا اور اپنی صفائی پیش کرنا' اونٹنی کا یوسفؑ کو اس کے والدِ ماجد اور بھائیوں کا احوال سنانا' قید خانے میں کھڑکی سے زلیخا کا یوسفؑ کا دیدار کرتے رہنا' اپنے سگے بھائی بن یمین سے یوسف کی باتیں وغیرہ وغیرہ ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات قصّے کے پلاٹ کو کافی دلچسپ بنا دیتے ہیں۔ پلاٹ میں قصے کا آغاز' ارتقاء' عروج اور اختتام بھی فنکارانہ قابلیت سے ترتیب

دیا گیا ہے اور کہیں جھول نہیں پڑنے دیا۔

کردار نگاری

مثنوی زلیخا کے باقی اجزائے ترکیبی بھی پوری چابکدستی سے پیش کئے گئے ہیں مولوی عبدالحکیم اچھی طرح جانتے تھے کہ کہانی کوئی بھی ہو کرداروں سے آگے بڑھتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے چھوٹے بڑے اور مختلف طبقات و خیالات کے کرداروں سے اس مثنوی کا ڈھانچہ تیار کیا ہے۔ ان کرداروں میں حضرت یعقوبؑ، یوسفؑ، یوسفؑ کا سگا بھائی بن یمین یوسفؑ کے سوتیلے بھائی، زلیخا، زلیخا کا باپ، زلیخا کی دایہ، شاہِ مصر، عزیزِ مصر، زنانِ مصر، سردارِ قافلہ وغیرہ شامل ہیں انسانی کرداروں کے علاوہ جانوروں نے بھی اپنا کردار ادا کیا ہے۔ ان میں اونٹنی اور بھیڑیا زیادہ اہم حیوانی کردار ہیں۔

مثنوی کا سب سے دلچسپ اور جاندار کردار خود زلیخا ہے۔ جو مثنوی کی ہیروئن ہے جس کے نام سے یہ مثنوی لکھی گئی ہے۔ مولوی عبدالحکیم کردار نگاری کے ماہر تھے، چنانچہ انہوں نے اس کردار پر کافی توجہ دی ہے اور اسے فطری اور فطرتی طور پر آگے بڑھایا ہے۔ زلیخا میں محبت کا جوش بھی ہے، جوانی کی لغزشیں بھی ہیں اور عشق و محبت کی خامکاری بھی ہے اور پختگی بھی!۔ دیکھا جائے تو زلیخا کی ساری ہیجانی کیفیت خود اس کی جوانی اور نسوانیت کی کمزوری ہے، جوانی ڈھلنے پر اس نے عیش و عشرت کو تج کر یوسفؑ سے ہمدردیاں بھی حاصل کیں اور قدرت سے ایک اچھا انجام بھی پایا۔

مثنوی کا دوسرا اہم کردار قصّہ کا ہیرو ہے، جو شروع سے ہی معصومیت و پاکیزگی کا پُتلہ ہے علم و فضیلت سے نوازا ہوا ہے اسے نفسانی خواہشات پر پورا قابو ہے معاملات میں صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اس میں انسانی فطری کمزوری کا نام و نشان نہیں، یہاں تک کہ موقع ملنے پر اپنے سوتیلے بھائیوں کو انکی غلطیوں کا احساس تک بھی نہیں دلایا۔ شرم و حیا کا یہ مجسمہ کہیں بھی جذبات میں نہیں بہا۔ اس فرشتہ سیرتی کے باوجود یوسفؑ ایک انسان ہی لگتا ہے وہ پوری طرح انسانی جذبات و احساسات رکھتا ہے۔ بلکہ زلیخا سے نکاح ہو جانے پر تھوڑا سا حجاب بھی اُٹھا دیتا ہے۔ مگر وہ بھی پاکیزگیٔ جذبات کے ساتھ!

یوسف کے سوتیلے بھائیوں کے کردار بھی مثنوی میں زبردست تحریک کے مظہر ہیں۔
اور پلاٹ کے ارتقاء کی اہم کڑیاں ہیں' ان میں ایک فطری ارتقا موجود ہے' یہ کردار انسانی
کمزوریوں اور کوتاہیوں کو بیان کرنے کا سہارا ہیں' ان کی گندی فطرت کی یہ انتہا ہے
کہ سوتیلا بھائی تو خیر' خود سگے باپ سے فریب کھیلا اور اسے مصائب و ابتلا میں رکھا۔
اسی بنا پر مثنوی کے یہ کردار بجائے خود ایک ضرب المثل بن کر رہ گئے ہیں۔
زنانِ مصر کا کردار مختصر سہی لیکن مثنوی پر دُور رس اثر رکھتا ہے۔ اگر ان کے طعنے نہ
ہوتے تو زنانہ جشن بھی نہ منایا جا سکتا۔ مصری تہذیب کے مظاہرے بھی نہ ہوتے اور
زلیخا سے کسی کو اتنی ہمدردی بھی پیدا نہ ہوتی۔ اس قسم کے کرداروں نے خود زلیخا کے کردار میں
بھی جان ڈال دی ہے' سچ پوچھو تو اسی ایک جشن نے مثنوی زلیخا کی سماجی اور ثقافتی قدر
و منزلت کو بھی بڑھایا ہے۔
زلیخا کی دایہ کا کردار بھی ایک اہم کردار ہے' جس کے کردار میں ایک جذباتی خلوص ہے
وہ زلیخا کے جذبات کی امین بھی ہے اور انکی تسکین میں بھی لگی رہتی ہے' ہر معاملے کو عقل
و فہم سے سلجھاتی رہتی ہے' شروع میں تو خود زلیخا سے بھی زیادہ متحرک اسی کا کردار نظر آتا ہے۔
آخر میں اس کا کردار قدرے گم سا ہو جاتا ہے بہرحال زلیخا کی کتھا میں دایہ کو موجود نہ رکھ کر مصنف
نے خود زلیخا کے جذبۂ عشق و محبت کو بلندیوں تک پہنچایا ہے!
ننھے کرداروں میں بن یمین کا کردار بہت پیارا' معصومانہ اور عین فطری ہے' یہ
کردار تھوڑی دیر کیلئے سامنے آتا ہے' لیکن اپنا دیرپا اثر چھوڑ جاتا ہے' مختصر سے مکالمے
میں معانی و مطلب کے سمندر امڈ آتے ہیں۔ اور جذبات و کیفیات کی لہریں اٹھنے لگتی ہیں مثنوی
کے اس حصے میں کافی جان پڑ جاتی ہے' یہیں سے بعض اہم کڑیوں کے انکشاف ہوتے ہیں۔
یوسفؑ کا باپ' زلیخا کا باپ' عزیزِ مصر' اور دوسرے کردار بھی مصنف کی کردار نگاری
کے جیتے جاگتے مرقعے ہیں۔
اُونٹنی اور بھیڑیئے کے حیوانی کرداروں کو بھی انسانوں کی سی خُو بُو' شفقت و الفت

فریفتگی اور انداز و اسلوب دیکر سنوارا گیا ہے۔ یہ غیر فطری عنصر بھی حسن و خوبی سے مثنوی میں کھپ جاتا ہے بھیڑیئے کے بیٹے کے گم ہو جانے کا حادثہ حضرت یعقوب کے حادثے کا سا لگنے لگتا ہے اور انسانی اور حیوانی جذبات و کیفیات کی مناسبت اور موافقت سے اچھا تاثر چھوڑ جاتا ہے۔

جذبات نگاری

کردار نگاری کے بعد مثنوی زلیخا کا دوسرا وصف جذبات نگاری ہے جس میں انسانی جذبات کی بھرپور عکاسی اور نقاشی کی گئی ہے، ویسے جذبات خود بھی بے پایاں چیز ہیں بغض و حسد، قہر و غضب، نفرت و حقارت، رنج و الم، انس و محبت، عشق و وارفتگی غرضیکہ کوئی بھی جذبہ ہو ادب کا سنگ بنیاد رہا ہے اور اس مثنوی میں بھی ہے۔ مولوی عبدالحکیم نے اپنی مثنوی میں جذبات نگاری بھی خوب کی ہے جس سے چپہ چپہ پر قاری کو تند و تیز جذبات و کیفیات سے واسطہ پڑتا ہے وہ کسی طور مثنوی سے الگ نہیں ہو پاتا۔

اس مثنوی میں زلیخا کے گوناگوں اور تند و تیز جذبات کی بھرمار ہے۔ اس میدان میں شروع سے آخر تک بس وہی چھائی رہتی ہے۔ عشقیہ جذبات اور نسوانی امنگیں اس کے دل و دماغ کا خاصہ ہیں۔ یوسف سے جدائی کے مناظر تو انتہائی رقت انگیز ہیں، زلیخا کے ایک کٹیا میں جا رہنے اور یوسف سے الحاح و زاری کرنے کے مناظر جذبات نگاری کی بلندیوں کو چھوتے نظر آتے ہیں چھوٹے بھائی بن یمین سے یوسف کی ملاقات پر ابھرنے والے جذبات بھی قاری کے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ جذبات کی دنیا بڑی وسیع اور رنگارنگ ہوتی ہے، وہی کیفیت اس مثنوی میں بھی دکھائی دیتی ہے! مولوی عبدالحکیم نے جذبات نگاری کے بڑے فنکار کے طور پر اس مثنوی کو عامیانہ جذبات سے ابھارا ہے اور جنسی جذبے کی طہارت اور عشقیہ تصورات کی پاکیزگی تک جا پہنچایا ہے۔

مرقع نگاری

جذبات نگاری کے ساتھ ساتھ مرقع نگاری دو آتشہ کا کام دیتی ہے اس سے قصہ کی جاذبیت اور جذبانیت میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔ ماحول کی تصویر کشی ہو، یا کرداروں کے حرکات و سکنات کے مرقع، سراپا کی باتیں ہوں،

یا خد و خال کے نقشے، یہ سب جذبات میں شدت و تاثر پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں :

منظر نگاری

منظر نگاری بھی اپنا کرشمہ دکھاتی رہتی ہے اس لئے بھی مولوی عبدالحکیم نے منظر نگاری کا کوئی موقع نہیں چھوڑا۔ باغات و محلات کی بھرپور سیر، سفر و سیاحت کی باتیں، دعوات و تقاریب کے خاکے، ملبوسات و زیورات کی رم جھم، شادی و بیاہ کے چرچے، دربار و جلوس کے مناظر ان ساری چیزوں میں مصنف نے اچھا بھلا سماجی، ثقافتی، تہذیبی بلکہ تاریخی مواد بھر دیا ہے۔

جزئیات نگاری

مولوی عبدالحکیم نے جزئیات نگاری میں اپنی علمیت و فضیلت اور مشاہدہ و تجربہ کے جوہر بکھیرے ہیں۔ باغات میں پھلوں پھولوں کا شمار، جڑی بوٹیوں اور ادویاتی پودوں کے خواص، ہوا کے فوائد و اوصاف، سازوں کے اسمائے و آہنگ، پرندوں کی صفات و صوات، معماروں اور نقاشوں کے اوزار و اطوار، سولہ سنگھار کے لوازمات ایسی کئی چیزیں ان کی جزئیات نگاری کی داد دینے کو کافی ہیں۔

باغات کی تفصیلات و جزئیات کا اندازہ کرنے کے لئے چند اشعار بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں :-

آہی اُس باغ وچ ہر چیز ہر گل	کیا میوے کیا دوا کیا خار کیا گل
جو ڈیکھو لاجونتی پاک دامن	بیگانہ ڈیکھ کے لگدی کماون
انار، انگور تے خرما جو کھاون	ڈیون قوت ولے صفرا وُدھاون
رہے سورج مکھی عاشق ہمیشہ	کھیے دلدار توں مکھ نہ ولیساں

جہاں باغ ہوں وہاں پرندوں کا ہونا لازمی ہے۔ مولوی عبدالحکیم ان کے رنگوں، آوازوں اور بولیوں کی بات کیسے نہ کرتے چنانچہ اس سلسلے میں عبدالحکیم نے اپنی علمیت و واقفیت کا ایک باب کھولا ہے۔ اس موقع پر ہر قسم کے پرندوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ انکی علامات و خصوصیات بیان کی گئی ہیں، ان کے رنگوں اور آوازوں کی باتیں کی گئی ہیں گویا نہ صرف باغ کا سماں آنکھوں کے سامنے بندھ جاتا ہے بلکہ یہ باغ اپنے پورے

لوازمات و جزئیات کے ساتھ آ موجود ہوتا ہے پھر پایہ کل اشجار پر آزاد دیطران پرندوں نے ایک ہلچل سی مچا رکھی ہے۔ شور و غوغا نے گویا باغ میں ایک روح ڈال دی ہے۔

ایسے باغ میں زلیخا کے آنے کی بات پرندوں کے حوالے سے یوں چھیڑی ہے:-

ٹُرن ڈیلے کبک رفتار ہووے — سُخن دیلے طوطی گفتار ہووے

تے ہلیں رقص پایا آسمان تے — کرشمے عشق دے ڈیکھن جہان تے

ہو یا بطخاں ڈے سینوں سوز ظاہر — رہن حوضاں دے وچ آون نہ باہر

سُنٹرن آواز قمری بلبلاں دا — صبا پارہ کرے جامہ گلاں دا

مولوی عبدالحکیم نے اپنی اس مثنوی میں مذہبی جذبات و اعتقادات کو بھی نمایاں جگہ دی ہے۔ حمد و نعت، معراج کی فضیلت، پیر و مرشد کا قصیدہ، زلیخا کی بتوں سے وابستگی پھر متنفر ہو کر انھیں توڑ دینا، بودے اعتقادات کی تضحیک، مافوق العادات عناصر، آخر میں زلیخا کو دین حق پہ لے آنا، یہ سارے عنوانات مصنف کے مذہبی اعتقادات اور لوگوں کے ذہنی توہمات پر سے پردہ اٹھاتے ہیں!

اب ذرا اُس ہوا کا دھیان چاہیے جس کے ذریعے زلیخا اپنا پیام یوسف تک پہنچانا چاہتی ہے ہوا کی صفات والے چند اشعار ملاحظہ ہوں :-

زلیخا باد خوش تائیں سڈادے — بیٹھے یار دی خاطر الاوے

گذر تیڈا اوہی ہے سارے جہان تے — نظر تیڈی پووے ہر ہر مکاں تے

جتھے توں جاوڑیں مڑ کون ہوڑے — تیڈے فرماں سوں رُخ کون موڑے

اد کھیڑا ہے گدا یا بادشاہ ہے — جو تیڈی دوستی تائیں نہ چاہے

جتھے یاویں اتھائیں جا کریں عرض — سینہا فرض ہے تیکے فرض ہے تے فرض

جیکر پچھے ایہہ کن پیغام رکھیسے ؟ — توں آکھیں دردمنداں دے سینے

اب ہوا کے ذریعے بھیجے جانے والے پیغام کی دلکشی اور غم اندوزی بھی دیکھئے:-

اول زانو ادب دے نال بہنڑاں — تے پچھے ہتھ جوڑ کے احوال کہنڑاں

جو ہے ہک گولڑی تیڈی بنائی ہڑیں | سوا تیندڑے رہے بلدی بنائی ہڑیں
نہ ڈینہ راتیں نہ ڈینہ آرام آوے | نہ لوے درد سوں بیوے نہ کھاوے
بنائی ہڑیں مر چکی ہوندی چیر دی | ہجر توں وڈی ہے رندی چیر دی
دل اُس دا ہجر کولوں پارہ پارہ | علاج اُس دے کنوں کیتو کنارہ!

معماران و نقاشانِ محل کے بیان میں اُن کے ہُنر و ہُنر مندی کی باتیں ایسے کی ہیں جیسے مصنف خود کوئی معمار و نقاش ہو، ملاحظہ ہو۔

جو سب آہے جڈاں استاد کامل | اُنھاں دے ہتھ آہے پرکار و انگل
جڈاں لیکاں طرف واگاں دے لاون | سوا مسطر دے لیکاں صاف کڈن
جڈاں تیشہ سنڈن پتھر یا سِل تے | پووے تیشہ جیویں او نرم گل تے
کرن جلدی چڑھن سب آسمان تے | بنڑاون نقش نوں جا کر اُنھاں تے
اُہے معمار یا آہے فرشتے | خدا الطاف سوں آہے سرشتے

زباندانی

مولوی عبدالحکیم ماہر لسانیات بھی تھے۔ انہیں عربی اور فارسی پر پوری دسترس تھی۔ انہوں نے اپنی اس مثنوی میں فارسی عربی الفاظ و تراکیب کے علاوہ کئی اشعار بھی شامل کئے ہیں۔ خاص طور پر فارسی کے اشعار تو بے شمار ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس مثنوی میں حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت تو سالم کی سالم فارسی میں لکھی ہے فارسی کے مکمل اشعار کے علاوہ بعض مقامات پر فارسی مصرعے بھی شامل کئے ہیں۔ فارسی کے ایک دو شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

سیہ مارے ازاں مشکیں کلالہ | زدہ صد سالہ حلقہ گرد لالہ
بشارت باد ایں نہرش غلامے | غلامے خوش کلامے نیک نامے

دو مختلف زبانوں میں شعر یا مصرع کو مکمل کرنے کا رواج بھی عام چلا آ رہا ہے، چنانچہ مولوی عبدالحکیم نے بھی اس رسم کو قائم رکھا ہے اور سرائیکی کے ساتھ اردو عربی اور فارسی کا اختلاط کیا ہے اور خوب کیا ہے۔ ایسے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں:۔

خدا کیا ایھا الناس عبدو کفت — تساں نے سمجھیا کھاون پیون مفت
سنا دا ان وعد اللہ حق — ہویا بھی دل اساڈے نوں تیقن
نہیں ویندی جو سر میڈے تے آئی — زحال من چنیں غافل چرائی!
گئے ہیو کول قالو یا ابانا — فارسل باپ جی معنا اخانا
کھوے مثل بے مانند خزانہ — جو ڈیکھے سو ہووے عاجز دیوانہ
تے کہیس ھل علمتم ما فعلتم — یوسف دی خیر منگ اے نیک مردم!

مولوی عبدالحکیم کو سرائیکی سے عشق تھا۔ اس کی نوک پلک درست کرنے میں انہوں نے شیریں کے عشق فرہاد کا سا کام کیا ہے۔ مثنوی زلیخا اس کا بیّن ثبوت ہے۔ ان کی زباندانی کے چٹخارے تو مثنوی پڑھنے سے حاصل ہوں گے، بہرحال مشتے از خروارے ملاحظہ ہو:

چلو عبدالحکیما! تاں چلائیں — تے دریا نیل وچ غم بوڑ آئیں
تیڈی بردی نے تیڈی گولی ہاں ہیں — محبت سوں وچھائی جھولی ہاں ہیں
یوسف دے عشق جو کیتا گھگھیر — زبر زیر و زبر زیر و زبر زبر
لتھے یوسف دے سر توں نانگ کالے — ڈنگن دل ول نہ کر دے مول ٹالے

سرائیکی زبان میں انہوں نے کئی قسم کے نئے الفاظ بھی شامل کئے ہیں مثلاً: چتارن بمعنی خیال میں لایا، سدھاون بمعنی سدھارنا، غریوے بمعنی نعرہ ہو۔ نئی تراکیب بھی ترتیب دی ہیں مثلاً غماں دِچ بوڑکے، گالڑی کر، وغیرہ۔ سرائیکی محاوروں کو بھی رواج دیا ہے۔ مثلاً

زمانہ ڈیکھ کے مکراں چلاوے — ڈکھاوے کنڈ رک تے ادجو وکلاوے
اوہو کھیدے جو دل آگاہ ہوندے — جو دل نوں طرف دل دی راہ ہوندے

سرائیکی میں اس وقت کے اردو کے کافی الفاظ استعمال میں لائے جاتے تھے۔ ایسا محض لکھنے پڑھنے والوں کی سہولت کی خاطر کیا جاتا تھا۔ مولوی عبدالحکیم نے بھی بھی "سوں" "میرے" "تیرے" جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں حالانکہ ان کے سرائیکی مترادفات موجود و مروج تھے نیز قدیم فارسی عربی املا و کتابت کے مطابق ک اور گ میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا۔ اسی طرح

مثنوی میں یائے معروف اور یائے مجہول میں بھی کوئی امتیاز نہیں برتا گیا۔ اس کے علاوہ مصنف نے اپنی مثنوی کے تمام ابواب کے عنوانات فارسی میں تحریر کئے ہیں یہ بھی ایک رواجی بات تھی، اب عام قارئین کے لئے انھیں اردو میں دیا جا رہا ہے تاکہ یہ رسم بھی کسی رنگ میں قائم رہے اور اُردو خوانندہ حضرات کو بھی قدرے سہولت ہو جائے۔

شاعرانہ تخیّل مولوی عبدالحکیم نہ صرف عالم و فاضل تھے، بلکہ شعر و ادب سے بھی کافی شغف رکھتے تھے چنانچہ اپنی مثنوی میں انہوں نے کافی ایسی چیزیں اپنی انفرادیت کی شامل کی ہیں، جو محض ان کی ذہنی اپج کی پیداوار ہیں اور جنہیں تخیّل کے سہارے نہایت پُرلطف بنایا ہے ان کے شاعرانہ تخیل کی پرواز مثنوی کے تمام اجزا میں رواں دواں ہے جستہ جستہ چند اشعار نمونے کے طور پر درج کئے جاتے ہیں۔

جدّاں مژگاں کنوں ناوک چلاوِن	ہینڈی نوں لُوں لُوں اندر پاوِن، نگھاوِن
کمر نازک کنوں کیا گالھ پھولوں	جھڑی آہی، نکی اووال کولھوں
پلنگ اس توں پلنگاں وانگ کھاوِن	نواراں نیش ناگاں دے ڈِکھاوِن
ونجایا لال ہیروی وانگ تیڈے	فراق اُس دل لگی تو سانگ میڈے
دو ہندو مست بیٹھے مارتھانہ	بہشتاں نوں نظرا بیٹھے ٹکانہ
ڈِکھا کے سُکھ ڈکھاں داخل کیتی	نکر دے کھوہ وِچ مینوں گھتوی
ملامت دی کیتی تلوار ننگی	یوسف دے سر کیتش بسیار تنگی
گیئوں محلاں وچوں پرواز کر کے	تے اپڑیں ہجر دا ڈر باز کر کے
جدّاں یا ہر کڈھے دل دی او آہ	تمامی جنگلاں تائیں لگے بھاہ
نیناں دی فوج جر کیتا ہیں نالے	کُٹھے نوں وَل کُٹھو، کُڑن نہ ٹلے
دل اُس دے وِچ جدّاں قد سیر کیتا	درختِ عشق محکم، ہیر کیتا
انھیں ہویاں تمامی تن اُسی دا	ہویاں نوں لوں تمامی تن اسی دا
انھیں یا دام بن یا صاد آہے!	نہ آہے صاد، بل صیاد آہے!

جداں کال رات دا پرداز کیت | فجر دیلے ککڑ آدا نہ کیت
جو کتیاں بھونکنوں آرام پایا | فجر دے باز شب دا کاں اُڈایا
رگئیس شادی بھو آرام بھلیا | تے دروازہ غماں دا پھیر کھلیا
نوٹے بی بی دی ساری جان گالی | تُسارے عشق دے پاک کے کُھالی

فن شعر

مولوی عبدالحکیم نے اپنی مثنوی زلیخا کو فن شعر پر بھی پورا اُتارا ہے اس کے لئے اردو اور فارسی کی عام مروجہ بحر (مفاعیلن مفاعیلن فعولن) استعمال کی ہے جو مثنوی کی روانی اور نگارش میں خوب جچی ہے۔ انہوں نے اپنی جدت طبع اور مہارتِ فن کے بے شمار نمونے پیش کئے ہیں۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:-

بے حد طویل ردیفوں کی مثالیں:-

ملک در زیر فرمانِ تو بادا | فلک در زیر فرمانِ تو بادا
ہکے عشوے کنوں بے تاب کیتو | ہکے جلوے کنوں بے تاب کیتو

قوافی کے استعمال میں بھی مصنف نے خوب طبع آزمائی کی ہے۔ یعنی دو دو تین تین قوافی ایک ہی مصرع میں لانا: مثلاً

ڈٹھا یا حال ردرد کے زلیخا | ڈٹھے پامال ہو ہو کے زلیخا
جڈاں میں پکڑیا دامن تساڈا | کرو شفقت ہووے مامن اساڈا
کریں جا کے عرض پیغام میڈے | خدا ڈیسی صبا انعام تیڈے
کہے مادر کہ ہے ہے بھرم جاندا | ہیونوں اس سخن تھیں شرم آندا

گفتگو اور جستجو کو سرائیکی میں دو الگ الگ قافلے بنا کر استعمال کر کے تین تین قافیوں کو یکجا دکھایا ہے:-

کرے ہک پیا کتا بوں جست تے جو | سُنڑ اوے ہک ڈُجھے نوں گفت تے گو

اگرچہ قوافی میں ایک جیسے الفاظ کا تکرار عیوب میں شمار ہوتا ہے لیکن ان کے معنی کے اختلاف کی بنا پر اس عیب کو عیب نہیں سمجھا جاتا۔ اس سلسلے میں چند اشعار

ملائم ہوں مثلاً :۔

تساں بن میں ونجائی عمر ساری
تساں ذرہ نہ کیتی غم گساری

آیا بن غصے دے اوڈوری و ار
بدیں ہمت جو جاوے تخت دہ وار

مجھیندے جیس ایہ سب چھلے نے مندری
تمامی عاشقاں دی جان سندری

قوافی تنگ ہونے کی صورت میں بعض اوقات مصنف کو نامانوس الفاظ بھی لانے پڑ گئے ہیں سرائیکی میں عربی فارسی اردو پنجابی اور سندھی الفاظ کے بے دریغ استعمال کی سہولت کی بنا پر مصنف نے فائدہ اُٹھایا ہے لیکن یہ ہے ایک رواجی بات! مثلاً

ہک ساعت کنوں سُولی معذّب
ہویا ہک تے ہیا شاہ مغرب

لتے ابزاراں بیوے بار باراں
میں کھڑا گِن سگاں آہے ہزاراں!

اشعار میں موسیقیت بڑھانے کے لئے آخری مصرع میں قافیہ کا تکرار عام ہے۔ مثلاً

ع : گنہگارم، گنہگارم گنہگارم

ع : توں رحمانے توں رحمانے توں رحمان،

ع : توں ای توں ہیں توں ای توں ہیں توں ای توں!

مصنف نے اشعار کا وزن پورا کرنے کے لئے اکثر متحرک حروف کو ساکن اور ساکن حروف کو متحرک کر دیا ہے۔ اگرچہ بعض مواقع پر اس کی اجازت بھی ہے لیکن قاری کے لئے یہ اقدام دقّت کا باعث بنتا ہے۔ یہ سقم بعض اوقات ایک ہی مصرع میں کسی لفظ کے دو مختلف تلفظ سے اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔ ایسے الفاظ پر ضرورتِ شعر کے مطابق حرکات و سکنات کو ظاہر کرنے کیلئے اعراب لگا دیتے ہیں:۔

مبارک رُخ کنوں تاقدم تا یَس
اور
نصیحت آکھنڑ یں یقیں جاتے قدم

یوسف دے حُسن جولائی کناری
اور
حُسن دے وصف ظاہر کیا گراں ہیں

اُجڑ ہک خوب اس کا رنڑ بنڑ ایا
اور
ہیا یوسف جو میں اُمتر چیر دال

البتہ مصنف نے باہر کا سامر سے حور کا ہور سے اور دُور کا شور سے قافیہ جوڑا

ہے جو ایک فنی عیب ہے:

مختصراً مثنوی زلیخا مصنفہ مولوی عبدالحکیم سرائیکی ادب میں ایک پُر بہار اضافہ ہے، ہم بڑے فخر سے اسے اردو اور فارسی مثنویوں کے مقابلے میں لا سکتے ہیں مصنف نے اس میں اپنی پوری فنکاری سے کام لیا ہے وہ پرانے قصے میں کچھ نئی باتیں شامل کرکے اسے ایک نئی تصنیف کے قریب بھی لے آئے ہیں یہی نہیں، ایک قدیم قصہ میں بھی اپنے دور کی معاشرتی اور سماجی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کی ہے۔ زبان اور فن کے لحاظ سے اسے اونچے معیار پر پہنچایا ہے۔ غرض ان گوناگوں خصوصیات اور معنوی حسن و لطافت کے لحاظ سے یہ مثنوی دل و دماغ کو کافی متاثر کرتی ہے۔ اس لئے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ سرائیکی ادب میں یہ ہمیشہ زندہ رہے گی اور اپنے مصنف کو بھی زندہ رکھے گی!

دلشاد کلانچوی

سرائیکی لائبریری
بہاولپور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حمد باریِ تعالیٰ!

الٰہی معرفت ایہڑیں ڈِکھائیں!
بھنوں دیدار سُبحانی کرائیں!
اُٹھائیں کر جو لَاخَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ
وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ہے جن کو لازم
توُں ہیں ہر دو جہاں ضامن شرم دا
وَساؤ سِر اساڈے مینہ کرم دا
تُوں ای بخشیں، مَیں ہاں تیڈا گنہگار
جو تیڈا نام ہے ستّار و غفّار
توُں ای بخشیں میری تقصیر ربّا!
تُو کرسیں لطف سُوں دل دھیر ربّا!
بھنوں بخشیں، خزانہ جاودانی
الٰہی تاں کراں میں کامرانی!
جے ہِک واری ڈِیوو بھنوں وڈائی
کی ہووے قادرا! تینوں گھٹائی؟
خدایا! عالماں دا کارسازا!
اُتے ہر بادشہ دا سرفرازا!
زیادہ ہن اساڈے بول تے توُں
کرم کر توُں زیادہ تو لتے توُں
نہ کرائے داورا! مینوں شرمسار

یا الٰہی! مجھے اپنی معرفت (کا راستہ) دِکھانا!
(اور) اپنا دیدارِ پاک کرانا!
قیامت کے دن اُن میں سے اُٹھانا، جن کیلئے
لازم کر دیا گیا کہ نہ ان کو خوف ہوگا نہ غم!
تُو ہی دونوں جہانوں میں شرم و حیا قائم رکھنے کا ضامن ہے
ہمارے سروں پر اپنے لطف و کرم کی بارش کیجئے۔
تُو نے ہی بخشنا ہے، کہ میں تیرا گنہگار ہوں!
تیرا تو نام ہی ستّار اور غفّار ہے۔
اے میرے پروردگار! میرا قصور تُو نے ہی معاف کرنا ہے!
تُو نے ہی اپنے کرم سے دل کی ڈھارس بندھانی ہے
یا الٰہی! مجھے ہمیشہ بھرا رہنے والا خزانہ بخشئے
تاکہ میں کامیاب و کامراں رہوں۔
اے قادرِ مطلق! اگر مجھے کبھی توقیر بخش دے
تو تیرے ہاں کون سی کمی آ جائے گی!
اے خدا! تو سارے عالموں کا کارساز ہے
اور تُو ہر بادشاہ کو سرفراز کرتا رہتا ہے
ہم جتنی تعریف کریں تو اس سے بڑھ کر ہے
ہم پر بے حد حساب عنایات کیجئے!
اے داورِ محشر! مجھے شرمسار نہ کرنا،

گنہگارم، گنہگارم، گنہگار
خدایا! توں کریسیں کم اساڈے
الٰہی! توں ٹلیسیں غم اساڈے
سنڑیا جو اِنّ وعد اللہ حقٌ
ہویا ایہہ دل اساڈے نوں تحقیق
جو جنت مومناں کارن بنڑایو
تے دوزخ کافراں کارن بنڑایو
توں ہیں جو خاک سوں آدم اپایو
پیغمبر نوحؑ طوفاں سوں بچایو
جداں ہویا تساڈا رحم غمخوار
خلیل اللہ تے ہوئی نار گلزار
سلیماں تخت شاہی تے بہایو
ہوا تے تخت اس دے نوں اُڈایو
چر اتے زکریا نوں آرے دے نال
رلایو آپ اپڑیں ذات دے نال
مچھی دے پیٹ وچ یونسؑ رکھایو
اتے سر تخت تے یوسفؑ بہایو
اتے کوہ طور دے موسیٰ بلایو
مسیحا آسمان اتے چڑھایو
تے معراجاں محمدؐ نوں سڈایو
لقا نوری اسے تائیں ڈکھایو
توہیں خالق جو چاہیں سو کریں چا

میں تو سراسر گنہگار ہی گنہگار ہوں۔
اے خدا! تو نے ہی ہمارے کام سرانجام دینے ہیں
اے خدا ہمارے غم تو نے ہی ٹالنے ہیں۔
جب سے سنا ہے کہ "اللہ کا وعدہ سچا اور پکا ہے"
ہمارے دلوں کو یہ یقین نصیب ہو گیا ہے
کہ تو نے مومنوں کے لئے جنت بنا رکھی ہے
اور کافروں کے لئے دوزخ قائم کی ہوئی ہے۔
تو نے ہی حضرت آدم کو خاک سے پیدا کیا۔
اور نوحؑ جیسے پیغمبر کو طوفان سے بچایا۔
جب بھی تیرا رحم و کرم دلجوئی پر آیا۔
تو خلیل اللہ کے لئے آگ تک گلزار بن گئی۔
تو نے ہی حضرت سلیمان کو تختِ شاہی پر بٹھایا
پھر اس تخت کو ہوا پر اڑا دکھایا۔
حضرت زکریا کو آرے سے چرا کر
اسے خود اپنی ذات سے ملا دیا۔
حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھا!
اور حضرت یوسفؑ کو بر سر تخت بٹھایا!
تو نے حضرت موسیٰ سے کوہِ طور پر باتیں کیں۔
حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا۔
حضرت محمد صلعم کو معراج پر بلا بھیجا
پھر اسے اپنا نوری جلوہ تک دکھایا
تو خالقِ مطلق ہے، جو چاہتا ہے وہی کچھ کرتا ہے

سوا تیڈے نہیں ملجا دماوا
تیرے سوا کوئی بھی ہمارا ملجا و ماوی نہیں

توہیں جو مفلساں نوں شہ بنڑائیں
تو ہی غریبوں تک کو بادشاہ بنا دیتا ہے.

زمینوں تخت شاہی تے بہلائیں
زمین سے اُٹھا کر تخت شاہی پر بٹھا دیتا ہے.

کوئی ہے میر کوئی بادشاہ ہے
کوئی میر و کبیر ہے، کوئی بادشاہ ہے.

اساکوں ذات تیڈی دی پناہ ہے
مگر ہمیں تو بس تیری ذات کی پناہ، کافی ہے!

بُمِر دی بُلبل تُساڈے باغ دی ہاں
میں بھی آپ کے باغ کا بلبل ہوں

میں قُمری شوقوں تیڈے راغ دی ہاں
آپ کے سبزہ زار کے شوق میں قمری بنا ہوں-

ہیں آکھا بھی تساڈے باغ دا زاغ
میں بھی آپ کے باغ کا ایک کوّا ہوں

ڈیو میکوں وی اپڑیں عشق دا داغ
مجھے بھی اپنے عشق کا گھائل کیجیے!

عطا فرما الٰہی نُور ایماں
یا الٰہی مجھے نورِ ایمانی عنایت کر.

تُو رحمانیں تُو رحمانیں، تُو رحماں
تُو سراسر مہربان ہی مہربان ہے.

خزانے غیب والے تے بہوں گنج
غیب کے خزینے اور بہت سے گنجینے مجھے،

عطا فرما، دیجے سب درد تے رنج
عنایت کیجیے کہ سب رنج و غم مٹ جائیں

توں آکھیے جو کوئی میکوں سڈ لیسی
تُو نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بھی مجھے پکارے گا

شتابی میں کنوں مطلب او لیسی
تو جلد مجھ سے اپنی مراد کو پہنچے گا.

اساڈی سڈ دیاں عمراں وہانیں
پکارتے پکارتے میری تو عمر گذر چکی ہے

کڈاں کریسیں خدایا! مہربانی
اے خدا! مجھ پر کب تک مہربانی ہو گی؟

نہ ہو گستاخ توں عبدالحکیما!
اے عبدالحکیم، تُو اتنا گستاخ نہ ہو.

جو ہے اللہ غافر تے رحیما!
کہ وہ اللہ تو غفور الرحیم ہے!

تُساں لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ
اس کلمہ یعنی "خدا سے ناامید نہ ہو" کو تم

کرو کولوں کیہا ایہ میڈے اللہ!
اپنا حرزِ جاں بناؤ کہ میرے اللہ نے یہی فرمایا ہے.

میں حاجتدار، جا نہیں آکھڑیں دی
مجھ حاجتمند کو کچھ کہنے کی گنجائش نہیں.

ہے اس نوں لاج وعدے آپڑے دی — وہ خود اپنے وعدے کی لاج رکھتا ہے

نعت حضرت سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محمدؐ سید الاشراف آمد	محمدؐ شریف ترین لوگوں کا سردار بن کر آئے
محمدؐ جامع الاوصاف آمد	محمدؐ نے ہر صفت موصوف بن دکھایا۔
محمدؐ گر نہ بودے عالم اندر	اگر محمدؐ اس دنیا میں نہ آتے
نہ بودے آسمان و نے پیمبر	تو نہ آسمان ہوتا اور نہ پیغمبروں کا سلسلہ چلتا،
نہ بودے گر محمدؐ فیض گستر	اگر محمدؐ کا فیض عام نہ ہوتا
نہ بودے آدم و جن و ملک حور	تو نہ حضرت آدم پیدا ہوتے نہ جن نہ فرشتے نہ حوریں!
محمدؐ مظہر اسرار کلی	محمدؐ تمام خدائی اسرار کو ظاہر کرنے والے ہیں
محمدؐ محرم اسرار کلی	محمدؐ ایسے سارے بھیدوں سے واقف ہیں
محمدؐ رحمت للعالمین است	محمدؐ سب جہانوں کے لئے رحمت ہیں
محمدؐ بر صراط مستقیم است	محمدؐ خدا کے سیدھے راستے پر چلے
محمدؐ ماحی بدعات و الکفر	محمدؐ بدعات و کفر کو نیست و نابود کرنے والے ہیں
کہ بر کفار یابد فتح و الظفر	انہوں نے کفار پر فتح و کامرانی حاصل کی!
محمدؐ قاطع کفرست و زنار	محمدؐ کفر کو مٹانے اور زنار کو توڑ دینے والے ہیں
محمدؐ مانع امت من النار	محمدؐ اپنی امت کو دوزخ کی آگ سے بچانے والے ہیں
محمدؐ داں خلیل اللہ اعظم	محمدؐ کو اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا دوست سمجھے!
محمدؐ داں حبیب اللہ اکرم	محمدؐ کو خدا کا بڑا بزرگ و برتر حبیب جانیئے!
محمدؐ ضامن خیر است و البشر	محمدؐ بھلائی اور برائی دونوں کے ضامن ہیں!
محمدؐ شافع احمر و اخضر	محمدؐ سرخ و سبز ہر طرح کے مسلمان کیلئے شفاعت کرنیوالے ہیں

محمد چشمۂ علم است و ہم علم
محمد علم کا سرچشمہ بھی ہیں اور خود علم بھی!

محمد مظہر حلم است و ہم حلم
محمد تحمل کا مظہر بھی ہیں اور خود مجسمۂ تحمل بھی!

محمد سید و مولائے ما ہست
محمد ہم سب کے مولا و سردار ہیں

محمد صاحب و لالائے ما ہست
محمد ہم سب کے بلند مرتبے والے آقا ہیں

محمد محرم سر نہانی
محمد اسرار نہانی کے واقف کار ہیں

محمد ہست گنج جاودانی
محمد ہمیشہ بھرا پُرا رہنے والا خزانہ ہیں!

محمد نیک خلق، و نیک دیں ہست
محمد کے اخلاق اچھے ہیں، ان کا دین بھی اچھا ہے

محمد شاہ افلاک و زمیں ہست
محمد تو زمینوں اور آسمانوں کے بادشاہ ہیں

محمد مصدر لطف است و احساں
محمد لطف و کرم اور احسان و بخشش کے منبع ہیں

شفیع ذات انسان است و الجاں
بنی نوع انساں ہوں یا جن، سب کی شفاعت کرنے والے ہیں

محمد ہست کان فضل و الجود
محمد فضل و کرم اور جود و سخا کی کان ہیں!

طفیلش ہر دو عالم گشت موجود
انھیں کے طفیل تو دونوں عالم وجود میں گئے ہیں!

محمد دوست رب العالمین است
محمد رب العالمین کے دوست ہیں

محمد حامئ دینِ متین است
محمد دینِ متین کی حمایت کرنے والے ہیں

محمد رہنمائے گمرہاں است
محمد گمراہ لوگوں کے لئے رہنما ہیں

محمد سرور و شاہِ جہاں است
محمد دنیا کے سردار اور بادشاہ ہیں

ز احمد ہیچ قائل نیست توحید
احمد مرسل سے بڑھ کر کوئی توحید کے ماننے والا نہیں

محمد مے رساند گنجِ جاوید
محمد نے تو ہمیشہ بھرا رہنے والا خزانہ ہمیں پہنچایا ہے

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور منت و زاری

رسول اللہ جہاں بے تست رنجور
اے رسولِ خدا، یہ دُنیا تیرے بغیر دکھی ہے

ہُما از نقدِ دیدار ہست بھرور
ھُما تک تیرے دیدار کی دولت سے پرے ہے

کہ مے بینم زِ دیدارِ تو روشن
تیرے جلوے کی روشنی میں ہی دیکھتا پھرتا ہوں

کہ مے چینم زِ گلزارِ تو گلشن
تیرے باغ سے ہی مرادوں کے پھول چنتا پھرتا ہوں

دِلم از بہرِ تو بس بے قرار ہست
میرا دل تو بس تیرے لیے ہی بے قرار رہے

دو چشمم در راہِ تو انتظار ہست
میری دونوں آنکھیں تیری راہ پر بچھی ہیں

نبی صاحب ڈِکھا مکھڑا اسانوں
اے صاحبِ نبوت! ہمیں اپنا چہرہ مبارک دکھایئے

ڈِکھا مکھڑا، ڈِوا سکھڑا اسانوں
اپنے دیدار سے ہمیں آرام و آسائش بخشیئے

ڈِوا سکھڑا، ونجا ڈکھڑا اساڈا
ہمیں سکھ دیجیئے، ہمارے دُکھ دُور کیجیے!

جو ہے سکھ امیڈا مکھڑا تساڈا
مجھے تو بس آپ کا چہرہ مبارک دیکھنے سے ہی سکھ ملتا ہے

میں تیڈے دامن اندر دست پایا
میں نے آپ کے دامن کو تھاما ہے۔

تیڈے جیہا کوئی نظر پر نہ آیا
یہ اس لئے کہ آپ جیسا کوئی مجھے نظر ہی نہیں آیا

اگرچہ رُوسیہ آیاں تیڈے در
اگرچہ گناہوں میں منہ کالا کر کے تیرے در پر آیا ہوں

رحم کر یا رسول اللہ رحم کر
پھر بھی یا رسول اللہ رحم کیجئے، رحم ہی کیجیے۔

رحم سُوں کر میڈی کاری نبی جی!
اے نبی صلعم! اپنے رحم و کرم سے مجھے کامیابی نصیب کیجیے

اتے ہر کار وِچ یاری نبی جی!
اور ہر ایک کام میں میری مددگاری کیجیے!

جڈاں در گہ تساڈی دو سدھایں
جب سے آپ کی درگاہ کی طرف رجوع کیا ہے

ازل دے روز سوں دامن لگایں
ایسے لگتا ہے کہ روزِ اول سے آپ کا دامن تھامے ہوں

ہے دامن لگیاں دی لاج تینوں
جو آپ کے دامن سے لگے ہیں ان کی لاج آپ نے ہی رکھنی ہے

نہ کر مخلوق دا محتاج میںوں
مجھے دوسروں کا محتاج نہ کیجیے گا!

میڈا مطلب ڈیواوو جلد میںوں
میری مرادیں جلد ہی پورا کیجیے!

قیامت لے سدھاؤ جلد میںوں
جلدی مجھے اگلے جہاں لے جایئے!

میں آیاں در تساڈے زار و رنجور
میں تمہارے دروازہ پر دُکھی اور مغموم ہو کر آیا ہوں

دوا بخشیں نہیں کجھ ہیں کنوں دُور
میرا علاج معالجہ آپ سے کچھ بعید نہیں.

دوا بخشی کرو، زحمت ونجاوَ
مجھے دوا عنایت کیجئے، میری زحمت دُور کیجئے

ڈیوو مقصود دی رحمت ڈِواوَ
میرا مقصود بھی مجھے دلایئے اور مجھ پر رحمت بھی کیجئے

بُدہ دیدار خویش عبد الحکیمے!
عبد الحکیم کو اپنا دیدار کرایئے.

فقیرے، بے کس و عاجز یتیمے!
اس فقیر، بیکس عاجز اور یتیم کو!

ڈیوو دیدار تاں خوشحال ہووے
جلوہ بخشیئے تاکہ خوش و خرّم ہو جائے.

سدا تیڈڑے کنجک دے نال ہووے
اور ہمیشہ تیرے فتراک کے ساتھ رہے.

طفیلِ چار یارانِ وفا دے
اپنے چاروں وفادار یاروں کے طفیل ایسا کیجئے!

پیارے دوستانِ باصفا دے
اپنے مخلص دوستوں کی خاطر میری مانیئے!

جو ہر یک دین ویاں دی پناہ ہے
ان میں ہر ایک دین و ایمان کو پناہ دینے والا ہے

یقیں دے ملک دے وچ بادشاہ ہے
اور ایمان و یقین کے ملک کا بادشاہ ہے

ابوبکرؓ و عمرؓ ہن چند ر نوری
ان میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں نوری چاند ہیں

رہن ہر وقت حضرت دی حضوری
جو ہر وقت رسول کریم کے حضور میں رہے تھے!

سراسر ابر ہے عثماںؓ شرم دا
حضرت عثمان سرتاپا شرم و حیا کا بادل ہیں!

علیؓ المرتضٰی دریا کرم دا
اور حضرت علی المرتضٰی کرم و بخشش کا دریا ہیں!

جو دریا نہ سُکے، نہ خشک ہووے
اور دریا بھی ایسا کہ نہ کبھی خشک ہوا! نہ بند ہوا!

ہمیشہ فیض سوں پر مُشک ہووے
بلکہ ہمیشہ فیض و بخشش کی خوشبوئیں بکھیرے!

میں باندا بردا ہر ہر یار داہاں
میں تیرے ہر ایک یار کا نوکر و بندہ ہوں!

اتے میں سگ اسے دربار داہاں
اور تیری ہی دربار کی دہلیز کا کتّا ہوں!

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی فضیلت میں

چلو عبد الحکیماں تاں چلائیں
آیئے اے عبد الحکیم، چلیں! اور

صفت معراج دی ظاہر کرائیں
عجب ہک رات پُر برکات آہی
جو عالم تے خوشی دی ذات آہی
میں کیا اُوں رات دا احوال آکھاں
سراسر نور، بلکہ فیض لاکھاں
بُرّہ تے شیر ہوئے یار، اس رات
تے دشمن تئیں بھئے غمخوار اس رات
بنڑے سب یار بکری شیر تے بھیڈ
کریندے ہر زماں اس رات وچ کھیڈ
وِچ اُوں راتی دے سرور نیک اعمال
سُتے آہے جو گھر وچ خیر دے نال
شتابی دوڑ دا جبریل آیا
تے ایہ پیغام حضرت نوں سنڑایا
جو اے محبوب ربّ العالمینؐ!
تے یاور توں ہیں ہر ہک مُسلمینؐ!
جو حق تعالیٰ سلام آکھن تُساں وَل
کہیا تشریف فرماؤ اساں وَل
جو ہے ربّ نے تسا نوں یاد کیتا
لے آیا ہاں براق اے یار میتا!
چلنڑ ویلے زمیں تے باد پائے
اُڈنڑ ویلے ہولے خوش ادائے
ہکے لحظے لیٹے آسماں نوں

معراج شریف کی خوبیوں کو اُجاگر کریں۔
معراج کی رات عجب برکتوں والی رات تھی۔
بلکہ دنیا کیلئے خوشیاں کی سوغات بن آئی تھی!
میں اس رات کے واقعات کیا بیان کروں
وہ تو سراسر نور بلکہ بے حساب برکت کی رات تھی
اس رات بکری کا بچہ اور شیر تک دوست نظر آتے تھے
اس رات دشمن تک غمخوار بنے پھرتے تھے۔
بھیڑ، بکری اور شیر ایک دوسرے کے دوست بنے تھے
اور ہر وقت ایک دوسرے سے چہل کر رہے تھے
ایسی رات کو نیک سیرت، سردار
خیر و عافیت کے ساتھ گھر میں سوئے ہوئے تھے
جبریل علیہ السلام جلدی سے دوڑے دوڑے آئے
اور حضرت رسول کریم کو یہ پیغام سنایا
کہ اے رب العالمین کے محبوب!
تو تو ہر ایک مسلمان کا یاور و مددگار ہے!
حق تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجے ہیں
اور فرمایا ہے کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئیے
اللہ تعالیٰ نے آپ کو یاد فرمایا ہے
اے مخلص دوست! میں آپ کیلئے براق بھی لایا ہوں
زمین پر چلتے وقت تیز رو گھوڑا ہے۔
اُڑتے وقت ہوا کا ایک خوش خرام جھونکا ہے
یہ ایک ہی لحظے میں سارے آسمان کو طے کرے

ہکے پل وچ کھچے سارے جہاں نوں	ایک ہی پل میں سارے جہاں کو عبور کر لے
جے صاحب فرّتی ہک وی اگاں ہلاوے	اگر اس کا سوار ذرّہ بھی لگام کا اشارہ کر دے
اسی دم آسماں نوں لے سِدھاوے	تو اسی وقت آسمان پر جا پہنچائے۔
لگی جو دوستے دی بے قراری	کیونکہ دوست سے ملنے کو بے قرار تھے، اس لئے
سنڑن سیتی نبی کیتی تیاری	یہ پیغام سنتے ہی نبی صلعم نے تیاری کر لی۔
جِداں اوّل نبی گھوڑا چلایا	جب پہلے پہل نبی اکرمؐ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی
مسیت اقصیٰ دے وچ اوں ڈیچ کھڑایا	تو اس نے مسجد اقصیٰ میں ہی جا پہنچایا
رہوں اسمان دے گھوڑا چلیونے	وہاں سے بُراق کو آسمان کے رستے پر ڈال دیا
بھگوڑا خواب دا مُنہ تے ڈِتونے	تو منہ پر نیند کی چادر تان لی۔
تے پچھے اس دے عطارد وَل سدھائے	اس کے بعد ستارہ عطارد کی طرف روانہ ہوئے
جو ایں طالع عطارد فیض پائے	تاکہ اپنے بخت قدم سے عطارد کو فیض پہنچائیں!
رعونت بخشی اوں ناہید تائیں	انہوں نے ستارہ زہرہ کو تمکنت بخشی
تے رونق بخشی اول خورشید تائیں	اور خورشید کو چمک دمک عنایت کی۔
ڈِتی خورشید تائیں چشم دی بھا	پھر خورشید کو محض آنکھ کا شعلہ بخشا۔
جو او تاں خشم کولھوں پاک ہے شاہ	کیونکہ شاہ عالم تو غصہ و عتاب سے پاک و صاف تھے
تے آرائش چھوڑیونے مشتری تے	آرائش و زیبائش کو مشتری کیلئے مخصوص کیا
پیا تھیوا لبس اوں انگشتری تے	گویا اس انگشتری کو ایک نگ جڑ دیا گیا
لتے سوہنیا بدن کیواں تائیں	اور ستارہ زحل کے بدن کو حسن و جمال بخشا!
حضور اُن تے سدھائے جان تائیں	حضور صلعم اس طرف اپنے جسم و جاں سمیت گئے تھے
اُتھوں تشریف سدرہ کول لے گئے	وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے
تے پر جبریل دے اوتھن توں سڑ گئے	جبرائیل کے پر آگے کو اڑنے سے جواب دے گئے
چلے سدرۃ کنوں رفرف ڈھول فیر	سدرۃ المنتہیٰ سے پھر رفرف یعنی مقام اسرافیل پر آئے

ڈِتو نے ناز سوں رفرف تے پیر
چلے رفرف کنوں وَل عرش راہیں
سراسر نور والے فرش راہوں
اُتھوں تشریف لے گئے لامکاں وَل
سراسر نورِ مطلق، لابیاں، وَل
جدّاں صاحب گئے درگاہ الٰہی
عقل تے فکر کوں خبراں نہ کائی
گئے اُس جا جو ہئی نورٌ علیٰ نور
فکر تے وہم توں ایہہ ہئی ہر دوں دُور
مکیں پایا ولے خالی مکاں توں
کلام آہا تاں قدرت دی زباں توں
ڈِٹھس دیدار نورِ بے حجابات
چہ می پرسی کہ بُد غیب السمٰوٰت
اکھیں ہویاں تمامی تن اُسے دو
ہویا لُوں لُوں تمامی کن اُسے دو
جدّاں مے معرفت دا پیتو نے
اساں دا بخشش بھی منگ لیتو نے
دل اُوں دا فیض کولوں سوہنا ہویا
یتیم اُوں شاہ توں مسرور ہویا
ائے خوشحال ہو کے عالماں وَل
تمامی علم لے آئے جہاں وَل

رفرف کو اپنے ناز و انداز والے قدموں سے نوازا!
مقام اسرائیل سے پھر عرش کی راہ لی۔
یعنی اس جگہ کو چلے جہاں سراسر نور کا فرش بچھا ہے۔
وہاں سے لامکاں کی طرف تشریف لے گئے
یعنی خدائے مطلق کے ماورائے بیان نور کی طرف!
جب حضرتِ والا درگاہ الٰہی کو گئے
تو عقل و فکر کو اس کی سُدھ بُدھ ہی نہ رہی!
آپ اس جگہ پہنچے جہاں سراسر نور تھا
یہ بات فکر و گماں سے بعید کی ہی تھی!
وہاں مکیں تو تھا لیکن مکاں سے بے نیاز تھا!
کلام جو سنا، تو خود قدرت کی زباں سے سنا!
وہاں پردوں سے الگ نور خدا کا دیدار کیا
کیا پوچھتے ہو بس غیب السمٰوات کا سماں تھا!
حضور صلعم کا سارا جسم اسے دیکھنے کیلئے آنکھیں بن گیا
ایک ایک رواں سراپا کان بن کر اسکی طرف کو لگ گیا
جب معرفت کا جام نوش فرمالیا،
تو ہماری بخشش و مغفرت کیلئے بھی استدعا کی
آپ کا دل فیض ربانی سے پرنور ہو گیا۔
یعنی بادشاہِ مطلق کے لطف سے یہ دُرِّ یتیم مسرور ہوا
اس خوشی و کامرانی کے ساتھ عالموں کی طرف واپس آئے
اور اس دنیا پر تمام ظاہری و باطنی علوم لے آئے۔

تے کر تیزی کنوں پرواز آئے
وچھونڑاں گرم ہا جاں باز آئے
کھنڈی در دی جیویں ہلدی گئے چھوڑ
اسی احوال وچ آ کے ڈِٹھی موڑ
جنہاں نوں رب سڈائے آپڑیں کول
توں ناقص فکر ہیں ایجے نہ پیا پھول

اتنی تیزی سے پرواز کر کے آ گئے کہ
جب واپس پہنچے تو بستر ابھی گرم تھا!
دروازے کی کنڈی جس طرح ہلتی چھوڑ گئے تھے
واپس آ کر بھی اسی حالت میں دیکھی
جنہیں رب تعالیٰ اپنے پاس بلائے.
اُن کے بھید نہ پوچھ کہ تیری عقل ناقص ہے!

اپنے پیر روشن ضمیر قدس سرہٗ کی صفات کا بیان

چلو عبدالحکیما! تاں چلائیں
تے اپڑیں پیر دی مدحت اکھائیں
ہن اپڑیں پیر دے ہن وصف آکھاں
سراسر نور ہے تے فیض لاکھاں
جو دامن پیر میرے دا پکڑ لیسی
بلا پرسش بہشتیں جا وڑیسی
کرے جے ہک نگہ سارے جہاں تے
تاں پہنچاوے شتابی لامکاں تے
مریضاں نوں ڈِواوے تندرستی
رہے نہ غافلاں تے ذرہ سُستی
جو کو چُم پیر والے دست لیسی
مئے خالص کنوں تھی مست ویسی
عجب نور محمد پیر میرا
جیں دے عشق دل کیتا ہے ڈیرا

آیئے اے عبدالحکیم! چلیں.
اور اپنے پیر کی مدحت میں کچھ کہیں!
میں اب اپنے پیر مرشد کے وصف بیان کرتا ہوں
کہ وہ سراپا نور ہے اور لاکھوں کو فیض پہنچانے والا ہے!
جو کوئی بھی میرے مرشد کا دامن پکڑے گا.
وہ اُسے بلا حساب و کتاب بہشت میں لے جائیگا
اگر وہ سارے جہاں پر ایک نگاہ ہی ڈال دے!
تو بلا توقف اُسے لامکاں کا درجہ دلا دے!
وہ مریضوں کو شفا دلواتے ہیں!
غافلوں پر سُستی کا اثر تک رہنے دیں.
اگر کوئی میرے پیر و مرشد کے ہاتھ تک چوم لیگا
تو شراب ناب سے سرشار و مست ہو جائے گا!
میرے پیر و مرشد نور محمد کے کیا کہنے!
اس کے عشق نے تو میرے دل میں ڈیرہ جما رکھا ہے

جدّاں آئی جہان تے شمع روشن
ہویا عالم تمامی مثل گلشن
ہوئے روشن اِتھے لاکھاں چراغاں
لگائے پیر ہر جا سبز باغاں
جیکر دنیا دا کوئی آوے سوالی
اُسے ویلے کرن اُس دی بحالی
مُرید اس دے جدّاں رقص اندر آون
تمامی عرش کرسی نوں ہلاون
میں ہاں اے صاحبا! امیدواراں!
کرم کر، مہربان سُن ٹے توں پکاراں!
جدّاں میں پکڑیا دامن تُساڈا
کرو شفقت، بنے دامن اساڈا

جب سے اس دنیا میں وہ روشن شمع آئی ہے
تمام عالم ایک باغ کی طرح کھل اٹھا ہے
یہاں لاکھوں چراغ روشن ہو گئے ہیں
پیر و مرشد نے روحانیات کے سرسبز باغ لگا دیے ہیں
اگر کوئی مال و دولت کا سوالی بن کر آئے
تو اسے بھی اسی وقت مالا مال کر دیتے ہیں۔
اس کے مریدانِ باصفا جب بھی رقص و وجد میں آئیں
تو عرش و کرسی سب کو ہلا دیں۔
اے آقا و مالک! میں بھی امیدواروں میں سے ہوں
مجھ پر رحم و کرم کیجیے اور میری آہ و زاری سنیے
جبکہ میں نے آپ کا دامن تھاما ہے۔
تو مجھ پر شفقت کیجیے اور مجھے عذاب سے بچائیے!

تصنیفِ کتاب اور جائے سکونت کا ذکر

چلو عبدالحکیما! تا چلائیں
تے گل تصنیف قصے دی کرائیں
ایا ہک روز در دِل ذکر میتوں
جو جملہ بھُل گیا سب فکر میتوں
جو کائی قصہ عشقے دا بنڑ جے
جو تُساں تھیں رہے کوئی نشانی
جہاں دُنیا دے وچ اے یار جانی!

آئیے اے عبدالحکیم! چلیں۔
اور قصے کی تصنیف کا ذکر چھیڑیں۔
ایک دن میرے دل میں ایسا خیال پیدا ہوا۔
کہ میرے جملہ تفکرات میرے ذہن سے محو ہو گئے
یعنی کسی عشقیہ قصے کو ترتیب دیا جائے۔
تاکہ اے یارانِ مہربان! آپ لوگوں کے لیے
اس دنیا و جہاں میں کوئی یادگار چھوڑ جاؤں!

جڈاں دل نے فکر دا جام پیتا
یوسف دے عشق دا انجام کیتا
زمانے شاہ عالی شان دا لا
شجاع الملک، ذوالاحسان والا
بلند اقبال، عالی جاہ شا ہے!
سکندر وانگ عالم دی پناہ ہے!
وچ احمد پور، بہاول خان والے
بہاول خاں دے احسان والے
اساں ایہ قصہ عشقے دا بنڑایا
جو وچ درگاہ رب دی خوش تر آیا
جو ہوسی دوست او خوشحال ہوسی
تے حاسد غم کنوں پائمال ہوسی
سن آہا سال، بارھاں سے اٹھاراں ۱۲۱۸
ڈینہاڑے وی زیادہ ہر بارھاں
میکوں بخشیا خدا دے فیض حصہ
میں کیتا عشق دا تصنیف قصہ
ہاں عباسی، قریشی، شیخ اے یار!
اچاں وچ مصطفےٰ لائی میڈی پار
اصل چانول دا ہے میڈا ٹھکانڑاں
وچ احمد پور دے مشہور تھانڑاں

جب دل نے فکر و خیال کے جام لنڈھائے۔
تو حضرت یوسف والے عاشقے کو لکھ ڈالا۔
اسے شاہ عالیشان کے زمانے میں لکھا ہے۔
یعنی شجاع الملک، ذوالاحسان کے زمانے میں!
جو شاہ عالی جاہ بھی ہے! بلند اقبال بھی ہے۔
اور سکندر اعظم کی طرح دنیا کے لئے جائے پناہ بھی ہے
بہاول خاں عباسی (دوئم) کے شہر احمد پور میں بیٹھ کر
خود جس پر بہاول خاں کے بڑے احسان ہیں!
ہم نے یہ عشقیہ قصہ ترتیب دیا۔
جو رب العزت کی درگاہ تک کو بہت پسند آیا ہے
جو بھی میرا خیر خواہ ہوگا اسے تو اسکی خوشی ہوگی
لیکن جو میرا حاسد ہوگا حسد کی آگ میں جل مریگا
سن تصنیف بارہ سو اٹھارہ ہجری ہے۔
بلکہ بارہ دن اوپر ہو گئے ہیں!
مجھے خدا نے اپنے فیض خاص سے حصہ بخشا ہے۔
جس کے طفیل میں نے یہ عشقیہ قصہ تصنیف کر لیا ہے
اے دوست! میں عباسی ہوں، قریشی ہوں، اور شیخ ہوں
اچ شریف میں محمد مصطفےٰ نے مجھے لا بٹھایا ہے۔
میرا ابتدائی ٹھکانہ چانول ہے۔
جو احمد پور میں ایک مشہور تھانہ ہے۔

نواب بہاول خاں عباسی کی تعریف میں

چلو عبدالحکیماں نا چلائیں
بہاول خان دی تعریف الکھیں
بہاول خان آہے نیک سردار
سراسر فیض بخش و نیک کردار
صفت اُس دی ہیوُں کرنی ضروری
جو اوہ حیا دے وڈا اشرما حضوری
سراسر فیض بخشے عالماں دا
وڈا عادل ہے او سارے جہاں دا
جویں مکے طرف حاجی سدھاون
اتے مطلوب اپڑاں لے کے آون
ایویں سے کوہاں توں عالم جو آوے
او مطلوب آپڑاں لے کے سدھاوے
امید ہے رب سچے رحمان کولوں
جو خوش ہوسی ایندے احسان کولوں
غریباں نال اُس دی گالھ خوب ہے!
تے ظالم نال اس دی چال خوب ہے!
تے بکری نال شینہ اس نے چرائی
نہیں ہوئی جو اس نے کر ڈکھائی
عجب اُس دی ہے کامل دینداری
ہمیشہ توں ہے جس کوں برقراری!

آیئے اے عبدالحکیم! چلیں۔
اور نواب بہاول خاں عباسی کی تعریف میں کچھ کہیں۔
بہاول خاں ایک نیک سردار ہے۔
بے انتہا فیض کرنیوالا اور اچھے کردار کا مالک ہے
اسکی تعریف و توصیف کرنا یہ لئے ضروری ہے
کیونکہ یہ سردار بہت شرم و حیا کا پُتلہ ہے۔
وہ عالموں پر نہایت لطف و کرم کرتا ہے۔
وہ سارے جہاں میں بڑا عادل مشہور رہے۔
جس طرح مکے کی طرف حاجی سدھارتے ہیں
اور اپنی مرادیں پوری کر آتے ھیں۔
اسی طرح سینکڑوں میلوں سے جو عالم لوگ آتے ہیں
وہ یہاں سے اپنی مرادیں پوری کرا جاتے ہیں!
سچے اور نہایت مہربان رب تعالیٰ سے امید ہے۔
کہ وہ ایسے احسانات کرنے والے پر بہت خوش ہوگا
غریبوں کے ساتھ اس کا برتاؤ بہت خوب ہے
اور ظالموں کے ساتھ بھی خوب چال چلتا ہے
اس نے تو شیر کے ساتھ بکری چرا دکھائی ہے
جو کچھ اس نے کر دکھایا ہے ویسا کبھی نہیں دیکھا۔
اس کی دینداری بہت ہی کامل ہے۔
اس کا اختیار کیا ہوا دین ہمیشہ سے قائم دائم ہے

خدا کیتے سبھے مطلوب اُس دے
اتے سردار سب مغلوب اُس دے

اللہ تعالیٰ نے اُسکی تمام تمنائیں پوری کی ہیں
یہاں تک کہ سارے سردار تک اس کے تابع فرمان ہیں

قصے کا آغاز اور زلیخا کی پیدائش

چلو عبدالحکیما! نا چلائیں
زلیخا دے جھگڑے دی گل کرائیں
اہا ہک شاہ مغرب وچ زمین دے
جو سبھے شاہ تابع ہن تہیندے
تلے فرمان اس دے روم تا روس
جیکر پچھیں اُسے دا نام طیموس
اہی اس دی زلیخا نام دختر
جو شرماون اسے توں روشن اختر
عجب زلفاں دی عنبر مشک پرور
عجب مُوئے سیہ گیسو معنبر
نہ ہے تازی کہ باشد گرد رخسار
سیہ مار لیست کہ پیچد بہ گلزار
سیہ مارے ازاں مشکیں گلالہ
زدہ صد حلقہ گرد ہالہ
بھلا زلفاں اہانے نانگ کالے
جنہاں دے ڈنگیاں جیونا محالے
دہاں پر نور اُس دا میم تھیں تنگ

آیئے اے عبدالحکیم، چلیں،
اور زلیخا کی پیدائش کی بات چیت کریں۔
اس دنیا میں مغرب کی سمت ایک ایسا شہنشاہ تھا
کہ جس کے تابع فرمان سارے بادشاہ تھے،
ملک روم سے روس تک اس کا فرمان چلتا تھا
اگر آپ نام پوچھیں، تو اس کا نام طیموس تھا
زلیخا نام سے اس کی ایک بیٹی تھی۔
حسن میں چمکتے ستارے بھی اس سے شرماتے تھے
اسکی نرالی زلفوں سے مشک و عنبر کی لپٹیں نکلتی تھیں
اس کے گیسوؤں کے کالے بال بہکے ہوئے لگتے تھے
گویا وہ عربی گھوڑے ہیں جو رخساروں کے گرد جولانی دکھاتے ہیں
وہ کالے ناگ ہیں جو پھولوں جیسے گالوں پر لوٹتے ہیں
اسکی خوشبو والی زلفیں ایسے کالے ناگ سی ہیں۔
جیسے چاند جیسے چہرے کے گرد ہالوں سے گھیرا ڈال رکھا ہے
بس یہ سیاہ زلفیں ایسے کالے ناگ ہیں
کہ جن کے ڈسنے پر جینا محال ہو جائے۔
اس کا پرنور منہ روائتی دہنِ معشوق سے بھی تنگ تھا

دہاں پر نور رُس دا سیم نہیں تنگ
اس کا پُر نُور منہ رواتی دہن معشوق سے بھی تنگ تھا

دقی جیوں میم بل اڑ میم خوش رنگ
اس سے بھی زیادہ پتلا بلکہ زیادہ نکھرے رنگ والا!

لباں نے عاشقاں دا خون پیتا
اس کے لال لبوں نے عاشقوں کا خون چاٹا ہے۔

تے نیناں نے کوئی معجون کیتا
اور اسکی آنکھیں ہیں جیسے کوئی چیز گھول دی گئی ہو

عجب پُر نُور منہ روشن، چٹے ڈند
اس کا پرنور چہرہ بہت روشن تھا اس کے دانت سفید تھے

مُڑے او خوب محکم، سخت پیوند
بہت مضبوط تھے اور ایک دوسرے سے پختہ طور پر جڑے ہوئے تھے

ڈوں لڑیاں موتیاں دے وانگ جڑیاں
وہ موتیوں کی طرح جڑی دو لڑیاں تھیں۔

جوہریاں ہک سپیدی سانگ گھڑیاں
جنہیں جوہریوں نے ایک جیسی سفیدی کی بنا پر تیار کیا تھا

گچی ہک درخت جیہی سرو دے وانگ
اسکی گردن ایک لمبا درخت تھی جیسے وہ سرو ہو!

رہن چوگرد کالے زلف دے نانگ
اس کے چاروں طرف زلفوں کے کالے ناگ لپٹے رہے۔

تن اس دے نے نزاکت خوب پائی
اس کے بدن نے خوب نزاکت حاصل کر لی تھی

پچھے مُڑ سارے عالم کوں ڈلوائی
اس سے جو بچی تو پھر تمام حسینان عالم کو دلائی گئی

لطافت وی ہک اس تھوں جام پیتا
لطافت نے بھی وہیں سے ایک جام پیا ہے۔

پچھے اس آپ نوں مشہور کیتا
تب ہی اسے شہرت نصیب ہوئی ہے۔

کمر نازک کنوں کیا گل کھولوں
اسکی نازک کمر کی بات کیا چھیڑ دوں۔

جھڑی آہی نکی او وال کولوں
وہ تو بال سے بھی باریک تر تھی۔

میں تینوں کیا کہاں اس دی کہانی۔
میں اس کی باتیں تمہیں کس طرح کہوں۔

جسے دا اِتھ ہویا پیدا نہ لاثانی
جبکہ یہاں اس کا کوئی ثانی بھی پیدا نہ ہوا تھا!

قد اس دی سرو نوں تاں سمجھ آوے
اس کے قد کی بات سرو تک کو بھی تبھی سمجھ میں آئیگی۔

صنوبر سرو طوبیٰ نوں لے جاوے
جب صنوبر اور سرو بہشت کے درخت طوبیٰ تک بڑھ سکیں!

نہ جانڑاں نال اس خوبی دے محبوب
میں اس حسن و خوبی والا محبوب اور کوئی جانتا ہی نہیں

درخت پستہ اکھیں وچ بہوں خوب
پستہ کے درخت کا سا قد آنکھوں کو خوب لبھائے

ہو یا پیدا کوئی ایں کار کس تھوں
اس جیسا کوئی کیا پیدا ہوا ہوگا۔

بہارِ سینہ اُس بے خار در جیب
اس کے سینے کی بہار بے خار اور گریباں میں پوشیدہ تھی

گُلِ ناقص محیطِ عالم الغیب
اس لیے اس کے ادھ کھلے پھول کے حالات کا پتہ صرف عالم الغیب کو ہی تھا

کماں ابرو و مژگاں تیر کر کے
ابرو کی کمان تان کر اور مژگاں کے تیر جوڑ کر۔

زلف دے پیچ نوں زنجیر کر کے
زلف کے پیچ و خم کو زنجیر سا بنا کر۔

رہی خوشحال سیّاں نال ہر دم
وہ ہر وقت اپنی سہیلیوں کے ساتھ خوش و خرم رہی

کداہیں نہ ڈٹھا اس ذال مُردم
کبھی بھی اس عورت ذات نے مرد کو نہیں دیکھا تھا۔

کیتے سے قیدتے زخمی ہزاراں
اس نے سینکڑوں قیدی بنائے، ہزاروں کو زخمی کیا۔

تے قیدیاں زخمیاں لایاں قطاراں
یوں سمجھیے کہ قیدیوں اور زخمیوں کی قطاریں بندھ گئیں!

خبر نہ جو زمانہ کیا کریسی
خبر نہ تھی کہ زمانہ اُن کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

مریسی یا بُڑیسی یا تریسی
مار ڈالے گا، یا غرق کر دیگا، یا کنارے لگائے گا!

مبارک رُخ کنوں تا قدم تائیں
چہرۂ مبارک سے نیچے قدموں تک

کہے جو وصف خوبی دے سُنڑا ہیں
اس کے حسن کے کیا اوصاف کہے جائیں۔

ہو یا پیدا کوئی ایں کار کس تھوں
اس جیسا کوئی کیا پیدا ہوا ہوگا۔

جو پیدا مول نہ ہووے بہشتوں
جبکہ بہشت میں بھی اس جیسا کوئی موجود نہ ہو!

صفت اس دی کہوں کیا بات پھولوں
اسکی صفات کی بات کیا چلائیں۔

ادب آندا ہے اس دی ذات کھولوں
اسکی ہستی سے جھینپ سی آتی ہے۔

نہیں معلوم جھگڑا حال بینوں
مجھے پوشیدہ حالات سے آگہی نہیں!

میں کیویں کھول آکھاں حال تینوں
پر تم سے بات کو بالوضاحت کیسے عرض کروں!

زلیخا کا یوسفؑ کے حسن و جمال کو پہلی بار خواب میں دیکھ کر گھائل ہونا

اِہی ہک رات خوش وانگوں حیاتی
زندگی جیسی خوشیوں بھری ایک رات کا ذکر ہے۔

پیا وچ زندگی عالم ممانی
کہ جیتے جی کے عالم میں موت کی سی حالت طاری ہو گئی۔

چلن ہر چیز دا موقوف ہویا
ہر چیز کی حرکت و رفتار رک گئی

بلائیں پیر درد امن سنگویا
مصائب و آلام نے بھی اپنے پاؤں اپنے دامن میں سمیٹ لیے۔

وچے اس باغ دنیا پُر نظارہ
دنیا کے اس پُر لطف باغ میں

نہ ہا کو جاگدا، اِلّا ستارہ
سوائے ستاروں کے کوئی بھی نہیں جاگ رہا تھا۔

جو کُتیاں بھونک توں آرام پایا
کُتّے بھی بھونک بھونک کر اب آرام میں تھے۔

فجر دے باز شب دے کاں اُڈایا
جب صبح کے شاہین نے رات کے کوّے کو اُڑا دیا۔

نِکھٹی کوتوال ماڑی بادشاہی
جب کہ کوتوال شہر کو جو بادشاہ کے اس محل کی نگہبانی کرتا رہا تھا

جو وانگوں پوست کنگر دا آہی
جو کہ پوست کے ڈوڈے کی طرح کنگروں والا تھا

رہی نہ جاگنے دی تاب اس نوں
جاگتے رہنے کی تاب نہ رہی تھی۔

جو آہی نیند مستی خواب اس نوں
تو نیند نے اسے بھی بھرپور خواب میں سلا دیا تھا

نہ مُلاں بانگ توں پایا حیّ دا لی
اِدھر مؤذن نے "حیّ علی الصلوٰۃ" والی اذان سُنا کر

اجے ہئی رات دی خلقت اُٹھالی
رات کی سوئی ہوئی مخلوقات کو ابھی نہیں جگایا تھا۔

زلیخا نال، اِنھاں مٹھیاں لباں دے
زلیخا اپنے شیریں لبوں کے ساتھ

ستی آہی سی خوش وِچ نندراں دے
نیند میں دُھت سوئی ہوئی تھی۔

جو دَر اُس دے کنوں آیا جوانے
کہ اس کے دروازے سے کوئی جوان اندر آیا۔

کی آکھاں میں جوانے یا کہ جانے!
میں تو کہوں کہ وہ کوئی جوان نہیں تھا بلکہ جانِ جاں تھا

اہا اک شکل عالم نور دے تھیں
اسکی شکل و صورت نور میں ڈھلی تھی۔

لیا اُس لُٹ کے تن اس حور دے تھیں
اس نے اس حور کے جسم و جاں کو لوٹ لیا

جو رُخ اس دے نے کیتا نور چمکار
اس کے چہرے نے جب نور کا سا جلوہ دکھایا

مہ و خورشید لگے اس دے شرمسار
تو چاند اور سورج بھی اس کے آگے شرمسار ہو گئے۔

دو لب اس دے شکر ڈیندے کھلن توں
اس کے دونوں لبوں نے ہنسی میں شکر ملا دی

رُلائی نند مُنہ اس دے سخن نوں
لباں دونوں جو کیتا نور چمکار
شفق سرخوں جویں بدلی دا لشکار
اکھیں بادام ہین یا صاد آہے
اُہے نہ صاد بل صیاد آہے
تھوڈی غبغب دی بس ہک سیب آہی
مہک اُس دی کوئی آسیب آہی
مُنہ اس دا گویا کوئی باغ آہا
غلولہ وچ اسے دے راغ آہا
کیتا شرمندہ اس شمشاد تائیں
کیتا پابند سرو آزاد تائیں
زلیخا نے جدوں کیتا نظارہ
یوسف دے عشق نے کیتا پسارا
اہی خوبی حد آدم کنوں دُور
غلام اُس دی پری آہی تے حور
ستارھاں سالہ نوں مکھڑا دکھایُس
نظر ہک نال دل اس دا لبھایُس
ڈیکھن ڈیندی ہوئی مفتون اُس دی
ہوئی ہکی نظر مجنون اس دی
دل اس دے وچ جدوں قد سیر کیتا
درخت عشق محکم بیر کیتا
ہوئی دلبند ہر ہر وال دے نال

اور اس کے منہ نے باتوں میں مصری گھول دی
اس کے دونوں لبوں سے جو نور برسنے لگا
تو سرخی کی لالی بھی بجلی کی سی چمک میں ڈھل گئی!
اسکی آنکھیں بادام کی صورت تھیں یا قرآن کی علامت تھیں
سچ پوچھیے تو وہ صاد نہیں تھیں بلکہ صیاد تھیں
تھوڑی کا لٹکا ہوا گوشت گویا ایک سیب تھا۔
جسکی خوشبو اپنے سونگھنے والے کو آسیب زدہ کر دیتی تھی!
اس کا چہرہ جیسے کوئی باغ کھلا ہو۔
اس میں کا سبزہ زار ایک غلولہ سا نظر آتا تھا
اس نے اپنے قد و قامت سے شمشاد کو شرمندہ کر دیا
اور آزاد منش سرو تک کو اپنا تابع بنا لیا
زلیخا کی نظریں جب اس پر پڑیں۔
تو یوسف کے عشق نے اسے آ لیا۔
خوبصورتی میں کوئی آدمی اسکو نہ پہنچ سکتا تھا۔
پریاں اور حوریں اسکی تابع سی لگتی تھیں
جب اس نے اس سترہ سالہ دوشیزہ کو اپنا مکھڑا دکھایا
تو ایک ہی نظر میں اس کا دل لبھا لیا۔
دیکھتے ہی اس پر والہ و شیدا ہو گئی۔
یعنی ایک ہی نظر میں اسکی دیوانہ بن گئی
جب اس کے لمبے قد نے زلیخا کے دل میں اثر کیا
تو عشق کے درخت نے اپنی جڑیں مضبوط کر لیں
اس کے ایک ایک بال میں زلیخا کا دل اٹک اٹک گیا

تے ہسگے جان واہ واہ عنبریں چال
تولے جو لگائی سانگ اُس نوں
ہوئی قربان ہرل وانگ اس بھوں
کرے ابرو کھول فریاد و زاری
لگایا چشم نے پیکان کاری
لباں مٹھیاں نوں زار و زار روے
ڈند آون یاد تے موتی پروے
ڈِٹھس غبغب کنوں آسیب جان دا
اسے دانگوں کوئی نظر نہ آندا
اکھیں گھٹیاں زلیخا ڈیکھنڑ ہن نوں
او بوتا ہا پیا ہا ڈیکھنڑیں سوں

اور اس کا بدن بھی ایک عجب عنبریں چال میں لپٹا چاہتا تھا
چہرے کے کالے تل نے اُسے گھاؤ لگائے۔
اور وہ اُس پر سے ہرل کے دانوں کی طرح قربان ہو گئی
ابرو کی یاد میں فریاد و زاری کر رہی تھی۔
اُس کی آنکھوں نے کاری تیر چلایا تھا۔
اس کی میٹھی لبوں کو یاد کر کے زار و زار روئے
اس کے دانتوں کا خیال آتا تو موتی سے پرنے ڈھلک پڑتی
اس کے غبغب سے اس کی جان کو آسیب آ چمٹا تھا
اس جیسا اسے کوئی بھی نظر نہیں آتا تھا۔
زلیخا کی آنکھیں ایسے حسن کے دیکھنے سے چندھیا گئیں
وہ تو بس ایک مجسمہ حیرت بن گئی۔ اسکی حالت دیکھنے کے قابل تھی

زلیخا کا نیند سے بیدار ہونا اور یوسف کو نہ پا کر بے قرار ہونا

جدڑاں کاں رات دے پرواز کیتا
فجر ویلے ککڑ آواز کیتا
ہویا آوازہ خوش اُٹھ بلبلاں دا
پچھلے ظاہر ہویا جلوہ گلاں دا
زلیخا وچ مٹھے خواباں دے آہی
دل اُس دی بند محراباں دے آہی
نہ آہی خواب بلکہ بیہوش آہی
رتو کی رات دی مدہوش آہی

جب رات کے کوّے نے اُڑان کی۔
تو مرغ نے صبح صادق کی آذان دی۔
وہاں پر بلبلوں کی شیریں چہکار سنائی دی۔
اس کے بعد پھولوں کی بہار دکھائی دینے لگی
زلیخا میٹھے خوابوں میں مست تھی
اس کا دل محرابوں میں اٹکا ہوا تھا۔
نیند میں نہ تھی بلکہ بے ہوش تھی
جیسے گذشتہ رات سے ہی مدہوش پڑی ہو!

غلاماں مُنہ اُتے پیراں دے رنیتا
کنیزاں وِی ہتھاں تے بوسہ کیتا
چھٹی ہک خواب والی جنگ کھلوں
اُٹھا لیُس پردہ مُنہ گُل رنگ کھلوں
اُٹھی بی بی تے چرکی نوں گھتیا گل
نگاہاں دا کیتا ہر طرف تھرتھل
نہ پایُس گُل رتو کے خواب والا
ہوئی بیہوش کر فریاد گالہ
پہنچاوے اُس سجن تو ڑی غم اُس دے
گریباں پھاڑ کے لائی کم اُس دے
ولیکن شرم دامنگیر ہویا
صبر اُس کان ڈ فرزنجیر ہویا
چھپایُس راز نوں بیمار ہو کے
بیٹھی وچ گولیاں لاچار ہو کے
ہویا ظاہر رفیقاں حال باہر
جو دل اُس دے نوں کیتا سحر ساحر
کرے ظاہر نظر اغیار داوَں
ہمیشہ دل کے رکھے دلدار داوَں
جو اُس دی جندڑی آہی لباں تے
جو آہا روز محنت دا شباں تے
کرے فریاد تے ہردم پکارے
جیویں بلبل گلاں کارن چتارے

غلاموں نے اپنے چہرے اس کے پیروں سے رگڑے
کنیزوں نے بھی اس کے ہاتھوں پر بوسے دیئے۔
وہ خواب کی الجھن سے فارغ ہوئی
اور اپنے گلابی چہرے پر سے پردہ ہٹایا۔
مالکہ اٹھی اور اس نے اپنا طلائی زیور "چرکی" کو گلے میں ڈالا
اور نگاہوں سے ہر طرف ایک ہلچل سی مچادی
رات کے خواب کا پھول نظر نہ آیا۔
تو جھوٹ موٹ کی آہ و فریاد کرکے بیہوش ہوگئی
کوئی اس ساجن تک اس کے غم جا پہنچائے
جس کی خاطر اپنا گریبان تک پھاڑ ڈالا۔
پھر بھی شرم و حیا اس کا دامن تھامے ہوئے تھا
اس کے ہاں سے صبر زنجیر تڑا نکلا۔
اس نے اپنے اس راز کو بیماری کے پردے میں رکھا
مجبوراً اپنی سہیلیوں میں جا بیٹھی۔
باہر یار لوگوں میں یہ راز کھلا۔
کہ اس کے دل پر کسی جادوگر نے جادو کر رکھا ہے
اگرچہ بظاہر وہ دوسروں کی طرف دیکھتی رہی
لیکن اس کا دل ہمیشہ دلدار کی جانب رہتا۔
اس کی جان لبوں پر آئی ہوئی تھی۔
یہاں تک کہ راتوں کو بھی دن کے سے غموں کا سامنا تھا
ہر وقت فریاد کرتی اس طرح چیختی، چلاتی
جیسے بلبل پھولوں کیلئے بے چین ہوتی ہے

شکل دلدار دی در پیش دھر دی
اکھیں رووِن لباں تھوں غرض کر دی
جو کیہڑے دیس ہیں اے گوہر پاک!
ہیں کیتے عشق تیڈڑے سخت غمناک!
نہ جانڑاں ناں تیڈا کِس توں کہاں ہیں؟
نہ جانڑاں جا تیڈی کتھاں لبھاں ہیں؟
جے توں مہ ہیں تیڈا آخر کتھاں ہے
جے توں شہ ہیں تیڈا کیہڑا مکاں ہے
ہووے نہ کوں میڈڑے وانگوں گرفتار
جو نہ دل ناہیں میڈڑے ہتھ وچ نہ دلدار
نہ ڈسیا ناں تے دل میڈا اگیوں کھس
نہ ڈسیو جا، اتے اوویں گیوں نس
ڈٹھا ہیں جلوہ تیڈا جدکہ وچ خواب
وچھوڑے دی کیتا ہے بھاہ بیتاب
گیا تن سک اکھیں وچ نندر ناہیں
جو لایاں عشق تیڈڑے سخت بھاہیں
ہیں آہی گل کنوں نازک بہ گلزار
ہمیشہ وچ گلاں دے تازگی وار
نہ آہی دار سر میڈے، نہ سولے
نہ پڑیا خار ہتھ پیراں دے مولے
ہکے عشوے کنوں بے تاب کیتو!
ہکے جلوے کنوں بے تاب کیتو!
فجر تائیں کم اُس وار دات ساری

اپنے محبوب کی شکل و صورت سامنے رکھتی
آنکھیں روتی ہوتیں اور لبوں پر غرض مُدعا ہوتا
اے گوہر پاک! کس ملک میں رہ رہے ہو؟
مجھے تیرے عشق نے بہت غمناک کر رکھا ہے
میں تیرا نام ہی نہیں جانتی، کس سے کیا پوچھوں؟
نہ ہی تمہارے ٹھکانے کا پتہ ہے، تجھے کہاں ڈھونڈھوں
اگر تو چاند ہے تو تیرا مقام آخر کہاں ہے؟
اگر تو بادشاہ ہے، تو تیرا محل کون سا ہے؟
خدا کرے کوئی بھی میری طرح اس مصیبت میں نہ پھنسے
کہ نہ ہی تو اپنا دل اپنے بس میں ہے نہ ہی اپنا محبوب!
نام تک بتایا ہی نہیں مگر دل چھین کر چلے گئے ہو!
ٹھکانہ تک بتایا ہی نہیں بس چپکے سے غائب ہو گئے ہو
جب سے میں نے خواب میں تیرا جلوہ دیکھا ہے
ہجر کی آگ نے مجھے بیتاب کر رکھا ہے۔
بدن سوکھ گیا ہے، آنکھوں میں نیند نہیں رہی!
یہ اس لیے کہ تیرے عشق نے سخت آگ بھڑکا رکھی ہے۔
پھولوں جیسے گالوں کی وجہ سے میں پھول سے بھی نازک تھی
ہمیشہ ایسے رہتی جیسے پھولوں میں تر و تازگی!
نہ میرا سر پھانسی پہ لٹکا تھا، نہ کوئی دکھ درد تھا
نہ کبھی ہاتھ پاؤں میں کانٹوں کی نوک تک چبھی تھی۔
ایک ہی عشوہ و غمزہ سے تو نے مجھے تڑپایا ہے۔
ایک ہی جلوہ سے بیتاب کر دیا ہے۔
رات سے صبح تک اس کا یہی کام ہوتا۔

ہووے جیران، روّے زاروزاری — کہ حیران و پریشان ہوتی اور زاروقطار روتی!

فجر ویلے سُکاوے چا اکھیں نُوں — صبح کے وقت آنکھوں کو خشک کر لیتی

متاں ہووے خبر کائی کہیں نُوں — ایسا نہ ہو کہ کسی کو کوئی شبہ ہو جائے۔

لگی جو عشق والی چوٹ کاری — عشق کی ایسی کاری چوٹ لگی تھی۔

رہے اُس دل وچ ہمیشہ بے قراری — کہ اس کے دل میں بے قراری نے ہمیشہ کا گھر کر لیا تھا۔

جو ہے ہے یار کہڑے وار ملسی — ہائے، ولائے پکارتی کہ میرا دوست کس دن مجھ سے ملیگا؟

کداں میکوں میڈا دلدار ملسی — میرے دلدار کا وصال کب مجھے نصیب ہوگا؟

تمامی رات ڈِینہہ ایویں گذارے — تمام دن رات اسی طرح گذار رہی تھی۔

نہ رہندی ہک ذرّہ، ہر دم پکارے — ذرہ بھر بھی آرام نہ پاتی، ہر وقت آہ و بکا کرتی۔

دایہ کو زلیخا کی بے قراری کا پتہ لگنا اور اس سے پوچھ گچھ کرنا!

چلو عبدالحکیما! تا چلائیں — آیئے اے عبدالحکیم! چلیں۔

تے اُس دے عشق دی گل جا کرائیں — اور اس کے عشق کی بات چھیڑیں۔

جتھے شہ عشق دے کیتا گھمر گھیر — جہاں عشق کے بادشاہ نے تابڑ توڑ حملہ کیا ہو۔

نہیں ٹکدے اُتھاں تدبیر دے پیر — وہاں تدبیر کے پاؤں نہیں ٹک سکتے۔

جداں کیتا اُتھے اُس شاہ ڈیرا — جب اس بادشاہ نے وہاں ڈیرا ڈالا

برہوں دی فوج نے کیتا چوفیرا — تو برہ کی فوج نے گھیرا ڈال لیا۔

اِکھیوے ظاہر، ہووے باہر نہ ٹھہرے — ظاہر ہو ہو جائے، اندر روکے سے نہ رُکے

ڈیوے گھُر لاں تے مُوجاں وانگ لہرے — دریائی موجوں کی طرح لہرائے اور کنارے تک ٹکرائے

زلیخا عشق نوں بہتا چھپایا — زلیخا نے عشق کے راز کو بہت چھپایا۔

ولیکن مارموجاں باہر آیا — لیکن ٹھاٹھیں مارتا، اُچھلتا ہوا باہر ہو پڑا۔

کدے آہیں کھچے دھاڑیں پکارے — کبھی آہیں بھرتی، کبھی زور زور سے چیختی!

جو ڈیکھے اسماں نوں آہ مارے — بس آسماں کی طرف نظر اٹھاتی اور آہ نکل جاتی۔

ڈِلے دا راز جاں رو رو کے ہنبے
ہووے ظاہر تھیوے باہر نہ جھنبے
کھاوݨ پیوݨ بدوں اُس دے رکھیتس
ہمیشہ آپ نوں رنجور کیتس
ڈِٹھس لالہ حُسن دا باغ کولھوں
نہیں جمدا او خالی داغ کولھوں!
کنیزاں جاں ڈِٹھا بی بی نوں حیراں
ڈِٹھو نے حال بی بی دا پریشاں
سبب اس دا ولیکن نہ پچھاݨن
کرݨ والا پریشاں نہ سُنجاݨن
ڈِٹھو نے جد زلیخا دا اندیشہ
کیتا ہر ہک جُدا فکرے دا پیشہ
کہیا ہک "صورت اندر ہے سودائی
کسی دی نظر اِس نوں سانگ لائی"!
کہیا ہک: "جادو اندر ہے ایہو کم
میں کیا جاݨاں ایہ مَر؟ اللّٰہُ اَعلَم"
کہیا ہک: "میں کی جاݨاں راز گلزار
ولیکن دیو پری تھیں ہوئی بیمار"
کہیا ہک: "ایہ پچھاڑے عشق فوجاں
جو مارن اُس دے وَل ہر وقت موجاں
کسے وِچ خواب دے مکھڑا ڈکھایا
اُسے مکھڑے سبھو سکھڑا وکھایا"!

جب رو رو کر تھمتی، تو دل کا راز
ظاہر ہو جاتا، باہر نکل آتا۔ تحمّل ہی نہ کرتا!
محبوب کے بغیر کھانے پینے کو ترک کر چھوڑا تھا۔
ہمیشہ اپنے آپ کو رنجور کیے رکھتی۔
اُسے پتہ چلا کہ باغ میں کوئی بھی لالہ حسن۔
داغ کے بغیر وجود میں نہیں آتا۔
جب خادماؤں نے مالکہ کو حیران و غمگین دیکھا۔
اور اسے پریشان حالی میں مبتلا پایا۔
تو اس کا سبب کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔
اور نہ ہی کوئی اس پریشان کرنے والے کو پہچان پاتی۔
جب زلیخا کو اس قدر اندیشوں میں گھرا پایا
تو ہر ایک نے اپنے اپنے طور خیال دوڑائے۔
کسی نے کہا، "سودائی سی معلوم دیتی ہے۔
کسی نے اپنے تیز نگاہ سے اسے زخمی کیا ہے"۔
کسی نے کہا۔ "ایسا کام تو جادو کا نظر آتا ہے۔
میں یہ بھید کیا جانوں، اللہ ہی سب سے بہتر جانتا ہے"
کسی نے کہا۔ "یہ گلاب جیسے گالوں والی کا راز کیا سمجھوں
شاید یہ دیو یا پری کی وجہ سے بیمار پڑ گئی ہیں!"
کسی نے کہا۔ "عشق کی فوجوں نے اسے پچھاڑا ہے
جو ہر وقت اس کی طرف چڑھ چڑھ آتی ہیں۔
کسی نے خواب میں اسے شکل دکھائی ہے۔
اُسی حسین چہرے نے اس کا سارا سکھ برباد کر دیا ہے"۔

کرے ہک پئی کتابوں حجت تے جو
منتراں دے ہک ڈوجھی نوں گفت تے گو
نہ ہووے لیک گجھڑا راز ظاہر
کسے حیلے نہ ہووے راز باہر
اُنہاں سبھڑاں کنوں دائی بہوں طاق
جو آہی منتراں وچ چُست و چالاک
کہیا دائی جدّاں وَل رات آئی
جو اے بی بی! میرے اللہ وسائی!
میں ہاں ہر طور تینڈی خادمانڑیں
تینڈی خدمت دے وچ عمراں وِہانڑیں
میں ہاں دائی تینڈی اوہا وفادار
جو پلیئں وچ بغل مینڈی دے اے نزار!
جدّاں ڈِٹھا اوّل مکھڑا تُڈا
گلاباں نال دھویا جسم تینڈا
"زلیخا" میں رکھایا اِسم تینڈا
پلایا کھیر میں تینڈیاں لباں نوں
سکھائی گالھ میں تینڈی زباں نوں
کراں خدمت جدّاں پھر رات ہووے
کراں زینت جدّاں پربھات ہووے
ٹرن دے وقت ہوندا شاد تیں تھیں
سُمن دے ویلے بغل آباد تیں تھیں
ہاں ہر دم ڈھونڈی دی سکھڑا تُساڈا

کوئی کتابوں میں اس کا حل ڈھونڈھ رہی تھی۔
بہر حال آپس میں بھی گفتگو کی جا رہی تھی۔
لیکن یہ پوشیدہ راز ظاہر ہی نہیں ہو پاتا تھا
کسی حیلے سے بھی یہ راز نہیں کھلتا تھا۔
ان سب سے زیادہ سمجھدار دودھ پلانے والی دایہ تھی
جو منتر پھونکنے میں بھی ہوشیار و چالاک تھی۔
جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو دایہ نے کہا
کہ اے میری مالکہ! میرا خدا تجھے آباد و شاد رکھے!
میں ہر طرح سے تیری خادمہ ہوں
میں نے اپنی ساری عمر تمہاری خدمت میں گذاری ہے
میں تمہاری وہی وفادار دایہ ہی ہوں۔
اے نحیف و نزار مالکہ! تو میری ہی گود میں تو پلی ہے'
جب سے میں نے پہلے پہل تمہارا چہرہ دیکھا تھا،
گلاب کے پانی سے میں ہی تیرے بدن کو نہلاتی رہی ہوں!
تمہارا نام "زلیخا" بھی میں نے ہی رکھا تھا۔
میں ہی تمہارے لبوں کو دودھ پلاتی رہی۔
میں نے ہی تمہاری زباں کو بات کرنا سکھایا ہے۔
جب رات ہوتی تو تیری خدمت میں جت جاتی۔
صبح ہونے پر پھر تیری زیب و زینت میں لگ جاتی۔
تیرے چلتے وقت تجھ سے کندھا ملا چلتی۔
سوتے میں تیرا پہلو آباد کرتی۔
اسی وقت سے ہر دم تمہارے سُکھ کی تلاش میں ہی ہوں!

کیتی تو نڑے تساڈے قد بلندی
اجے ہاں میں اوہا باندی تے بندی
ہاں ہر ہک وقت ہر دم یار تیڈی
بہ ہر ہر کار خدمت گار تیڈی
توں ہر ہر وقت جو باہر سدھاویں
بہ لوواں میں ڈیے وچ وانگوں پچھاویں
جڈاں تیڈے بہن دا عزم ہووے
اساڈی جان خدمت تے کھڑووے
کیہا آیا قضیہ پیش تیکوں
تے کیں کیتا بی بی دلریش تیکوں
تیڈا منہ زرد تے پر درد بی بی!
ہویا کیں کیتیں ڈسیں، ایہ جلد بی بی!
جیکر ہووے پری منتر مریساں
پریشاں کر کے حاضر جا کریساں
تو نڑے ہووے فرشتہ پاک نوری
پکڑ کے میں اونوں آساں ضروری
جے ہووے آدمی، جلدی کریساں
ہووے بندہ اتھے حاضر انیساں
ڈٹھی بی بی جڈاں ایہ مہربانی
کہے سچ تے وگے اکھیں توں پانڑیں
جو ہے گمنام جیں مانڑیم فراقاں!
نہیں معلوم گھر اُس دا، کی آکھاں!

اگرچہ تمہارے قد نے بلندی اختیار کر لی ہے۔
لیکن میں اب بھی تمہاری وہی باندی اور خادم ہوں۔
میں ہر وقت ہر لحظہ تیری یار و مددگار ہوں،
کوئی بھی کام ہو میں تمہاری خدمت گار ہوں۔
تو جس جس وقت بھی باہر کو سدھارے۔
میں سائے کی طرح تمہارے پاؤں میں لوٹتی ہوں۔
جب بھی تم بیٹھ رہنے کا ارادہ کرتی ہو،
تو ہماری جان خدمتداری کیلئے آ کھڑی ہوتی ہے۔
تجھے یہ کیسا حادثہ پیش آیا ہے؟
اے مالکہ! تمہارے دل کو کس نے ٹھیس پہنچائی ہے؟
اے مالکہ! تیرا چہرہ زرد اور غمگین ہے۔
اے مالکہ! جلد بتایئے، کہ ایسا کیوں ہے؟
اگر کسی پری کا سایہ ہے، تو منتر پھونکوں گی۔
اسے گھیر گھار کر آپ کے پیش کر دوں گی۔
چاہے کوئی پاکیزہ نوری فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔
میں اسے ضرور ہی پکڑ کے لے آؤں گی۔
اگر کوئی انسان ہو گا تب تو دیر ہی نہ لگے گی،
اگر کوئی غلام ہے تو اسے بھی لا حاضر کروں گی۔
جب مالکہ نے یہ مہربانی ہوتی دیکھی۔
تو سچ بات کہنے لگی اور آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔
کہ مجھے جو فراق میں تڑپا رہا ہے وہ تو گمنام ہے!
کیا بتاؤں، مجھے تو اس کے گھر کا پتہ بھی نہیں!

اگّے اس دے ڈسائیس آپڑاں راز
ہوئی اس رازتوں دائی سرافراز
ہوئی حیران جاں قصہ پچھیوس
تے نہ معلوم دا چارہ نہ چاتس
اکھو یا رو! ایہو مشکل خیال ئے
جو نہ معلوم دا ڈھونڈھن محال اے
کتھوں لبھّے جو اول توں نہ جانڑے
اوّل آخر نہ اُس داناں پچھانڑے
دِل اس دے لوں پچھاتس دیر کر چند
وَلاوے نال گالھیں دے، کرے پند
کہیا اوّل ایہ شیطاناں دا ہے کار
جو ہر دم مکر دا شیطان ہے یار
زلیخا نے کہیا شیطان ناہیں
نہیں قدرت پلیتاں نوں اتھاہیں
ڈُجھی واری کہیا دائی سیانڑیں
جو اوہے خواب کوڑا رہت جانڑیں
کہیا بی بی۔ جو ہوندا خواب کوڑا،
پچیاں توں کچھ کرے بیتاب کوڑا؟
کہیا دائی، توں اے بی بی سیانڑیں
نہ کر دِل آپڑاں ہرگز رنجانڑیں
کہیا بی بی، جو ہوندا وس ایہ میڈے
کر بندی نہ دائی ہیں نال جھیڑے

مالکہ نے اُس کے آگے اپنا راز اُگل دیا،
یوں دایہ اس راز سے نوازی گئی۔
جب حالات کا پتہ چلا تو وہ حیران رہ گئی۔
مگر نہ معلوم شخص کیلئے کوئی جتن نہ سمجھ سکی،
دوستو! تم ہی کہو کیا یہ ایک مشکل امر نہیں؟
کیونکہ نہ معلوم شخص کا ڈھونڈھنا تو محال ہی ہے!
اُسے کہاں سے ڈھونڈھے جس کی شروع سے پہچان ہی نہ ہو!
یا اوّل و آخر جس کے نام کا پتہ ہی نہ چلے،
کچھ دیر کے بعد وہ اس کے دل کو بھانپ گئی۔
اُسے باتوں سے بہلانے لگی، نصیحتیں کرنے لگی۔
کہا کہ پہلے تو یہ شیطان کی شرارت
کیونکہ ہر وقت شیطان کی مکر سے یاری ہے!
زلیخا نے کہا۔ وہ شیطان تو نہیں ہے۔
"یہاں پلید لوگوں کو آنے کی جرأت کہاں؟"
اس پر سیانی دایہ نے دوبارہ کہا۔
پھر سچ سمجھے کہ یہ ایک جھوٹا خواب ہے"
مالکہ نے کہا"، کہ اگر یہ خواب جھوٹا ہے!
تو سمجھ بوجھ والے انسان کو جھوٹا خواب کیسے بیتاب کر سکتا ہے؟
دایہ نے کہا، کہ" اے سیانی مالکہ!
تو ہرگز اپنے دل کو مغموم و محزوں نہ کر!"
مالکہ نے کہا۔ اگر یہ میرے بس میں ہوتا۔
تو اے دایہ! تجھے میرے ساتھ جھگڑنے کی نوبت ہی نہ آتی

محبت ہے کبک رفتار دی بس !
مجھے تو اُس کبک رفتار سے محبت ہے !

جو آہی چندر صورت یار دی بس !
وہ تو بس چاند کی شکل وصورت والا تھا !

ایویں بیٹھا ہیں نقوں اِنہ نقش دِل تے
میرے دل پر اُس کا نقش ایسے بیٹھا ہے .

جویں محکم ہووے پتھر تے سِل تے
جیسے کسی پتھر یا اینٹ پر ثبت ہو !

توڑے وایئں وگن، تے پاݨیاں آ دِن
چاہے جھکڑ چلیں، چاہے پانی اُس پر سے بہے ،

پتھر توں نقش نہ ہرگز دِ نجاوِن
ایسا نقش پتھر پر سے ہرگز نہ مٹا سکیں .

جڈاں دائی ڈِٹھا ہے نقش محکم
جب دایہ نے دیکھا کہ اس کا عشق محکم ہے .

نصیحت آکھݨ تھیں چاتے قدم
تو نصیحت کرنے کے اقدام کرنے لگی !

کیتا طیموس نوں آگاہ دائی
دایہ نے طیموس بادشاہ کو آگاہ کر دیا .

جو بی بی تے کہی آفات آئی !
کہ مالکہ پر کیسی مصیبت آ ٹوٹی ہے !

جڈاں طیموس نے قصہ پچھا تا
جب طیموس کو حقیقت حال کا پتہ چلا ،

جواب آکھݨ ڈ کنوں ہو یا چپاتا !
تو کوئی جواب دینے کی بجائے خاموش ہو رہا

جو کو محبوب دی صورت چھنڑے
اگر کوئی محبوب کی شکل ہر وقت سامنے رکھے .

تمامی کار عالم دے وِسارے
تو پھر دنیا کے سب معاملات اسے بسر جاتے ہیں !

نہیں رہندا اُسے توں آپڑاں ہوش
اُسے تو اپنا ہوش تک نہیں رہتا ،

کرے اپڑیں سلامت دی فراموش
اپنی صحت و سلامتی تک کو بھلا دیتا ہے !

تے ہس وِچ شعلہ نوری جو آوے
اگر اس کے اندر ایک نوری شعلہ ہی سما جائے

صبر توں، ہوش توں وِی دُور جاوے
تو پھر صبر و ہوش ایسے لوگوں سے دُور نکل جاتا ہے !

کرد ہر چند تا اس نوں ملامت !
اسے کتنی کچھ ملامت ہی کیوں نہ کی جائے .

زیادہ عشق دی ہووے مدامت
اس سے عشق اور بھی پختہ ہوتا ہے .

زلیخا کا دوسری مرتبہ خواب میں یوسف کا جمال پُر جلال دیکھنا

چل اے عبد الحکیما ! تاں چلائیں
آئیے اے عبد الحکیم ! چلیں

تے ڈوجھے خواب دی تعریف الائیں
اور دوسرے خواب کی تعریف بیان کریں .

زلیخا نال سارا سال ایہ حال !
برہوں دی بھاہ نے اس نوں کیتا گال
پچھے ہک رات بی بی بیٹھی کیا ہئی
زلیخا کان غم دی رات آ ہی !
کہے اے آسماں کیا جیہا کیتو !
جو میڈا سرخ منہ چا پیلا کیتو !
رہی اس وس سدا ایہ ذات میڈی
نہیں بجھدا جو کوئی وات میڈی
گھدس دل کھس، ڈکھاتے لکھ گئیس
کراں میں کیا؟ نہیں چلدا میڈا اوس
چلے جے وس، کراں میں بند اس نوں
بہاں نیڑے، کراں خورسند اس نوں
بہاں نیڑے، کراں جھگڑے تے جھیڑے
جو رب آنے میڈا دلدار نیڑے !
بہلاواں کول، آکھاں بول اے ڈھول !
ہکے بولن اتوں عالم گھتاں گھول
میں ہاں بے کس، نہیں دل وس اے سائیں !
اوں ہک وار آ مکھڑا ڈکھائیں
ول اوں ہک رات رو رو کے گذاری
کرے دلبر کنوں فریاد وزاری !
جو اچن چیت آیا خواب اس نوں
کیتا بے ہوش تے بیتاب اس نوں

زلیخا کے ساتھ سارا سال یہی کچھ ہوتا رہا۔
برہ کی آگ نے اسے برباد کر رکھا تھا۔
پھر کسی ایک رات مالکہ یہی جاگتی بیٹھی تھی۔
گویا یہ رات زلیخا کے لئے غم و آلام کی رات تھی۔
وہ کہنے لگی، اے آسمان! تو نے یہ کیا کیا؟
کہ میرے صحتمند سرخ چہرے کو پیلا زرد کر دیا۔
میری یہ ہستی سدا اس کی مٹھی میں ہی رہی۔
پھر بھی کبھی اس نے میری بات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا
دل بھی چھین لیا، اور جلوہ دکھا کے غائب بھی ہو گیا
میں کیا کر سکتی ہوں؟ میرا تو کوئی بس ہی نہیں چلتا!
اگر میرا بس چلے تو اسے اپنا پابند کر لوں۔
پھر اس کے پہلو میں بیٹھ کر اسے راضی کر دوں۔
قریب بیٹھ کے اسے اپنے ناز و انداز دکھاؤں۔
خدا کرے کہ میرا دلدار میرے پاس آ ہی جائے۔
اسے پہلو میں بٹھا کر کہوں، کہ اے محبوب تجھ سے باتیں کروں،
اس کے محض بولنے پر ہی سارا عالم نچھاور کر دوں!
میں بیکس ہوں، دل پر اختیار نہیں، پھر نہ چلے جائیے!
اے میرے محبوب، آ بھی جائیے، جلوہ دکھائیے!
پھر اس نے ایک رات رو رو کر گذاری۔
اور اپنے محبوب سے فریاد و زاری کرتی رہی۔
اچانک اسے نیند آ گئی۔
جس سے وہ بیہوش و بے تاب ہو گئی۔

اچنڈ بی بی نہ ہا آرام کیتا
جو دلبر توں وصال جام پیتا!
ہئی اُس رات وِچ اُس یار دی تانگ
لگائی جس ازل دی رات دی سانگ
کھڑی ہوئی جڈاں کیتس نظارہ
ڈھٹی پیراں اُتے آکر کے نعرہ
کرے زاری نمانڑیں یار تائیں
کہے نالے عرض دلدار تائیں
جو تینوں قسم رب دی ماہ سوہنڑاں!
تساڈا قد بنڑایا خوب جس نے
گھڑے جو لب تیڈے محبوب جس نے!
تے جس کیتا تساڈا چہرہ روشن
بدن تیڈا مہکدا وانگ گلشن!
کمند اس زلف تیڈی نوں بنڑایا
وِچ اس دے جسم تیڈے نوں پھسایا
کمر تیڈی میندوں بیتاب کیتا!
منوّر مُنہ تیڈے بے خواب کیتا!
توں ہیں دھاڑی وڈا کوئی دلاں دے!
جو پچھدا وی نہیں مولا تساں دا
ڈسا دلدار میندوں چا ٹکانڑاں
بھلا توں کون ہیں؟ میڈی پچھانڑ
کہیا اُس نے میں ہاں آدم دا فرزند!

ابھی ملکہ نے اچھی طرح نیند ہی نہیں کی تھی۔
کہ محبوب کے ہاتھوں جامِ وصال نوش کیا۔
اس رات اسے اپنے اُس محبوب سے رابطہ تھا۔
جس نے ازل کی رات سے نیزہ چبھو رکھا تھا۔
جب اس نے محبوب کا نظارہ کیا تو کھڑی ہو گئی
اور نعرہ مار کر اس کے پیروں پر آگری،
بے چاری محبوب کی خدمت میں آہ و زاری کرتی۔
اور ساتھ ہی یہ عرض بھی کرتی جاتی تھی،
کہ اے میرے چاند! تمہیں اپنے رب کی قسم!
جس نے تمہارا قد و قامت خوب بنایا ہے
جس نے تیرے پیارے پیارے لب گھڑے ہیں۔
اور جس نے تمہارے چہرے کو روشن و منوّر کیا ہے۔
اور تیرے بدن کو گلشن کی طرح مہکایا ہے
اس نے تیری زلف کو کمند سا بنایا ہے۔
اور اس میں میرے جسم کو اٹکا دیا ہے۔
تیری پتلی کمر نے مجھے مضطرب کر رکھا ہے۔
تیرے روشن چہرہ نے میری نیند اچاٹ کر دی ہے
تو تو دلوں کو لوٹنے والا کوئی بڑا ڈاکو ہے۔
کہ تم سے خدا تعالیٰ بھی باز پرس نہیں کرتا۔
اے محبوب! مجھے اپنا ٹھکانہ بتا دیجئے!
بھلا تو کون ہے؟ مجھے کچھ تو پتہ ہو!
اُس نے جواب دیا، میں تو آدم علیہ السلام کی اولاد ہوں،

ہے یوسف نام، یعقوبے دا دلبند!
جے ساڈڑے عشق دا دعویٰ کیتوئی
جے ہے اس دعوے اندر رہت گوئی
اساں جے دل تساڈڑا موہ لیتا!
تساں وی دل اساڈڑا کھوہ لیتا!
زلیخا جاں ڈٹھی ایہ مہربانڑیں
ڈکھی واری ہوئی مضطر نمانڑیں
آیا جاں ہوش وَل اوہ یاد آیا
تمامی سال اُس روندیں لنگھایا
مکھ آویس یاد اُس دلدار والا
جو گویا گل آہا، گلزار والا
کڈھے آہیں کرے دھائیں فراقوں
کباب دل کنوں سینہ حراقوں
چولی نوں پاڑ کے کیتے سو سیراں
ہجر اُس دے کنوں خاطر ہے میراں
زُلف جھٹ جھٹ پٹے پٹ ہجر توں
کمر نازک جھکی ایجے صبر تھوں
برہوں دی بھاہ اندر ایویں بھڑکے
جیویں اسمان اندر بجلی کڑکے
غلاماں نے بہوں حیلہ اٹھایا
ولیکن کارگر کوئی نہ آیا
غلاماں جے اٹھایا پکڑ باہوں

میرا نام یوسف ہے، میں یعقوب کا بیٹا ہوں
اگر تو نے میرے عشق کا دعویٰ کیا ہے۔
اور اپنے اس دعوے میں سچی بھی ہے۔
کہ ہم نے تمہارا دل موہ لیا ہے۔
تو تم نے بھی ہمارا دل چھین رکھا ہے!
جب زلیخا نے اس قدر تلطف دیکھا۔
تو دوبارہ مضطرب و مغموم ہو گئی۔
جب بھی ہوش میں آئی تو وہ پھر یاد آ جاتا۔
سارا سال اسی طرح اس نے روتے دھوتے گذارا
اس کو اپنے محبوب کا چہرہ یاد آتا۔
جو گویا ایک پھول تھا، پھول جیسے گالوں والا!
فراق میں آہیں کھینچتی دھاڑیں مار کر روتی۔
کباب جیسے بھنے ہوئے دل سے سینہ پھنک رہا تھا
اس نے چولی کو پھاڑ کر اس کی دھجیاں اڑائیں
اس کے ہجر میں طبیعت سوختہ و پژمردہ ہے
ہاہجر میں لمحہ بہ لمحہ اپنی زُلفیں نوچے۔
ایسے صبر و تحمل کے بوجھ سے نازک کمر بھی جھک گئی
برہ کی آگ اس کے اندر ایسے بھڑکتی تھی
گویا آسمان پر بجلی سی کڑکتی ہو۔
کنیزوں اور خادموں نے بہت جتن کئے۔
لیکن کوئی جتن بھی کارگر نہ ہو سکا۔
اگر خادماؤں نے بازو سے پکڑ کر اٹھا بھی کھڑا کیا

بھجے اٹھ باغ نوں، بیمار وانگوں
ہو یا طیموس اِس گالھوں خبردار
دوا ڈھونڈھی کنوں اغیار تے یار
جڈاں طیموس نے تدبیر پائی
چنگی زنجیر توں کائی نہ آہی
کیتس پیراں دے وچ زنجیر زر دا
جو اس دے سر آہا مہرہ گہر دا
جڈاں پیراں دے وچ سُتی زریں مار
وہن باجھوں کہے، رنجوں گرفتار!
لگا کے تیر پُر تاثیر دلدار!
رگیا ایویں جیویں بدلی دا اشکار!
جُلن دے وقت نہیں فرصت اُو ڈیندا
مینوں رج کے نہیں مکھڑا او ڈکھیندا
گھتاں زنجیر پیراں یار دے نوں
ڈیکھاں ہر گاہ مکھ دیدار دے نوں
کراں اُس بند جے میڈا چلے وس
بہاں نیڑے کراں خورسند میں ہس
رکھاں کیوں قید اُس نازک بدن نوں
جو آوے بھار اُس سیں ذقن نوں
انہاں گالھیں کنوں بیہوش ہووے
ہجر دی بھاہ توں پُرجوش ہووے

تو اُٹھ کر بیماروں کی طرح باغ کی جانب بھاگتی،
جب طیموس کو اِس بات کا پتہ چلا۔
تو اس نے یار و اغیار سے اسکی دوا پوچھی
جب طیموس نے ساری تدبیریں سوچیں
تو پابہ زنجیر کر دینے سے بہتر کوئی نظر نہ آئی
اس نے اُس کے پاؤں میں سونے کی زنجیر ڈال دی
یہ اس لئے کہ اُس شہزادی کے سر پر گوہر کا مہرہ لگا تھا
جب پاؤں میں سنہری زنجیر ڈالے ہوئے سوئی
تو رنج و غم میں گرفتار ہو کر منہ سے کہتی تھی
میرا محبوب! دل پر ایک کاری تیر چلا کر۔
ایسے گم ہو گیا ہے جیسے بادلوں میں بجلی کی چمک!
جاتے وقت ذرا بھی توقف نہیں کرتا۔
کہ میں سیر ہو کر اس کا مکھڑا ہی دیکھ سکوں۔
میں ایسی زنجیر تو اپنے محبوب کے پاؤں میں ڈالتی
تا کہ ہر وقت اپنے محبوب کا جلوہ دیکھ سکوں
اگر میرا بس چلے تو میں تو اُسے قید کر لوں۔
تا کہ پہلو میں بیٹھے ہوئے اپنی مسکراہٹ سے اسے خوش کر سکوں
میں اس نازک بدن کو کیونکر قید میں رکھوں؟
اس تکلیف سے تو اس کے سبب ذقن پر بوجھ پڑے گا!
ایسی ایسی باتیں سوچ کر وہ بیہوش ہو جاتی!
ہجر کی آگ میں جل بھن جاتی!

زلیخا کا تیسری بار خواب میں یوسف علیہ السلام کو دیکھنا

چلو عبدالحکیما! تا چلا ہیں
آیئے اے عبدالحکیم! چلیں۔

تریجھے خواب دی گذری اکھائیں
اور تیسری بار کے خواب کی داستان سنائیں

ڈسا اے عشق توں کیہڑی بلا ہیں!
اے عشق! بتا کہ تو کیسی مصیبت ہے

جو توں شہزادیاں تائیں پھاہیں!
کہ شہزادیوں تک کو پھنسا لیتا ہے

کریں فرزانگی دا ناکھوں دور
تو عقلمند سے عقلمندی چھین لیتا ہے

تے ناداناں کریں دیوانہ رنجور
اور نادانوں کو دیوانہ و رنجور کر دیتا ہے

بی بی ہک روز جو دلگیر آہی
ایک دن مالکہ بہت اوداس تھی۔

ہجر سبیوں زبر تے زیر آہی
ہجر کے سبب سے بیتاب و مضطرب تھی۔

پیالے درد والی زرد کیتس
درد عشق کی شراب نے اسے پیلا کر دیا تھا

زلف پر خاک تے پر گرد کیتس
اپنی زلفوں کو اس نے مٹی اور گرد سے اَٹ لیا تھا

ہوئی غمناک دل توں غصہ پرداز
اپنے غمگین دل سے غصہ کی بھڑاس نکالی۔

تے کیتس یار نال ایہ قصہ آغاز
اور اپنے محبوب سے اس طرح بات کا آغاز کیا

جو اے دلبر! میکوں کیتو گرفتار!
کہ اے دلبر! تو نے مجھے اپنے بس میں کر رکھا ہے

زلف دی تار وچ پوتو میڈے یار!
اے محبوب! تو نے مجھے زلف کی تاروں میں پرو لیا ہے

میں ہم آزاد توں پابند کیتو
میں آزاد تھی تو نے مجھے قید کر لیا ہے

کیتو پابند، نا خورسند کیتو
مجھے پابند ہی نہیں کیا بلکہ غمگیں بنا دیا ہے'

کیتو غمناک اے چالاک دبیباک
اے چالاک و بیباک شخص! تو نے مجھے غمگیں کیا ہے

ہویا اس دکھو کوں سینہ تھیو چاک
اس درد محبت سے میرا سینہ صد چاک ہو گیا ہے۔

ڈتوئی غم تے غمخواری نہ کیتو
تو نے مجھے غم تو دیا لیکن میری غمخواری نہیں کی

گھدوئی دل نے دلداری نہ کیتو
تو نے میرا دل تو لے لیا لیکن میری دلداری نہیں کی

کہے مادر کہ ہے ہے بھرم جاندا
ماں کہتی ہے کہ وائے افسوس ہماری عزت میں بٹہ لگے ہے

ہیو لوُں اِس سخن بھتیں شرم آندا
کنیزاں دِی چلایئں در کنوں دُور
نہ ہووے کواں اساڈے وانگ بجُور
لگایاں عشق تیڈے نے چماٹاں
ہاہجر دی بھاہ توں سینہ پھراٹاں
جے تیڈا نام میں جانڑاں کراں وِرد
مکان تیڈا جیکر جانڑاں پھراں گرد
نہیں کہندی جو رکھ میں نوں پیارا
خُدا دے واسطے ڈے ہک نظارہ
یوسف وِچ خواب دے گھوڑا چلایا
وِچے میدان اکھیں غم دے آیا
آیا وِچ خواب دے اوہ یار جانی
جیسے لائی بِرہ دی رات کانی
لیئس دامن اسی دا کر کے فریاد
جو اے دلبر! نہ کریں نال بیداد
نہ کرمانڑاں ڈسا میں نوں ٹکانڑاں
ڈیوایا کی، اِنھاں واقف کراناں
کہیا دِلدار اے بیمار میڈا!
شتابی ہو ولیساں غمخوار تیڈا!
سُنڑو تاں میں ڈساں تیکوں ٹکانڑاں
عزیز ہاں میں مصر دا ہے ایہ باٹھاں!
زلیخا نے جڈاں ایہ راز پایا

باپ کو اس معاملے میں کوئی بات کرتے شرم آتی ہے
خادمائیں بھی دروازے کے باہر سے پکاریں
خدا کرے کہ کسی کو ہماری طرح کا روگ نہ لگے۔
تیرے عشق نے وہ وہ گھاؤ لگائے ہیں۔
کہ ہجر کی آگ سے سینہ تک پھٹ گیا ہے
اگر میں تیرا نام جان لوں تو اس کا وِرد کرتی پھروں۔
اگر تیرے مکان کا پتہ چلے تو اس کے چکر کاٹوں۔
یہ نہیں کہتی کہ مجھے دل وجان سے پیار رکھیے
خدا کے واسطے بس ایک بار دیدار کرا دے۔
اس محبوب نے اس خواب میں گھوڑا دوڑایا۔
اور غمگین آنکھوں کے میدان میں آ نکلا
وہ جانِ جاناں خواب میں نمودار ہوا۔
جس نے پچھلے سال ایک رات تاک کے تیر چلایا تھا
فریاد و زاری کر کے اس کا دامن تھام لیا۔
کہ اے دلبر! تو میرے ساتھ ظلم وستم نہ کر۔
گھمنڈ کو چھوڑ، مجھے اپنا ٹھکانہ بتا
مجھے بے عزتی سے بچا اِنہیں اپنے نام سے واقف کرا۔
محبوب نے جواب دیا کہ اے میرے روگی!
جلد ہی تیرا غمخوار بن جاؤں گا،
ذرا سنیئے، میں اپنا ٹھکانہ بتائے دیتا ہوں
میں عزیز (وزیر) ہوں اور مصر کے رہنے والا ہوں
جب زلیخا کو یہ باتیں معلوم ہوئیں۔

خُوشی ہوئی تے دائی نوں بلایا
جدّاں آکے سُنتری ایہ گالھ دائی
حقیقت کھول کے شہ نوں سُنائی
جو نتا در نے کتے غم دور اُس دے!
کرو زنجیر ہٹ تاں دُور اُس دا!
ایا طیموس، ہویا دُور زنجیر
زلیخا نوں ڈٹھس خنداں تے دلگیر
جدّاں اس قید توں آزاد ہوئی
ڈٹھس دلدار نے دلشاد ہوئی

تو اسے بہت خوشی ہوئی اور دایہ کو بلایا۔
جب دایہ نے آکر یہ بات سنی
تو معاملہ کی حقیقت بادشاہ تک کو جا سنائی۔
کہ قادر مطلق نے اس کے غم دُور کر دیئے ہیں
اب تو اسے زنجیر سے آزاد کر دیجیے۔
طیموس زلیخا کے پاس آیا اس کی زنجیر ہٹا دی
مگر زلیخا کو بیک وقت خوش و غمگین دیکھ
جب وہ اس قید و بند سے آزاد ہوئی۔
اور اپنے محبوب کو دیکھ پائی تو دل کو خوشی نصیب ہوئی۔

زلیخا کا رشتہ مانگنے کیلئے مختلف شہروں سے وکیلوں کا آنا

چلو عبدالحکیما! نا چلائیں
سراسر عشق والی گل سُنائیں
تو ڑے بی بی دی ساری جان گالی
سنارے عشق دے پاکے کٹھالی
اہا لیکن اُسے دا حُسن مشہور
کیتا ہر شہ نوں اس دے حسن رنجور
پچھے اس دے وکیل آون تے جاون
سوا اُس دے نہ مول آرام پاون
ہر اک آکھے زر و گوہر خزانہ
جو رکھدا میڈا شاہ ہے جاودانہ
جسے نا ئیں کرن صاحب سرفراز

آیئے اے عبدالحکیم! چلیں اور
عشق کا بھرپور ماجرا بیان کریں
اگرچہ مالکہ کی ساری جان ایسی گل سڑ چکی تھی۔
جیسے کسی عشق کے سنار نے اُسے کٹھالی میں ڈال کر پگھلایا ہو
پھر بھی اس کے حُسن کا شہرہ تھا
ہر بادشاہ کو اُس کے حُسن نے مبتلائے غم کر رکھا تھا
اس کے بعد تو وکیلوں نے تانتا سا باندھ دیا۔
اس دُھن کے سوا انہیں آرام ہی نہیں ملتا تھا۔
ہر ایک وکیل کہتا کہ میرا بادشاہ زر و گوہر کا۔
ایک جاودانی خزانہ رکھتا ہے!
جسے بھی حضور والا! سرفراز کریں۔

سولی آوے شتابی کر کے پرواز
زلیخا اس گلوں آگاہ ہوئی
فکر در دل، ڈیکھاں مصر دا کوئی
اسی اندیش وچ بابل سڈا اوے
زلیخا نال جلدی دے سدھاوے
کہیا طیموس اے فرزند میری!
اکھیں دا نور اے دلبند میڈی!
تمامی شاہ عالی شان والے
جو ہر ہک شاہ توں شاہ ہے کملے
سو ہر ہک آرزو مندے تساڈا
نے ہر ہک دل کنوں بندے تساڈا
کہے طیموس نے شاہاں دے پیغام
ولیکن مصریاں دا نہ لیوس نام
زلیخا تے ہوئی نازل قیامت
قیامت توں کوئی رہندے سلامت؟
کھڑی ہوئی جڈاں نومید ہوئی
جڈاں مصریاں کنوں آیا نہ کوئی
بھرے آہیں کڈھے دھاڑیں پٹے وال
کیویں میں نوں ملے دلبر کہیں حال
تے رکھے آسماں دے نال جھیڑا!
جو کیا کیتو نمانڑیں نال بھیڑا!
میں کیا کیتا گنہ اسمان تیڈا

تو وہ جلدی سے پرواز کر کے حاضر ہو جائے گا۔
زلیخا بھی اس معاملے سے آگاہ ہوئی۔
تو دل میں یہ دھن سمائی کہ کوئی مصر کا مل جائے۔
انھیں تفکرات میں تھی کہ باپ نے اُسے بلایا
زلیخا جلدی سے روانہ ہو پڑی۔
طیموس نے کہا کہ اے میری بیٹی!
تو میری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے!
تمام عالیشان بادشاہوں میں سے
کہ ایک سے ایک بڑھ کر شان و شوکت رکھتا ہے!
ہر ایک تمہاری خواہش رکھتا ہے۔
اور دل و جان سے تمہارا گرفتارِ محبت ہے!
یوں طیموس نے بادشاہوں کے پیغامات کی بات کی،
لیکن مصریوں کا نام تک نہ لیا
زلیخا پر تو قیامت ٹوٹ پڑی
بھلا قیامت ٹوٹنے پر کوئی سلامت بھی رہا ہے؟
جب ناامید ہو گئی کہ مصریوں کی طرف سے
کوئی نہیں آیا۔ تو اُٹھ کھڑی ہوئی۔
کبھی آہیں بھرے، کبھی دھاڑیں مارے، بال نوچے
کہ کسی طور مجھے میرا دلبر مل سکے۔
آسماں سے جھگڑا کر رکھا۔
کہ اے ستم شعار مجھ ناچار کے ساتھ یہ کیا کیا ہے؟
اے آسمان! میں نے تیرا کیا گناہ کیا ہے؟

جو تینوں ہے نہیں ارمان میڈا
سہا یوس میڈے تے بھار اتنے
ہیہو سر آ پڑیں تے بھار جتنے!
ڈسا مینوں میڈے سوہنڑاں فراق ایہ؟
جو سر جن ہاردا ہے اتفاق ایہ ؟
ہوئی عاجز کرے فریاد زاری
جو سر آہے برہوں دے بھار بھاری
جتھے تائیں کھڑدو تا روز آہا
سرا سر کار جس دا سوز آہا
ڈٹھی طیموس جو ایہ بے قراری!
سرا سر مصریاں دی انتظاری!
شتابی کر وکیلاں نوں بلا کے
سر دپا خوب انھاں نوں ڈے ڈوا کے
تے فرمایس دیخو اپڑیں ایہ گھر بار
اساڈا مصریاں دے نال ہے کار!
جڈاں طیموس گھر دائیں سدھایا
وکالت کان ہک دانا سڈایا
جو آہا ہر ہنر وچ چست وچالاک
اگے شاہاں دے بولے ہو کے بیباک
گھدا پیغام تے دانا سدھایا
عزیز مصر دے نوں جا سنڑایا
جو فرمائے اساڈے شاہ طیموس

کہ تجھے میرے حال پر کوئی تاسف نہیں!
تو نے میرے سر پر اتنے بوجھ ڈال دیئے ہیں
کہ جتنے خود اپنے سر پر لاد رکھے ہیں!
اے حسین محبوب! مجھے بتایئے کہ یہ فراق کیوں ہے؟
کیا یہ پروردگار کی طرف سے کوئی اتفاقی بات ہے؟
عاجز ہو کر فریاد و زاری کرنے لگی۔
کیونکہ اس کے سر پر برہ کا بھاری بوجھ آ پڑا تھا
جتنی بھی دیر تک دن باقی رہتا!
اس کا کام بس آہ و سوز کرنا ہوتا!
جب طیموس نے اس کی یہ بے قراری دیکھی
کہ اسے تو بس مصریوں کا ہی انتظار ہے۔
تو جلدی سے وکیلوں کو اپنے پاس بلایا۔
اور انہیں خوبصورت اور قیمتی خلعتیں دے دلا کر
کہا کہ آپ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔
کیونکہ ہمارا معاملہ مصریوں سے وابستہ ہے!
جب طیموس گھر میں آیا۔
تو ایک عقلمند آدمی کو وکالت کیلئے طلب کیا
جو ہر معاملے میں چست و چالاک تھا
اور بادشاہوں سے بے دھڑک بات کر سکتا تھا
پیغام لے کر وہ عقلمند چل پڑا۔
اور مصر کے وزیر کو جا پہنچایا۔
کہا کہ ہمارے بادشاہ طیموس نے فرمایا ہے

بجے داہے سلامی روم تے روس،
جو ہے ہک گھر اساڈے ماہ روشن
جو اِس نخوں میڈا ہے گھر بار گلشن،
کیا ہو سی ماہ بھل او آفتبے
ہے اس نخوں آفتاب اندر حجابے
پری دی کوئی اُس گل گل نہ بھاوے
پری دی گل وچے تے گل نہ آوے
جے ڈیکھے حور اس دے نورتائیں
رہے مجنوں تے مفتوں ہوا اُتھائیں
توڑے ہن شہ سبھے مفتون اس دے
سراسر فارغ و مجنون اُس دے
توڑے ہے پاک دامن بردے اندر
ولیکن ہے اسے دا حکم اشہر
نہیں لیکن کسی دی تانگ اس نوں
عزیز مصر لائی سانگ اُس نوں
کیتا شہ روم دا محروم اُس نے
اتے شہ شام دا لاشوم اُس نے

(جسے روم اور روس والے سلام کرتے ہیں)
کہ ہمارے گھر میں ایک چمکتا چاند ہے۔
جس کے دم قدم سے میرا گھر گلشن بنا ہوا ہے۔
چاند کیا بلکہ وہ تو آفتاب ہے۔
بلکہ آفتاب بھی خود اس سے حجاب کرتا ہے۔
اس پھولوں کی سی گالوں والی کو پری کی باتیں تک اچھی نہیں لگتیں،
خود پری کتنا کچھ زور لگائے اس کے آگے بات نہیں کر سکتی
اگر کوئی حور بھی اس کے نورانی چہرے کو دیکھ پائے
تو وہیں مجنون و مفتون بن کر رہ جائے۔
اگرچہ سارے بادشاہ اس کے والہ و شیدا ہیں
اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس کے دیوانہ ہیں،
اگرچہ وہ پاک دامن پردے میں ہی رہتی ہے۔
لیکن ہر جگہ اسی کا حکم ہی چلتا ہے۔
لیکن اسے کسی کی تمنا نہیں ہے۔
اُسے بس مصر کے عزیز کا گھاؤ کھائے ہوئے ہے
اس نے شاہ روم تک کو ٹھکرا دیا ہے۔
اور شام کے بادشاہ کو بھی بے نصیب ٹھہرایا ہے۔

مصر کے عزیز (وزیر) کا خوش ہونا اور زلیخا کے باپ کے پاس تحائف بھجوانا

چلو عبدالحکیما! تا چلائیں
مصر دے شہر دیاں گالھیں کرائیں
عزیزے جاں سُنڑی ایہ گالھ اُس نخوں

آئیے اے عبدالحکیم! چلیں اور
مصر کے شہر کی باتیں کریں۔
عزیز نے جب اس دانا سے یہ پیغام سنا۔

ہویا خوش ونت نے خوشحال اُس تھوں
تے آکھے مرحبا! میں اوّل آں داں
نہ نال اُس شاہ کولوں ڈنڈ پاداں
ولیکن ہے نہیں مینوں فراغت
جو ہے صاحب میڈا صاحب دباغت
جے کر یک دم شہ توں دُور رہواں
قہر دی تیغ توں رنجور ہوواں
بے فرماؤ کرواں میں حق گذاری
کراں حاضر ودّی زرّیں عماری
خزانے تے تحائف تے بہوں مال
کنیزاں تے غلاماں توں ڈیواں نال
کہیا دانا نہ کر صاحب شماراں
ہے ہیں اُتھے کئی لکھاں ہزاراں
او صاحب تاج دا ہے شاہ طیموس
سلامی اس دا ہوندے روم تے روس
عزیزے نے کہیا اے نیک فرجام!
توں خدمت شاہ دے لے جا ایہ پیغام!
جدّاں دانا ڈٹھا مطلوب ہویا
تے مطلب مُدّعا، کم خوب ہویا
چلیا گھر دی طرف خوش حال ہو کے
جو وچ ڈیرے خوشی دے نال ہو کے
وَل آ اے قاصدا! گھر آشتابی!

تو وہ بہت خورسند و خوشحال ہوا۔
اور کہا کہ زہے قسمت! میں سب سے پہلے حاضر ہوں،
نہیں تو اُس شاہ سے سزا پاؤں!
مگر افسوس! مجھے فراغت نہیں ہے۔
کیونکہ میرا مالک بڑے دبدبے والا ہے۔
اگر میں ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے آقا سے دور ہو جاؤں
تو اس کے قہر کی تلوار کی زد میں آجاتا ہوں!
اگر کہیں تو میں حقِ خدمت ادا کر دوں،
اور اپنی بڑی زرّیں عماری پیش کر دوں
خزانے، تحفے، اور بہت سا مال و زر۔
کنیزیں اور غلام بھی ان کے ساتھ کر دوں۔
دانا نے کہا کہ ان چیزوں کے گنوانے کی ضرورت نہیں،
وہاں اُس کے ہاں تو ایسی لاکھوں ہزاروں موجود ہیں!
وہ شاہ طیموس تاج و تخت کا مالک ہے۔
روم اور روس کے بادشاہ اس کے سلام کو آتے ہیں
عزیز نے کہا کہ اے نیک بندے!
تو اپنے بادشاہ کے پاس میرا پیغام لے جا،
جب دانا نے دیکھا کہ مراد پوری ہوئی سو ہوئی۔
اور مدّعا و مطلب کی بات پکّی ہو گئی ہے۔
تو گھر کی طرف خوش خوش چل پڑا۔
تاکہ وہاں جا کر خوشی کا اعلان کرے!
اے قاصد! جلدی سے گھر کو واپس آجا!

زلیخا تے ہوئی غالب بے تابی!	کیونکہ زلیخا کو بے تابی نے گھیر رکھا ہے
جدّاں دانا مصر تھوں پھر سدھایا	جب وہ دانا مصر سے روانہ ہوا۔
خبر شادی دی مصرے تھوں لے آیا	تو وہاں سے خوشی کی خبر لے آیا۔
لے آیا، تے زلیخا راز پایا!	خوشخبری لے آنے پر زلیخا کو پتہ چلا
ہوئی خوشحال تے غم نوں ونجایا	تو بہت خوش ہوئی اور اس نے غم کو بھلا دیا۔
ڈِٹھی طیموس جاں ایہ شادمانی!	جب طیموس نے خوشی کی یہ بات دیکھی۔
اُہ دانا، کیتی اُس کاردانی!	وہ دانا تھا اس نے بڑی عقلمندی سے کام لیا ہے
لگا ترتیب شادی دی بنڑاون	پھر وہ شادی کا بندوبست کرنے لگا
کنیزاں نال راحت گیت گاون	کنیزیں بھی خوشی سے گیت گانے لگیں۔
کنیزاں دی میں کیا تعریف آکھاں	میں کنیزوں کی تعریف کیا کروں!
جدّاں ہویاں اُتھے موجود لاکھاں	وہاں تو لاکھوں کی تعداد میں جمع تھیں،
سبھے پستہ دہاں، اُنّار پستاں	ساری کی ساری پستہ دہن اور انار پستاں تھیں
تے رخسارہ گلستان در گلستاں	اور گالوں پر تو باغوں کے باغ کھلے تھے
اُہے ابرو اُنھاں دے تیغ دانگوں	ان کے ابرو تلوار کی طرح خمدار تھے
لگے مژگاں دی رم جھم مینہ دانگوں	ان کے مژگاں کی رم جھم ابر سیاہ کی سی تھی۔
جو کو دیکھے اُنھاں دے زلف دے دام	اگر کوئی ان کی زلف کے پھندے دیکھ پائے
رہے وچ بند عاشق صبح تا شام	تو صبح و شام عاشقوں کی سی قید میں رہے۔
ایہے ظالم سپاہی نین اُنھاں دے	ان کی آنکھیں ظالم سپاہی کی سی تھیں
لڑن ویلے ہوون قاتل کِنھاں دے	لڑتے وقت کئی آدمیوں کو قتل کر ڈالتیں
پوون نہ تنگ کردے جنگ بے سنگ	تھکتی ہی نہ تھیں بلکہ بلا جھجک جنگ کرتی تھیں
لڑن ویلے نہ آون ہرگز او تنگ	لڑتے وقت وہ گھبراتی ہی نہ تھیں۔
کنیزاں دے جو آہے نین مخمور	کنیزوں کی آنکھیں تو اتنی نشیلی تھیں۔

غلاماں دے دِلاں لوں کیتا رنجور
کہ انھوں نے غلاموں کے دلوں کو رنجور بنا رکھا تھا

لگی آراہ دے وچ تیغ چمکن
رزم گاہ میں تلواریں چمکنے لگیں

بیوِن زخمی اتھاں توں مست جھبن جھبن
جس سے زخمی مست ہو ہو کر گرتے جاتے ہیں

کمنداں زلف دیاں پائی عجب کار
زلف کی کمندوں نے عجب کام کر رکھا تھا

جھکن، جھک کر بلائیں یار لوں یار
جھکتی تھیں اور جھک کر اپنے اپنے عاشقوں کو بلاتیں تھیں

کہ مژگاں تیر نین، تے تیغ ابرو
اگر انکی پلکیں تیر تھیں تو ابرو تلوار تھے۔

کہن ظالم نہ کردے فرق یک مو
یہ ظالم قتل کرتے تھے اور بال برابر بھی رعایت نہ کرتے تھے

لگی آراہ دے وچ رمز بازی
اس رزم گاہ میں رمز و اشارات بھی ہوتے تھے

ڈوہیں طرفیں عجب عشوہ طرازی
دونوں طرف سے فریفتہ کر دینے والی عجیب حرکات بھی تھیں

کنیزاں تے غلاماں حال ڈیکھو
کنیزوں اور غلاموں کا عجب معاملہ تھا

ڈوہیں طرفیں عجائب چال ڈیکھو
دونوں طرف سے عجیب کیفیت کا مظاہرہ تھا

ڈیون ہک ڈوجھے کوں جواب چڑھ چڑھ
ایک دوسرے پر چڑھ چڑھ کر حملے کئے جاتے تھے۔

کرے تلوار تے تلوار کڑ کڑ
تلوار پر تلوار کڑکڑاتی لوٹتی تھی۔

غلاماں ڈیکھ غمزہ تیر کیتا
غلاموں کو سامنے دیکھ کر انہوں نے غمزے کے تیر چلائے

زلف دی تار دا زنجیر کیتا
اور زلف کی تار سے انہیں جکڑ لیا۔

جڈاں مژگاں کنوں ناوک چلاون
جب پلکوں سے تیر چلائیں۔

زرہ سینے کنوں وی پار جاون
تو سینے کی زرہ سے بھی پار اُتر جاتے۔

زلف دے نانگ جو آہے ایانڑیں
زلفوں کے ناگ بھولے بھالے تو تھے

ڈنگن ول ول کوئی منتر نہ جانڑیں
لیکن بار بار ڈنک مارتے کوئی منتر اثر نہ کرتا!

کیتی جو ہر طرف نیناں لڑائی
آنکھوں نے جو ہر طرف سے حملے کئے۔

خلق جانڑیا قیامت بھیر آئی
تو مخلوقِ خدا نے سمجھا کہ بس قیامت آ گئی۔

جڈاں جلوہ کیتا اُس صاف رخسار
جب اس صاف و شفاف چہرہ کا جلوہ دکھائی دیا

خلق جانڑیا ہویا بدلی دا لشکارا
کنیزاں دے حسن کیتا پسارا
نوں آکھیں آہا پریاں دا پسارا
اہی ہر یک پری کہ حور آہی
لطافت حور دی رنجور آہی
کرن جو آسمان توں ہک نظارہ
ملک آون فلک تھوں کرکے نعرہ
پڑھن تسبیح تے آکھن فرشتے
انھاں دی یا ربا! کس تھوں سرشتے
ایہہ ہن حوراں یا کائی چیز ہورے
ایہہ ہن ناریاں کہ ربا! کائی نورے
کرن غمزہ اتے آون اگیرے
کریں کجھ مصر توں ربا پریرے!
سبھے آہے جتن ذرہ نہیں فرق
جو سب گہنے اتے زیور کنوں غرق
اہی وچ مصر تھوں نزدیک آئے
ڈھونڈ کے جائے خوش ڈیرے بنائے
زلیخا دل تھیں آکھے دور کر غم
ملا دلدار تے بھرپور کر کم
زلیخا نوں جو آہی انتظاری
مصر دے جاونڑ دی بے قراری
کہیا بی بی کوئی قاصد بھجائیے

تو لوگوں نے جانا کہ بجلی کوندی ہے!
جب کنیزوں کے حسن نے پرے جمائے۔
تو ایسا لگتا تھا کہ پریوں کا کوئی جمگھٹ تھا
ان میں سے ہر کنیز پری تھی یا کوئی حور
بلکہ ان کے سامنے حور کی لطافت و نزاکت بھی ماند تھی
اگر آسمان پر سے نظارہ کریں۔
تو فرشتے بھی نعرۂ عشق لگا کر آسمان پر سے اتر آئیں
تسبیح پڑھ کر فرشتے تک پوچھنے لگیں۔
کہ اے رب تعالیٰ! ان کی سرشت کس چیز سے اٹھائی گئی ہے؟
یہ حوریں ہیں یا کوئی اور شے ہیں!
اے رب تعالیٰ! یہ آگ سے پیدا کی گئی ہیں یا نور سے!
غمزے کرتیں اور آگے کو لپکتیں۔
اے رب تعالیٰ! مصر کو ان سے دور کر دیجیے!
ہر قسم کے جتن کیے گئے تھے۔ اس میں ذرہ بھی جھوٹ نہیں
سب زر و گوہر اور زیورات سے لدی پھندی تھیں
اس حالت و کیفیت میں ڈوبے ہوئے مصر کے قریب آگئے
ایک دلکش جگہ دیکھی تو وہاں ڈیرے ڈال دیئے۔
زلیخا دل سے کہتی کہ اے دل! اب رنج و غم بھلا دے
دلدار سے ملاقات کرا اور کوئی کسر نہ چھوڑ!
کیونکہ زلیخا ہمہ تن انتظار تھی۔
اور مصر کی طرف جانے کے لیے بے قرار تھی۔
مالکہ نے کہا، کوئی قاصد بھیجا جائے۔

عزیزے مصر دے تئیں جا سُنڑائے
گیا قاصد کہیا دلدار آئی!
جو جلدی اِتھ کبک رفتار آئی!
عزیزے مصر نوں تھئی شادمانی
سُنڑن دے سیتی کیتی اُس کامرانی
ڈِتا ہوکا جو عالم راز پائے
سبھو عالم مصر دا باہر آئے
کنیزاں کبک رفتار و غلاماں
پاتا زربفت تے ہوئے خراماں
میراسی گاوندے تے آوندے نال
ہوئے شادی کنوں خوش وقت خوشحال
مغنّی چنگ عشرت دا وجاون
تے آون، خوب آوازے سُنڑاون
ہزاراں شادیانے نال وجدے
نغارے ڈھول بدلاں دا تگ گجدے
تے وجدیں ڈھول گھوڑے ناچ پاون
تے وانگوں صوفیاں رقص اندا آون
سُنڑاوے رمز سارنگی عجائب
جو تو واقف نہیں از علم غائب
سُرا ونجے دے اِنہاں نوں مست کیتا
جو گا ہے نیست گاہے ہست کیتا
بھول کرنے آوازہ دُور کیتا

مصر کے عزیز کو جا کر ہماری آمد سے آگاہ کرے!
قاصد گیا اور اُسے بتایا کہ تمہارا محبوب پہنچ چکا ہے
دیر نہیں لگی کہ وہ کبک رفتار آ پہنچا ہے!
مصر کے عزیز کو شادمانی نصیب ہوئی
سُنتے ہی اس نے تیاری شروع کر دی
مُنادی کرائی تاکہ لوگوں کو پتہ چلے۔
اور مصر کے سب لوگ باہر استقبال کو آ جائیں
کبک رفتار کنیزیں تھیں اور غلام تھے
کہ زربفت کے کپڑے پہنے اور چل پڑے۔
میراسی گاتے بجاتے ان کے ساتھ چلے،
انھیں اس خوشی سے خوش وقتی اور خوشحالی نصیب تھی
مغنّی عشرت کا چنگ بجاتے تھے۔
آگے بڑھتے اور خوب سُریں نکالتے!
ہزاروں شادیانے اُن کے ساتھ بجتے تھے۔
نقارے اور ڈھول بادلوں کی طرح گرج رہے تھے۔
ڈھول بجتے تو گھوڑے ناچنے کودنے لگ جاتے
اور صوفیوں کی طرح مستی میں رقص پیش کرتے،
سارنگی عجیب تان سُنا رہی تھی
کہ تُو علم غیب نہیں جانتا ہے!
اس کے سُر نے انہیں ایسا مست کر دیا تھا
کہ کبھی تو ہوش میں ہوتے اور کبھی بیہوشی میں!
قرنا نے اپنی آواز پہنچانے میں بہت زور لگایا۔

زمین تے آسماں تے شور گھتا
کجھے طنبور کرنے ڈور دیرے
تنے سرمندل کجھے ہٹنڑاں پریرے
اگوں تے نہ قدم دھرنا کجھے عود
جو اس مقصود تھیں تینوں نہیں سود
تے میراثی چڈاں ماریا نقارا
جہاں شادی کنوں پرمغز سارا
اکدن اس یاروں شادی کریندے
لچک رفتار ہو بازی کریندے
زلیخا عشق دی آتش جلی ہئی
وطن تھوں یار دی خاطر چلی ہئی
ٹری ہئی یار دی خاطر وطن تھوں
جو ساڑن عشق دے شعلے اگن سوں
پیادہ عشق دا زوریں لے آیا
تے گل وچ پائے کے ٹوریں لے آیا
جو اس نوں عشق نہ لاندا چواتی
مصر دی طرف پینڈا کون جھاتی
عزیزے جاں ڈٹھا اس بارگاہ کوں
سیاہ مہرویاں والی سپاہ کوں
ڈیکھن سیتی بہوں خوشحال ہویا
آئی شادی تے غم پامال ہویا
پیادہ بارگاہ دی طرف آیا

زمین و آسماں کو اپنے شور سے گونجا دیا۔
طنبورہ کہے کہ اے کرنا! مجھ سے ذرا دور رہو!
اور پکھاوج مندل کہے کہ مجھ سے ہٹ کے رہو!
عود کہے کہ آگے کو قدم نہ دھرنا!
کیونکہ اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔
اور جب میراثی نے نقارے پر تھاپ دی
تو سارا جہاں خوشی سے سرمست ہُوا۔
اس محبوب کی طرف خوشیاں مناتے آتے تھے
لچک رفتاری سے کھیل تماشے کرتے آتے تھے
ادھر زلیخا آتش عشق کی جلی تھی۔
اس لئے اپنے وطن سے محبوب کی خاطر چل پڑی تھی
وہ اپنے محبوب کی خاطر وطن سے روانہ ہوئی تھی
اسے شعلہ ہائے عشق آگ کی طرح جلائے جاتے تھے
عشق کا پیادہ اسے مجبور کر کے لے آیا تھا
بلکہ گلے میں پھندا ڈال کر لے آیا تھا
اگر اُسے عشق اپنی آگ نہ دکھاتا۔
تو مصر کی طرف کوئی جھانکتا تک نہ!
عزیز نے جب یہ درباری شان و شوکت دیکھی
اور چاند جیسی حسیناؤں کی سپاہ کو دیکھا۔
تو دیکھتے ہی اس کی طبیعت بہت ہشاش بشاش ہوئی
خوشی نصیب ہوئی۔ اور غم نیست و نابود ہو گیا
وہ پاپیادہ اس بارگاہ میں حاضر ہوا۔

تے استقبال نوں عالم سدھایا
کہیا ہک ہک کوں آؤ، جی آئے!
اساں نوں سکدیاں اللہ ملائے
ڈتونے پیش کش گھوڑے ہزاراں
غلاماں تے کنیزاں بے شماراں
جڈاں اُس ماہ نے کیتی تسلّی
تنے دل اداپڑیں دیرے دو چلی

سارا عالم اس کے ہمراہ استقبال کو آیا تھا
ایک ایک آدمی کو "آیئے تشریف لایئے" کہا گیا
ہم مشتاقانِ دید کو خدا نے آپ سے ملایا ہے۔
پھر ہزاروں گھوڑے تحفے کے طور پیش کیے گئے
اور ہزاروں غلام اور کنیزیں حاضر کیں
اس پر اُس ماہرو کو تسلّی ہوئی۔
تو وہ اپنے دیرے میں آ گئی۔

زلیخا کا مصر کے عزیز کو ایک سوراخ سے دیکھنا اور واویلا کرنا

چلو عبدالحکیما! تاں چلائیں
زمانے دے مکر دی گل سنڑائیں
زمانہ ڈیکھ کے مکراں کماوے
ڈکھاوے کنڑک تے او جو وِکاوے
عاشق بیتاب کوں شیدا کریندا
ول پچھوں عشوہ پیا پیدا کریندا
زلیخا دی اُہی ہک نال دائی
قدیمی خاص کجھ رمز آشنائی
کہیا بی بی ڈکھائیں یار میکوں
تڈاں میں جانڑساں غمخوار تیکوں
تنبو تائیں کیتا سوراخ دائی
زلیخا یار نوں ڈیکھن سدھائی
زلیخا نے جدوں کیتا نظارہ

آئیے اے عبدالحکیم! چلیں
اور زمانے کے مکروفریب کی بات سنائیں.
زمانہ جان بوجھ کر دھوکا دیتا ہے.
دکھاتا گندم ہے لیکن بیچتا ہے جو!
پہلے عاشق بیتاب کو والہ و شیدا بناتا ہے
پھر عشق کی اوٹ میں فریب کو جنم دیتا ہے
وہاں زلیخا کے ساتھ ایک دایہ تھی.
جو خاص طور پر پرانی تھی اور رمز آشنا تھی!
مالکہ نے کہا مجھے میرا محبوب دکھا دے
تو میں جانوں گی کہ تم میری غمخوار ہو!
دایہ نے تنبو میں سے سوراخ کر دیا.
تو زلیخا اپنے محبوب کو دیکھنے آئی.
زلیخا نے جب اس کی شکل دیکھی

ڈھٹی اُتے زمین دے کر کے نعرہ
جو ہے ہے! یار او نظرے نہ آیا
کہ جیں نے خواب وچ مکھڑا دکھایا
کرے ہے ہے لوک ڈھے ڈھے زمین تے
کہی آفت پئی ربّا میں تے
کہے کہ آسماں کیا وَیر پایو
جو پیکیوں سوہروں مینوں ونجایو
کیتو دریا دے وچ مینوں گرفتار
جو ظالم نہ کیتو اُروار نہ پار
میں آئی گل چُنڑن گلزار دے وار
گلاں دی جا بجا حاصل ہوئے خار

چلی تریاق گولھن شاہ دے میں
پئی وچ ناگ دی کیا راہ دے میں!
وڑی وچ بحر دے کر کے وڈا دل
آئی میں جا بجا وڑ دی سَبّہ چل
بہانے قوت دے بکری گئی چھیڑ
ونجن سیتی پئی ہکھیار دے پیڑ
ہما دے وَل چلی ملیا اگوں بوم
سخی دے وَل چلی ملیا اگوں شوم
گئی حج کارن حاجن کعبۃ اللہ
لیا تدبد وواں اس کولھوں دارہ
مچھی کارن ڈسٹی جالی مہانڑیں
بنڑایا قوت داحیلہ نمانڑیں

تو چیخ مار کر زمین پر گر پڑی۔
ہائے! وائے! وہ محبُوب تو نظر ہی نہیں آیا
کہ جس نے خواب میں اپنی شکل دکھائی تھی
ہائے وائے پکارے اور زمین پر گر گر پڑے۔
کہے کہ اے رب تعالیٰ! مجھ پر کیا مصیبت آ لوٹی؟
کہے کہ اے آسمان! تو نے یہ کیا بدلہ چکایا ہے؟
کہ تو نے مجھے میکے یا سُسرال کہیں کا نہیں رکھا!
تو نے مجھے دریا میں ڈال کر پھانسا ہے۔
اے ظالم! تو نے مجھے نہ اس کنارے لگایا نہ اُس کنارے!
میں تو پھُول توڑنے کے لئے باغ میں آئی تھی۔
مگر پھولوں کی بجائے مجھے خار نصیب ہوئے۔
میں تو تریاق کے لئے سردار کے پاس آئی تھی
لیکن مجھے ناگ کے رستے پر ڈال دیا گیا ہے!
میں دل بڑا کر کے دریا میں کود پڑی تھی۔
میں جگہ جگہ دلدل سے گذر کر آئی تھی۔
کھلانے پلانے کے بہانے بکری کو ہانک گئی تھی۔
لیکن جاتے ہی بھیڑیئے کے نرغے میں جا پھنسی
ہُما کے خیال سے چلی تھی آگے اُلّو بیٹھا گیا ہے
سخی کی تلاش میں نکلی تو آگے منحوس سے مڈھ بھیڑ ہوئی۔
ایک حاجن حج کی خاطر کعبۃ اللہ کو چلی
تو بدووں نے اس سے اپنا بدلہ چکایا
مچھلی پکڑنے کے لئے مچھیرن نے پانی میں جال پھینکا
بیچاری نے قوت لایموت کے لئے ایک جتن کیا

مچھی دی جا بجا کچھی لے آئی
کسے دی نہ ہووے ضائع کمائی!
میں کملی نہ سمجھ جاتا اوّل وچ!
ایہو آہا مینوں لکھیا ازل وچ!
نتی جاتا صفا ایہ راہ ہوسی
نہ جاتُس راہ دی جا چاہ ہوسی
دُکھاں دا علم جے معلوم ہوندا
انھاں شییں دا جے مفہوم ہوندا
میں کیوں او بام ماپیو دے چھوڑیندی
نہ پیو دے آکھے تھوں گردن موڑیندی
نہ لیندی نام میں اُس دے شہر دا
تے بھر پیندی پیالہ میں زہر دا
میں کیوں آندی بیگانے دیس کلھی
ہے اِس پر پیونڑیں توں قید بھلی
زلیخا رنگ سوں بدرنگ ہوئی

فراقوں زرد چہرہ تنگ ہوئی
دو اندیشہ، دو غم، دو فکر، دو درد
زلیخا کیوں نہ ہووے رنگ تھیں زرد
پچھے اس تھیں گری بیہوش ہو کے
سُتی خیمے دے وچ مدہوش ہو کے
کہیا ہاتف نہ رو بی بی زلیخا!
جو تینوں آملیساں یار اِس جا!
تساڈا مصر وچ مطلوب ہوسی

مگر مچھلی کی بجائے جال میں کچھوا آ پھنسا،
خدا کرے کسی کی محنت یوں ضائع نہ ہو!
مجھ بھولی کملی کو شروع سے ہی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔
شاید ازل سے یہی میری قسمت میں لکھا تھا!
مجھ بدنصیب نے سمجھا تھا کہ یہ ایک سیدھا ستھرا رستہ ہوگا
پر نہ جانا کہ رستہ کی بجائے کنواں کھدا ہوگا۔
اگر دکھوں کے ریلے کا مجھے پتہ لگ جاتا
اور ان اسباب کو الف کی سمجھ ہوتی۔
تو میں ماں باپ کے محلات کیوں چھوڑتی؟
نہ ہی والد کے کہے کو پیٹھ دیتی!
میں تو اس کے شہر کا نام تک نہ لیتی
اُلٹا زہر کا پیالہ بھر پیتی۔
میں بیگانے دیس اکیلی کیوں آئی۔
میں اِس بیاہ سے تو قید میں ہی اچھی تھی۔
زلیخا کی حالت دِگرگوں ہو گئی۔

فراق کے ہاتھوں پژمردہ و مغموم ہو گئی
جبکہ دوہرا اندیشہ، دوہرا غم، دوہرا فکر اور دوہرا درد ہو
تو زلیخا کا رنگ زرد کیسے نہ پڑتا۔
اس کے بعد بیہوش ہو کر گر پڑی۔
خیمہ میں مدہوش ہو کے سو گئی۔
اتنے میں ہاتف نے کہا کہ اے بی بی زلیخا! رو نہیں!
میں تجھے اسی جگہ تمہارا محبوب آ ملاؤں گا!
مصر میں ہی تمہاری خواہش پوری ہو گی۔

زلیخا صبر کر، کم خوب ہوسی!	اے زلیخا! صبر کیجئے کوئی اچھی سی صورت نکل آئیگی
زلیخا نوں ہوئی پھر انتظاری	پھر زلیخا انتظار کی گھڑیاں گذارنے لگی۔
کرے قادر اگے پھر گریہ زاری	وہ قادر مطلق کے سامنے گریہ زاری کرتی۔
الٰہی میل مینوں یار رسیدا!	کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے میرا محبوب ملادے!
جسے نے دل میرے وچ کیتے دیرا	جس نے میرے دل میں ڈیرہ ڈال رکھا ہے
کداں دیسی الٰہی یار مینوں	اے خدائے تعالےٰ! میرا محبوب مجھے کب تک
عجائب شکل دا دیدار مینوں	اپنی حسین وجمیل شکل کا دیدار کرائے گا؟
گذاریا روز روشن اس طرح نال	روز روشن اسی حالت میں گذارا۔
تمامی رات وی کاٹی اسے حال	اور اسی طرح ساری رات بتائی۔
جدّاں عالم سیہ پرنور ہویا	جب اندھیری دنیا میں روشنی پھیلی۔
اندھارا رات والا دور ہویا	اور رات کی سیاہی ڈھل گئی۔
مصر دی طرف پھر ہوئے روانے	تو وہ مصر کی طرف روانہ ہوئے بڑے
ہزاراں نال وجدے شادیانے	ہزاروں شادیانے ساتھ بجتے جارہے تھے
ڈھولک تے ڈھولکی، طبلہ، نغارہ	ڈھولک ڈھولکی، طبلہ اور نقارہ نے
کیتا مغز آسماں دا پارہ پارہ	آسمان کے مغز کو چاٹ رکھا تھا۔
طنبورہ، سرنا، سارنگی، سرندہ	طنبورہ، سرنا، سارنگی اور سرندہ
کرن پژمردہ دل نوں پھیر زندہ	پژمردہ دل کو پھر سے زندہ کررہے تھے۔
رباب و عود، ڈاپھاں، دول تے چنگ	رباب و عود، دفیں، ڈھول اور چنگ
کہن بی بی نہ ہوس دردسوں تنگ	سب کہیں کہ اے مالکہ! اس دردوغم سے مایوس نہو۔
تُری طرف آسماناں دے پکارے	تُرم آسمانوں کی طرف فریاد وشیون کرنے لگا
جو بی بی سخت یا رب بے قرارے!	کہ اے اللہ تعالیٰ ہماری مالکہ سخت بے قرار ہے!
تواراں، وجھلیاں، تے گھنڈ، دُکّے	تواریں بانسریاں، گھنڈ اور دُکّے خوب بج رہے تھے
اِدے دلدارناں ایہ شور مُکّے!	کہیں محبوب سے ملنا ہو تو یہ شور وغل بھی ختم ہو!

اُٹھاں گل گھنگرو گھنگار رلائی
اونٹوں کے گلے میں گھنگرو بول رہے تھے۔

ہتھاں وِچ چوڑیاں چھنکار لائی
ہاتھوں میں چوڑیاں بج رہی تھیں۔

زنگولے تے کڑیاں گھنگھور لایا
پاؤں کے گھنگروؤں اور کڑوں نے بھی گونج پیدا کر رکھی تھی!

جلاجل آسماں تے شور پایا
جھانجھ نے آسمان سر پر اٹھا لیا تھا۔

ہویاں بی بی دیاں خوشدل غلامی
مالکہ کی کنیزیں خوش ہو گئیں۔

جو ہوئے دور ہن ڈکھڑے تمامی
کہ اب مالکہ کے سارے دکھ "دلدر" دور ہوئے کہ ہوئے

زلیخا بے قرار اندر عماری
زلیخا خود عماری کے اندر بیقرار تھی۔

کرے وَل آسماں دو گریہ زاری
آسماں کی طرف منہ کر کے گریہ و زاری کرتی۔

جو اے پے ترس تینوں کجھ نہیں ترس
جو اے ظالم! تجھے کچھ بھی ترس نہیں آیا۔

جو میں نوں روندیاں گذرے بہوں برس
مجھے تو آہ و بکا کرتے کئی برس گذر گئے۔

میں جاتا ڈکھ گئے سکھ پھیر آئے
میں نے سمجھا کہ اب دکھ کٹ گئے سکھ لوٹ آئے،

ہنھوں سکھڑے گئے ڈکھ ڈھیر آئے
اُلٹا یہ ہوا کہ سکھ بھی نہ رہے اور دکھوں میں بھی اضافہ ہو گیا،

توڑے وِچ ہجر دے تن گال ڈِتو
تو نے تو ہجر میں میرا بدن ہی برباد کر دیا ہے۔

میں نوں جا حال بھیں بدحال کیتو
اور میری حالت کو دِگرگوں کر دیا ہے۔

کیتوئی آپ میرے نال میعاد
تو نے تو خود میرے ساتھ وعدہ کیا تھا

دلاسہ ڈے کیتوئی پھیر دلشاد
دلاسہ دیکر میرے خوش و خرم دل کو اپنا بنا لیا تھا

بہانے دا کیتو کوڑا دلاسہ
بہانے کے طور مجھے جھوٹا دلاسہ دیا!

کیتوئی ہیں نمانڑیں نال ہاسہ
مجھ بیچاری کے ساتھ خوب مذاق کیا ہے!

جڈاں آئی کنارے نیل دے پھیر
جب وہ دریائے نیل کے کنارے پہنچی

خلائق آ ایکے کیتا گھمنڈ گھیر
تو لوگوں نے ادھر ادھر سے آ کر گھیر لیا۔

اُتے گوہر وَسا وے خلق ساری
سب لوگ اُس پر زروگوہر کی بارش کرنے لگے

گئی لک وِچ زلیخا دی عماری
یہاں تک کہ زلیخا کی عماری تک ڈھک گئی۔

گئے اد مصر تائیں زر وچھیندے
ہزاراں لعل و زر گوہر سٹیندے
زلیخا نوں وچ اس گھر دے بہایا
جو دنیا تے بہشت آکھ بنڑایا
پچھے اس دے لگے گوہر وساون
تصدق سر زلیخا دے کراون
توڑے لکھ زر تے گوہر گھتیں گھول
زلیخا دے پسند آون نہیں مول
زلیخا دی نظر دلدار دی طرف
لگی ہر دم در و دیوار دی طرف
زلیخا نوں گھدا سک یار دی چھک
لوکاں دے جان لوں قطمیر دی سک
زلیخا عشق دی تدبیر آندی
لوکاں دے جان جو قطمیر آندی
زلیخا دی دیوانی خلق ساری
زلیخا نوں ہکے دی انتظاری
زلیخا دا اسے ول خیال آہا
جیہے مالک دے اصلوں مال آہا
زلیخا اپڑیں سردار دا مال
لوکاں دے جان ہے قطمیر دی زال
کتھوں پیوند ہوندن دوجے نال؟
کتھوں خورسند ہوندن دوجے نال!
نصیب اس نوں نہ کجھ آرام ہو دے

وہ لوگ مصر تک اس پر سے زر لٹاتے چلے
ہزاروں لعل و گوہر نچھاور کرتے گئے
اور زلیخا کو اس مکان میں جا اُتارا۔
جو دنیا میں ایک بہشت کے طور پر سجایا گیا تھا
اس کے بعد اس پر گوہر برسانے لگے۔
یعنی زلیخا کے اوپر نثار کرنے لگے۔
اگرچہ اُس نے بہت سا زر و گوہر اس پر نچھاور کر دیا
مگر یہ چیزیں زلیخا کو ہرگز پسند نہ آئیں۔
زلیخا کی نظریں تو اپنے محبوب کی تلاش میں تھیں
اور ہر وقت در و دیوار پر لگی تھیں۔
گویا زلیخا کو محبوب کے اشتیاق نے اپنی طرف کھینچ لیا تھا
لوگوں کے خیال میں یہ کہ اسے قطمیر کا اشتیاق ہے!
زلیخا نے اپنا شوق مٹانے کی تدبیر کی تھی،
لیکن لوگوں کا یہ خیال کہ اسے قطمیر لایا ہے۔
ساری مخلوق زلیخا پر مری جاتی تھی۔
لیکن زلیخا کو بس اپنے محبوب کا شوق و انتظار تھا
زلیخا کا اسی کی طرف ہی دھیان لگا۔
جس مالک کی وہ اصل میں متاع تھی۔
زلیخا اپنے سردار کی ملکیت میں تھی۔
جبکہ لوگ قطمیر کی بیوی سمجھ رہے تھے۔
کسی غیر سے وصال کب ہو سکتا ہے؟
بیگانہ سے مل کر خوشی کب نصیب ہوتی ہے!
اسے کچھ بھی آرام نصیب نہ ہوتا۔

ایویں ہر صبح اُس دی شام ہووے
توڑے سرسبز باغ گلزار ہووِن
سراسر فارغ و بے خار ہووِن
ہووِن دریا تمامی شہد تے شیر
سبھے کھانڑیں بہشتی پے ڈیون ڈھیر
اگے عُشاق دے جا کے رکھیوِن
متاں عاشق اِنھاں دے وَل تکیوِن
پر ایہ عاشق رہن خوشحال کیویں
نہ ہووِن غم کنوں پامال کیویں؟
کرے دل جان سوں مخلوق ساری
ملائک وی کرن خدمت گذاری
نہ بھاوے خویش، نہ بھاوے قبیلہ
ہمیشہ رنگ دردوں سُرخ پیلہ
نہ ڈیوس یار دی صورت ڈکھالی
سراسر درد یا ڈُکھ، یا کشالی
زلیخا جیں ڈِٹھا یوسف دا مکھڑا
کِتھوں پاوے عزیزے نال سُکھڑا
زلیخا باوجود اُس عیش سارے
وڈی تلخی سوں ڈینہ اپڑیں گذارے
اُجاڑ اس نوں ڈسیون شہر وسدے
رتوں روندی تمامی لوک ہسدے
ڈسیون زہر اس نوں عیش عشرت

ہزاروں صبحیں یوں شام میں بدل جائیں
چاہے باغوں میں سرسبزی و شادابی ہو۔
ہر آفت سے محفوظ اور کانٹوں سے مامون ہو،
تمام دریا دودھ اور شہد کے بن جائیں۔
سب کھانے بہشتی کھانوں کی سی لذت دیں،
اگر عاشقوں کے آگے دھرے گئے
شاید وہ اس طرح ان کی طرف نظر اٹھائیں
ایسے عاشق صادق خوش کیسے رہ سکتے ہیں؟
وہ غمِ عشق سے پامال نہ ہوں تو کیونکر نہ ہوں؟
سب لوگ دل و جان سے حاضر خدمت تھے۔
فرشتے تک خدمت گذاری میں لگے تھے۔
مگر نہ خویش و اقارب اچھے لگتے نہ کنبہ قبیلے کے لوگ!
ہمیشہ درد و غم کی وجہ سے چہرہ زرد رہتا۔
محبوب کی شکل کہیں دکھائی نہ دیتی۔
سراسر درد، دکھ یا مصیبت سے واسطہ تھا
زلیخا جس نے یوسف کا جلوہ دیکھا ہوا تھا،
وہ عزیز کی صحبت سے خوشی کیسے پا سکتی!
زلیخا اس سارے عیش و عشرت کو ٹھکرا کر
بڑی تلخی و بے آرامی سے اپنے دن کاٹتی تھی
اسے ہنستے بستے شہر اُجاڑ نظر آتے۔
وہ خون کے آنسو روتی اور لوگ اس پر ہنستے۔
عیش و عشرت تو اسے زہر سے لگتے۔

برابر کھیر گھیو ہن پوں اتے رت!
پلنگ اس نوں پلنگاں وانگ کھاون
نواراں نیش ناگاں دے دکھاون
نہ بھاوس سیج نہ تولاں سرہانڑیں
نہ گھیر ڈیرے گول بھاون نہ کھانڑیں
شکر شیرینیاں سبھے زہر تتی
زہر دی طرف ہووے کون مائل!
گلاب و مشک و کیسر عطر و عنبیر
سوا اس یار تے مکروہ تدبیر
چھپاونڑ راز دا لاچار ہویا
جو کیا بھنسی جے کر اظہار ہویا،
بی بی کیتے کنیزاں سے ہزاراں
چوگھیرا ہر طرف بدھن قطاراں
ہویاں خدمت کرنڑ دی کان ڈشب چست
نہ ہوون ذرہ دی خدمت کنوں سست
زلیخا وی رہی دلشاد ظاہر
نہ دیوے ذرہ دلدا راز باہر
رکھے لاچار راز اندر چھپائی
متاں اظہار ہووے رمز کائی
تمامی رات نوں ایویں گذارے
چھپاوے راز تا مغرب اندھارے

دودھ اور شہد اسے پیپ اور خون کے سے نظر آتے
پلنگ اسے چیتوں جیسے کاٹنے کو آتے۔
نواریں سانپوں کے سے ڈنک لگاتیں۔
نہ سیج اچھی لگتی نہ توشکیں نہ سرہانے،
نہ ہی گھنے اچھے لگتے نہ کھانے۔
شکر کی مٹھائیاں سب زہر قاتل سی تھیں۔
بھلا زہر کی طرف بھی کوئی مائل ہوتا ہے؟
گلاب، مشک، کیسر، عطر اور عنبر
محبوب کے بغیر یہ سب مکروہ حربے تھے،
بہرحال راز کا چھپانا ضروری سمجھا گیا،
اس کے اظہار پر نہ جانے کیا ہو؟
مالکہ کیلئے سینکڑوں ہزاروں کنیزیں تھیں۔
ہر طرف چوکھی قطاریں باندھے رہتیں۔
سب خدمتگاری کے لئے چست و چوبند تھیں۔
خدمتگزاری میں ذرہ برابر بھی تساہل نہ کرتیں۔
زلیخا بظاہر دلشاد نظر آتی تھی۔
دل کا راز ذرہ بھی ظاہر نہ کرتی۔
ناچار دل کا راز دل میں ہی چھپائے رکھتی،
اندیشہ تھا کہ کسی رمز کا اظہار نہ ہو جائے۔
ساری ساری رات اسی طور گذار دیتی۔
مغرب یعنی اندھیرا چھا جانے تک اس راز کو چھپائے رکھتی،

جڈاں تنبو تاوے رات کالی
وِچھادے تخت تے غم دی نہالی
خیال اُس یار والے نوں لے آکے
سُنڑاوے رو برو خاصا بہا کے
اگے اُس دے کرے فریاد زاری
جو ڈیکھ ہاں درد تیڈڑے سانگ ماری
تساڈے درد ماری سانگ کاری
سوا تیڈڑے کرے ہُݨ کون کاری
میںوں وِچ خواب دے مکھڑا ڈِکھا یو
عزیز اسم اپڑاں میںوں ڈسا یو
نشانی مصر دی میںوں ڈِتو ئی
بھلا ایہ یار بھلی گل کِتو ئی؟
جو میںوں دیس تھیں پردیس گھلیو
سُدھا کے آپ اپڑاں دیس ملیو
تساڈے عشق جو لائی چڑاتی
تساڈے درد ماری زور کاتی
کِتھوں تائیں تساتوں دور رہواں
تُساڈے ہجر سوں رنجور رہواں
جڈاں وِل رات زلفاں نوں چھپاوے
منور صبح صادق منہ ڈِکھاوے
زلیخا باد خوش تائیں سڈاوے
سنیہے یار دی خاطر الاوے

جب اندھیری رات اپنا تنبو تان لیتی،
تو تخت پر غم کی توشک بچھا لیتی۔
اُس محبوب کا تصور جما کر
گویا بالکل سامنے بٹھا کر حالِ درد سناتی
اس کے سامنے روتی پیٹتی!
کہ دیکھ تو بھی تیرے درد نے کیسا تیر مارا ہے!
تمہارے عشق نے ہی یہ کاری تیر چلایا ہے
اس لئے تیرے سوا اب اس کا کون مداوا کرے!
مجھے خواب میں تم نے جلوہ دکھایا۔
مجھے اپنا نام بھی عزیز بتایا،
مجھے مصر کی نشانی بھی دی۔
سوچو تو اے دوست! یہ کوئی بھلی بات نہ ہوئی۔
کہ مجھے اپنے دیس سے پردیس نکلوایا۔
اور خود اپنا دیس آ بسایا۔
تمہارے عشق نے مجھے آگ لگائی ہے۔
تمہارے درد و غم نے شدت سے چھری گھونپی ہے
میں کب تک تم سے دور رہوں۔
اور تمہارے ہجر میں رنجور رہوں۔
جب رات پھر اپنی زلفوں کو سمیٹ لیتی۔
اور پُرانوار صبحِ صادق دکھائی دیتی۔
زلیخا اپنے پاس بادِ صبا کو بلاتی۔
اور اُسے دوست کے نام کے پیغام دیتی۔

گذریندڑی وی ہے ساری جہاں تے
نظر پووے تیڈی ہر ہر مکاں تے
جھتے توں جاوڑیں مڑ کون ہوڑے
تیڈے فرمان سوں رُخ کوں موڑے
او کیہڑا ہے؟ گدا یا بادشاہ ہے؟
جو تیڈی دوستی تائیں نہ چاہے
جھتے چاہیں اُتھائیں جاوڑیں لوڑں
توڑے در بند ہووِن نہ رہیں توں
جا اُس لوں عرض کر پیغام میڈا
خدا ڈیسی صبا! انعام تیڈا
جھتے پاویں اُتھائیں جا کریں عرض
سینہا فرض ہے تے فرض ہے تے فرض
جیکر پُچھے ایہہ ہن پیغام کیہے؟
توں آکھیں دردمنداں دے سینہے!
اول زانو ادب دے نال بہنڑاں
پچھے ہتھ جوڑ کے احوال کہنڑاں
اگے اُس بادشاہ دے جا کھلوویں
میڈی گل یاد کر کے زار رووِیں
توں رونڑاں میڈے ڈکھ کوں یاد کر کے
اکھیں اُس یار لوں فریاد کر کے
جو ہے ہک گولڑی تیڈی نمانڑیں
سوا تیڈے رہے بلدی نمانڑیں

کہتی کہ اے ہوا! ساری دنیا پر سے تو گزرتی ہے
تیری نظر ہر ایک مکان تک پہنچتی ہے۔
جہاں کہیں جا گھُسے تجھے کون روک سکتا ہے
تیرے حکم کو کون پیٹھ دے سکتا ہے۔
وہ کون ہے (چاہے گدا ہو چاہے بادشاہ)
جو تیرا طلب گار نہیں ہے
تو جہاں چاہے جا داخل ہوتی ہے۔
دروازے بند ہی کیوں نہ ہوں تو نہیں رُکتی!
جا کر اُس سے میرا پیغام عرض کر!
اس کام کیلیے اللہ تعالٰے تجھے انعام و کرام دیگا۔
جہاں بھی ملے، وہیں اسے پیغام دے دینا۔
پیغام پہنچانا فرض ہے، فرض بھی وہ جسکی تاکید کی گئی ہے!
اگر وہ پوچھیں کہ یہ کیسے پیغام ہیں؟
تو کہنا کہ دردمندوں کے پیغام ہی تو ہیں!
پہلے اس کے سامنے ادب سے دوزانو ہو بیٹھنا۔
مابعد ہاتھ جوڑ کر میرے احوال سنانا۔
اُس بادشاہِ حسن کے آگے جا کھڑے ہونا۔
میری حالتِ زار کو ذہن میں لا کر زار و قطار رونا!
میرے دکھوں کو یاد کر کے آنسو بہانا!
اور اس محبوب کے فریاد کر کے کہنا۔
کہ آپ کی ایک بیچاری کنیزہ ہے۔
جو بدنصیب آپ کے بغیر آگ میں جلتی رہتی ہے

رہے وچ مصر دے غمناک اے شاہ!
اُڈیکے ہر زماں شاہا تیڈی راہ!
کھڑی جو ہر دیاں واٹاں اُڈیکے
کھڑی شوہر دیاں واٹاں اُڈیکے
متاں آوے کِسے راہوں کِسے سانگ
رکھے اس واسطے ہر پاسے دی تانگ
سُنڑی عشق تیڈڑے بانگ اُس نوں
رہے ہر دم تساڈی تانگ اُس نوں
سائیں! دل تنگ ہے رہندی نمانڑیں
تیڈے عشقے دیاں درداں رنجانڑیں
نہ راتیں سُکھ نہ ڈینہ آرام آوے
نہ لوے دردسوں پیوے نہ کھاوے
جے کر پچھیں، نہ کھاوے ایہ نہ پیوے
بھلا بے قوت کتھے کارنڑ ایہ جیوے!
توں آکھیں اُس کوں تیڈے عشق دی تگ
جو نال اس قوت دے جیوندی رہے جگ
چنگا وچ خواب دے مکھڑا ڈِکھایو
عزیز اسم آپڑاں مینوں ڈسایو
ڈِتی تیں طرف مصرے دی نشانی
کیتی خود طرف مصرے دی روانی
ہنڑ اوہ وچ مصر دے رہندی غریبے
تساڈے وصل کولھوں بے نصیبے

اے آقا! وہ مصر میں غمناک پھر رہی ہے۔
اے مالک! تیری راہ پر آنکھیں بچھائے بیٹھی ہے
وہ تو ہر ایک کی راہ تکتی کھڑی ہے۔
اس کی نظریں اپنے شوہر کی راہ پر لگی ہیں۔
شاید وہ کسی سبب کسی راہ سے اِدھر آ نکلے،
اس لئے ہر طرف سے انتظار میں رہتی ہے۔
تمہارے عشق نے ایسی آذان اسے سنائی ہے۔
کہ اُسے ہر وقت تمہارا ہی انتظار رہتا ہے۔
اے ساجن! وہ بیچاری بہت مغموم سی رہتی ہے۔
تیرے عشق کے درد و غم نے اس کو بیمار کر رکھا ہے۔
نہ راتوں کو سُکھ نصیب، نہ دن کو چین۔
درد و غم سے نہ کچھ کہے، نہ کھائے نہ پیئے۔
اگر وہ یہ پوچھیں کہ جب نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے
تو بھلا بے کھائے پیئے کیسے جی رہی ہے؟
تو کہنا کہ اسے تو تیرے عشق کا سہارا کافی ہے۔
وہ عشق کی سی خوراک پر قرنوں جیتی رہے گی۔
تُو نے مجھے خواب میں جلوہ کس لئے دکھایا تھا
مجھے اپنا نام "عزیز" کس لئے بتایا تھا؟
تو نے مصر کی طرف کی نشانی کیوں دی تھی
تو خُود بھی مصر کی جانب روانہ ہو آیا تھا
اب وہ بیچاری مصر میں بھٹک رہی ہے
لیکن آپ کے وِصال سے بے بہرہ ہے۔

نمانڑیں مرچکی ہوندی چِرد کی
بیچاری کب کی مرچکی ہوتی۔

ہجر توں وڈّی ہے روندی چِردی
کب سے ہجر کی ماری روتی پھرتی ہے۔

ڈِتا جو غیب سوں آوازہ ہاتف
اسے غیب سے ہاتف نے آواز دی

کیتا مہر دل سخن ایہ تازہ ہاتف!
نہایت کرم نوازی سے یہ بات بتائی۔

جو اے پُر درد ہُنڑ خاطر کرو جمع
کہ اے پُردرد! اب خاطر جمع رکھو۔

نہ کر اندوھ ہلدی ہے اجھو شمع
فکر نہ کرو! ابھی شمع روشن ہونے کو ہے۔

جداں مینوں ایہ خوش خبری سنڑائی
جب مجھے یہ خوش خبری سنائی گئی۔

خدا صاحب مرنڑ کولھوں بچائی
خدا تعالیٰ نے مجھے موت کے منہ میں جانے سے بچا لیا ہے!

بھلا ہُنڑ مہر عاجز تے کریوے
بھلا اب تو اس عاجز پر مہربانی کیجیے۔

خدا دی خلق ضائع نہ کریوے
خدا کی اس آفرینش کو ضائع نہ کیجیے۔

سُتی وِچ نیندر دے کیتو گرفتار
سوتی ہوئی کو تو نے اپنی قید میں ڈال لیا ہے۔

بھجوائی قید کر کے مصر دی وار
پھر قید کی حالت میں مصر کی طرف بھجوا دیا۔

خبر نہ مُڑ لیوئی باندیاں دی
اس کنیز کی خبر تک نہ لی۔

نہ پچھیو گالھ کوئی قیدیاں دی
اس قیدی کی بات تک نہ پوچھی۔

دل اس دا ہجر کولھوں پارہ پارہ
ہجر کے سبب اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے

علاج اس دے کنوں کیتا کنارہ
بلکہ خود علاج بھی اس سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے

ڈینہیں راتیں گذارے اس طرح نال
دن رات اسی حالت میں بسر کرے۔

نہ وسرے اس دے دل تھوں یار دا خیال
محبوب کا خیال اس کے دل سے اُترتا ہی نہیں۔

گھر میں بہشتی درخت یوسف علیہ السلام کیلئے شاخ کا پھوٹنا اور یوسف کے بھائیوں کا کینہ

جوانمری کریں عبدالحکیما!
اے عبدالحکیم! جوانمردی دکھایئے

تو جا کنعان تے یوسف نوں گھن آ
اور کنعان جا کر وہاں سے یوسف کو لے آیئے۔

جو اس کیتے زلیخا دی طلب ہے
ہجر سوں مضطرب بھل جان بلب ہے
نبی یعقوب دے گھر درخت آہا
عجب سرسبز، روشن بخت آہا
گئی ہر بیخ اس دی خاک دے پار
گئی ہر شاخ لنگھ افلاک دے پار
نبی دے گھر جداں فرزند ہوسے
اسے دی شاخ پیدا ہو کھلوے
جداں فرزند بالغ ہووے آ کے
عصا اس شاخ دا دیون بنڑا کے
نبی یعقوب نوں آپے خداوند
ڈتا لخت جگر فرزند دلبند!
کھِل اس دے طالع دا کیا خوب کھلیا
معطر نافہ ہر ہر طرف ہلیا
جداں یوسف بلند اقبال ہویا
ہمایوں بخت، فرخ فال ہویا
تو ڈے ہر پتر فرخ نال آہا
دلے یوسف بلند اقبال آہا
تو ڈے یعقوب دے فرزند سارے!
پر آہے بخت یوسف دے قرارے
آہا ہر فرد پیغمبر دا جایا
دلے یوسف آہا بختیں سوایا

کیونکہ زلیخا کو اس کی خواہش ہے ۔
وہ اس کے ہجر میں مضطرب بلکہ جاں بلب ہے ۔
نبی یعقوب کے گھر میں ایک درخت تھا ۔
وہ نہایت ہی سرسبز و شاداب اور اچھی قسمت والا تھا
اس کی ہر جڑ مٹی سے نیچے تک چلی گئی تھی
اور اس کی ہر شاخ آسمان سے پار نکل گئی تھی ۔
نبی کے گھر میں جب بھی کوئی بیٹا پیدا ہوتا ۔
تو اس کے نام کی ایک شاخ پھوٹ پڑتی ۔
جب وہ بیٹا بڑا ہو کر بالغ ہو جاتا ،
تو اس شاخ کا عصا بنا کر اسے دے دیتے ۔
خدا تعالیٰ نے اپنی مرضی سے یعقوب کو عنایت کیا
ایک جگر گوشہ چہیتا بیٹا !
اس کی قسمت کا پھول کیا خوب کھلا ۔
گویا ہر طرف خوشبودار نافہ پھیل گیا ۔
جب یوسف بلند و بالا ہوا ۔
بخت نے یاوری کی تو نیک شگون والا بنا ،
اگرچہ یعقوب کا ہر بیٹا خوش نصیب تھا ۔
لیکن یوسف ان سب سے بلند اقبال تھا ۔
اگرچہ باقی سارے بھی یعقوب کے بیٹے تھے ۔
مگر یوسف کا بخت و اقبال بڑھ کر تھا ۔
ہر ایک بیٹا پیغمبر کے صُلب سے تھا
لیکن یوسف ان سے زیادہ بختاور تھا

تجلی شمع حسن اس دی گئی دور
اسکی شمع حسن کی روشنی دُور تک پھیل گئی

تے کیتی روشنی اوں پاک پُرنور
اس نے ہر طرف پاکیزہ اور نورانی روشنی کردی۔

دِلے دا قوت اکھ دی روشنائی
جو دل کیلئے روحانی غذا اور آنکھ کیلئے نورانی روشنی تھا۔

ویلے ایہ بھائیاں نوں خوش نہ آئی
لیکن یہ چیزیں بھائیوں کو پسند نہ آئیں۔

یوسف نے بھائیاں کولھوں چھپا کے
یوسف نے بھائیوں سے مخفی طور پر

کیتی ہک بات پیو نوں عرض جا کے
ایک بات اپنے باپ سے جا کر التجا کی۔

میں ہوواں بھائیاں دے سر تے تاج
کہ میں اپنے بھائیوں کے سر پہ تاج کی طرح رہوں۔

ہووے میڈی تمامی خلق محتاج
اور تمام مخلوقات میری محتاج رہے!

اگے رب دے اٹھائے ہتھ یعقوب
یعقوب نے اپنے رب کے آگے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے

عطا ہویا زبرجد سوں عصا خوب
تو زبرجد جیسے سرخ رنگ کا بہت اچھا عصا عطا ہوا

جداں یوسف ڈٹھی ایہ توں بلندی
جب اللہ تعالیٰ اسے یوسف کو یہ مرتبہ ملا۔

لگی دل بھائیاں دے سخت مندی
تو اس کے بھائیوں کے دل کو یہ بات بہت بری لگی۔

رکھن پنہاں اسے دے نال کینہ
وہ مخفی طور پر اس سے کینہ رکھتے تھے۔

نہ ڈیون ذرہ باہر رازِ سینہ
اپنے سینے کے راز کو ذرہ بھر بھی ظاہر نہ ہونے دیتے۔

کیا ہوسی جے کرسن کینہ اظہار
اگر وہ کبھی اپنے کینے کو بروئے کار بھی لائے تو کیا!

ہوسن ہک روز آپ آخر شرمسار
آخر ایک دن خود ہی شرمسار ہوں گے!

یوسفؑ کا خواب میں مہر و ماہ سمیت گیارہ ستاروں کا اسے سجدہ کرتے دیکھنا، اس پر بھائیوں کا حسد کرنا!

بچہ خوش خوابے اجو مردا آرام پاوے
جب کوئی سو رہا ہو تو میٹھی نیند بھی ایک نعمت ہے

خدا دے فیض توں انعام پاوے
یوں سمجھئے کہ وہ خدا کے فیض و کرم سے انعام پا رہا ہے

ادا یوسف سُتا ہک رات پیو کول
اکھیں اس دی خواب ڈِتیاں دل دِیاں کھول
ڈِٹھس ماں پیو اتے بھائی تمامی
اگے اس دے ہجدے سارے سلامی
جو یوسف نوں ڈِتا انعام ہک رب
ہوئی پُر خندہ یوسف دی مٹھی لب
جداں یعقوب یوسف دا ڈِٹھا دِل
عجب نوشیں، شکر شیریں، مٹھا دل!
تعجب بہت ڈِکھن نال ہویا!
کہے دل نال ایہ کیا خیال ہویا!
جداں اُس خواب توں بیدار ہویا
نبی یعقوب پُچھن ہار ہویا
جو دس مینوں سبب تساں آیاں کھل دا
سُنا اسرار مجھ توں آپنے دل دا
فجر ویلے یوسف پیو نوں چتایا
جو اے بابا! میں نوں ہک سُفنہ آیا
کہیں سجھ چندر تے یارھاں تارے
کرن میڈے اگوں ایہ سجدے سارے
کہیا یعقوب جو اے نور اکھیں دا
جو آوے خواب تاں ناہیں ڈسیندا
جو ہے ماں چندر تے سجھ پیو تے تارے

ایک رات یوسف اپنے باپ کے پاس سویا ہوا تھا۔
اس نیند میں اس کے دل کی آنکھیں کھول دی گئیں
ماں باپ سمیت سب بھائیوں کو دیکھا
کہ اس کے آگے سلام کرنے کو جھکے ہیں۔
یوسف کو رب تعالیٰ نے ایک انعام بخشا۔
یوسف کے میٹھے لب مسکراہٹ سے بھر گئے!
جب یعقوب نے یوسف کے دل کی یہ حالت دیکھی کہ
وہ بہت پیارا، شہد و شکر جیسا میٹھا لگ رہا تھا۔
اسے یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔
تو دل میں سوچنے لگا، کہ یہ کیا معاملہ ہے؟
جب وہ خواب سے بیدار ہوا۔
تو نبی یعقوب اس سے پوچھنے لگا۔
کہ تو مجھے اپنی مسکراہٹ کا سبب بتا!
یعنی اپنے دل کا بھید مجھ پر ظاہر کر!
صبح سویرے اٹھ کر باپ سے جا کہا
کہ ابا جان! میں نے ایک خواب دیکھا ہے
کہ سورج چاند، اور گیارہ ستارے
یہ سب میرے آگے سجدہ کرتے ہیں۔
یعقوب نے کہا، کہ اے نورِ چشم!
اگر کوئی خواب دکھائی دے تو نہیں بتانا چاہیے!
پھر بھی چاند ماں ہے، سورج باپ ہے اور تارے

سبھے بھائی تیڈے اخواب ایہ دِچاکے	تمہارے سارے بھائی ہیں خواب سے یہی پتہ لگتا ہے !
خدا کرسی تینوں سرور انھاں دا	خدا تعالیٰ تمہیں اُن کا سردار بنائے گا۔
ہوسیں سردار تے برتر انھاں دا	بلکہ تو اُن کا آقا اور ان سے برتر ہو گا۔
آکھیس بھائیاں نوں نہ ڈسیں اِہو خواب	پھر اسے سمجھایا کہ یہ خواب بھائیوں کو ہرگز نہ بتانا۔
جیکر نہ تاں کریسن رنج بے تاب	ورنہ وہ بہت مغموم و بیتاب ہوں گے۔
نہیں لائق کرنا ایہ راز اظہار	اس لئے اس راز کا اظہار کرنا مناسب نہیں۔
متاں بچیا رگی تینوں سٹن مار	شاید تمہیں اچانک مار ہی نہ ڈالیں۔
اُنھاں دی بھین نوں کیتی کہیں گل	ان کی بہن کو کسی طور پتہ چلا۔
پھر اداں نوں کیتی اس جا بھکے وَل	تو اس نے پھر بھائیوں سے جا کہی !
سُنڑی جاں بھائیاں ایہ گاہلہ ساری	جب بھائیوں نے یہ سارا ماجرا سُنا۔
مارن یوسف دے لوں کیتی تیاری	تو یوسف کے مار ڈالنے کی تیاری کی۔
کہن یارو کوئی تدبیر کیجیے	آپس میں کہتے کہ یارو ! کوئی تدبیر کی جائے۔
کِدڑے باہر لے جا کے مار دیجیے	کہیں باہر لے جا کے اسے مار ڈالیں۔
کہیا ہک مارنا ہے خوب ہر طور	ایک بھائی نے کہا اگرچہ مار ڈالنا ہی بہتر ہے
کہیا لائق نہیں ڈُجھے تے وی جور	مگر کسی دوسرے پر ظلم کرنا بھی تو ٹھیک نہیں۔
کہیا ہک جنگلاں وَل لے چلائیں	اس پر دوسرے نے کہا کہ اسے جنگل میں لے جائیں
نہر تے شیر دا لقمہ کرائیں	یوں اسے بھیڑیے یا شیر کا لقمہ بنا دیں
کہیا ہک جے کوئی کھوہ لبھائیں	ایک دوسرے بھائی نے کہا کہ اگر کہیں کوئی کنواں ملے
اسے وچ جا بکے یوسف نوں پائیں	تو جا کے یوسف کو اس میں پھینک دیں۔
سُخن آخر ایہو ہویا مقرر	آخر یہی بات سب نے طے کی۔
جو یوسف نوں سٹ آئیے کھوہ اندر	کہ یوسف کو کنوئیں کے اندر ہی پھینک آئیں

قصہ کوتاہ اوڑک پیو کولھ آئے
تلافی دے سخن ہر ہک چلائے
جو یوسف ڈے اساڈے نال نائیں
ڈیکھے جنگل ہووے خوشحال سائیں!
یوسف نِس جنگلاں وَل لے جو جائیں
چرائیں بکریاں خوشِ دِل ہو آئیں
کہیا یعقوب نے ایہ گل نہ بھاوے
بھیوان قربان متاں اس نہر کھاوے!
کہن سارے اساں جو نال سائیں!
یوسف بھائی نوں کیوں کھاسن بلائیں
نہیں بگھیاڑ، تو ڈے شیر ہووے
اساڈے زور توں سب زیر ہووے
جڈاں یعقوب اس گل نوں کچھا تا
عذر آکھن کنوں ہویا چپا تا
تے فرمائیس وچھوڑے دے حوالے
اگوں ڈیکھاں انہاں دی کہجی چالے
جڈاں یعقوب یوسف نوں چلایا
فلک آکھیا جو اِس عقلوں بھلایا
گیا افسوس یوسف ویریاں نال
ہوئے ویری بہوں خوش وقت خوشحال
ہک آہی بھین یوسف دی سیانڑیں
کہیس بابا تیں کیتی گل ایانڑیں

قصہ کوتاہ، بالآخر باپ کے پاس آئے۔
ہر ایک نے چاپلوسی اور خوشامد کی بات کی۔
کہ جنابِ والا! یوسف کو ہمارے ساتھ کر دیجئے
تاکہ وہ جنگل کی سیر کر کے محظوظ و مسرور رہو۔
یوسف کو جنگلوں کی طرف لے جائیں گے۔
وہاں بکریاں چرا کر دلوں کو خوش کر آئیں گے۔
یعقوب نے کہا، یہ بات ٹھیک نہیں جچتی۔
قربان جاؤں، کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔
سب نے کہا کہ جناب جب ہم ساتھ ہوں گے
تو یوسف بھائی کو کیونکر بلائیں کھا سکیں گی؟
بھیڑیا تو کجا، شیر ہی کیوں نہ آ جائے۔
ہماری طاقت کے آگے سب ہیچ ہیں۔
جب یعقوب کے دل کو اس بات نے مطمئن کر دیا۔
تو عذر بہانے کرنے سے خاموش رہا۔
بچھڑ جانے کی فکر کے حوالے سے فرمانے لگے
خدا جانے یہ کیا چال چلتے ہیں؟
جب یعقوب نے یوسف کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔
تو فلک نے کہا، کہ یعقوب عقل کھو بیٹھا ہے!
افسوس کہ یوسف بیری بھائیوں کے ساتھ ہو لیا
وہ دشمن بہت مسرور و خورسند ہوئے۔
یوسف کی ایک سیانی بہن تھی۔
اس نے کہا، کہ اباجان آپ نے کیسی بھولی بات کی ہے!

تے یوسف کوں کھتا ہیں جا پرسین!
تیڈے میڈے کنوں فارغ کریسن
جڈاں یوسف گیا بھر بھین رووے
مارے کوکاں تے کر کر وین ڈ رووے
سڈے یوسف دے تائیں صدقے نیڑے
مُڑ آ بھائی نہ جائیں تُوں پریرے
اوڑک یعقوب وی اُس نال آیا
تاں وی یوسف اُنہاں نظر نہ آیا
نظر یعقوب دی جتھ آندی آہی
محبت نال سکے جاندی آہی
جڈاں اکھیں کنوں ہوئے پریرے
وڑے وچ جنگلاں او کردے ڈیرے
متھے تے جوڑ کے مارن چماٹے
ٹورن کنڈیاں اُتے تلیاں پڑاتے
ہوئے دشمن ٹورن کنڈیاں تے نالے
وہن تلیاں کنوں رتوں دے نالے
ڈیون دھکے جڈاں ہووے اگیرے
تے لاون چاٹ جو رہوے پچھیرے
جے کر ہووے برابر، کن مروڑن
ڈیون جھڑکاں اتے مُنہ سخت جوڑن
جو دامن نال زاری دے پھڑ بندا
سو ہر ہک نال خواری دے مریندا

وہ یوسف کو کہیں پھینک آئیں گے۔
تجھے اور مجھے اس کے فراق میں ڈال دیں گے۔
جب یوسف ہاتھوں سے نکل گیا تو بہن نے سر پیٹا۔
چیخی چلائی اور بین کر کر کے روئی۔
یوسف کو بلاتی کہ تجھ پر واری جاؤں
اے بھائی! واپس آ جاؤ دُور نہ جانا۔
بالآخر یعقوب بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔
تب بھی انہیں یوسف نظر نہ آیا۔
یعقوب کی نظر جہاں کہیں پہنچتی
تو محبت و شفقت اس کے ہمراہ ہوتی۔
جب وہ بھائی نظروں سے دُور ہو گئے۔
تو جنگلوں میں ڈیرے لگاتے پھرے۔
اس کے ماتھے پر زور سے پیٹتے۔
اور کانٹوں پر تلوے زخمی کرا کر چلاتے۔
وہ دشمن بن کے ساتھ ہی کانٹوں پر چلاتے،
اس طرح اس کے تلووں سے خون کی ندیاں بہنے لگیں۔
جب ذرہ آگے ہو جاتا تو دھکے دیتے۔
اگر پیچھے رہ جاتا تو چانٹے مارتے۔
اگر ایک برابر چلتا تو کان مروڑ دیتے۔
جھڑکیاں دیتے اور چہرے سے سختی کا اظہار کرتے،
اگر وہ آہ و زاری کے ساتھ اپنا دامن چاک کرتا
تو ہر ایک بھائی اسے ذلیل کر کے پیٹتا۔

جے بھائی کہہ کے جنیدے کولھ جاوے
کسی تائیں نہ موے ترس آوے
جداں نو میدہویا بھائیاں تھوں
کرے فریاد وزاری آسماں نوں
نہ آہی ہک پلک ساڈی جدائی
کجائی! اے پدر! آخر کجائی؟
نہیں ویندی جو سر میڈے تے آئی
زحال من چنیں غافل چرائی؟
جڈاں ہیں ہتھوں لتساں شفقت اُٹھائی
جو سر میڈے تے ایہ آفات آئی
نظر کر ڈیکھ زلفاں کالیاں نوں
محبت نال شوقاں پالیاں نوں
ڈیکھو اج آیا ہاں ہتھ ویریاں دے
جھکن سب وال زلفاں میریاں دے
منور مُنہ مبارک مہر دے وانگ
ہویا رخ زلف سوں لالہ سیہ وانگ
ڈیکھو گلزار اس رخسار دا اے
جونئیں ہتھاں کرم دے نال پالئے
ڈیکھو پیراں دیاں گل وانگ تلیاں
سراسر لطف تیڈے نال پلیاں
ٹرن ہک ہک قدم دھرتی تے ننگیاں
ڈیکھ اج کیں طرح رت نال رنگیاں

اگر وہ بھائی سمجھ کر کسی کے پاس جاتا۔
تو کسی کو بھی اس پر ہرگز ترس نہ آتا۔
جب بھائیوں سے نا اُمید ہو گیا۔
تو آسمان سے فریاد و زاری کر کے کہتا۔
کہ ہم ایک پل کیلئے بھی جدا نہ ہوتے تھے۔
اے باپ تو کہاں ہے؟ آخر کدھر چلا گیا ہے؟
جو میرے سر پہ آئی ہے وہ ٹلنے کو نہیں آتی!
میرے حالِ زار سے اس قدر غافل کیوں ہو گیا ہے؟
اگر مجھ پر سے اپنی شفقت کا ہاتھ اٹھا لیا ہے
تو اتنا تو دیکھئے کہ میرے سر پہ کیسی آفت ٹوٹی ہے!
ادھر دیکھئے، میری کالی زلفوں پر نگہ ڈالئے!
انھیں آپ نے بڑے چاؤ سے پالا پوسا تھا
دیکھئے کہ آج میں دشمنوں کے ہاتھ لگا ہوں
سب میری زلفوں کے بال نوچ رہے ہیں۔
جو چہرۂ مبارک مہر و ماہ کی طرح نورانی تھا۔
زلفوں سے لالہ کی طرح سیاہ داغ ہو گیا ہے
پھولوں جیسے رخسار والے اس محبوب کو دیکھئے
جسے آپ نے محبت و شفقت کے ہاتھوں پالا تھا۔
دیکھئے کہ میرے پاؤں کے پھولوں جیسے ملائم تلوے
جنھیں آپ سراسر لطف و کرم سے سہلاتے رہتے تھے
ایک ایک قدم دھرتی پر ننگے پاؤں چل رہے ہیں!
دیکھئے کہ آج کس طرح خون سے لت پت ہیں۔

روون جنگل جو اُہ بھائیاں ڈا حالے
پتھر رو رو کے تن من جال چالے
جدّاں یوسف پکارے عرش ہلّے
جدّاں روے زمین دا فرش ہلّے
روون ست آسمان تے ست ستارے
روے کرسی تے لوحاں حرف سارے
ایویں آون سبھے پینڈا کریندے
تے یوسف نوں ایویں آزار ڈیندے
نہ دشمن نال وی دشمن کریندے
سبھے بھائی تائیں بھائی مریندے
جو اچن چیت اگوں ہک کھوہ آیا
ٹرن ٹوں کولھوں انھاں آرام پایا
اہا اُس کھوہ وچ ڈاہڈا اندھارا
عقل انّدھا رہے انھاں بیچارا
جدّاں اس کھوہ دے آئے کنارے
جو یوسف نوں سٹن اندر انّدھارے
کہے بیچارہ رب نوں کر کے فریاد
جو یارب! بھائیاں دی ڈیکھ بیداد
کرے زاری اتے آہیں وی نالے
وہن اکھیں کنوں ہنجوں دے نالے
نہ ترس آیا ذرہ جو بھائیاں نوں
ہتھوں رسّہ گھتونے باہنیاں نوں

جنگل تک رو رہے ہیں کہ بھائیوں نے کیا سلوک کر رکھا ہے
پتھر نے بھی رو رو کر اپنا حال بے حال کر رکھا ہے
جب یوسف آہ و بکا کرتا تو عرش تک ہل جاتا۔
جب روتا تو زمین کا فرش کانپ اُٹھتا۔
ساتوں آسمان، اور ساتوں ستارے آنسو بہاتے،
عرش کرسی بھی روتی اور لوح الختی کے سارے حرف بھی روتے،
اسی کیفیت کے ساتھ سبھی سفر کرتے
اور یوسف کو اس طرح آزار پہنچاتے آ رہے تھے۔
ایسا سلوک تو دشمن بھی دشمن کے ساتھ نہیں کرتا۔
کہ سب بھائی اس بھائی کی جان کے درپے تھے
جب اچانک ان کے آگے ایک کنواں آیا۔
چلنے سے انھوں نے قدم روک لئے۔
اس کنوئیں میں حد سے زیادہ اندھیرا تھا
وہاں عقل بیچاری کو بھی کچھ نہ سوجھتا۔
جب اس کنوئیں کے منڈیر پر آئے۔
تا کہ یوسف کو اس کے اندھیرے میں پھینک دیں،
تو وہ بھی رب سے فریاد کر کے کہنے لگا۔
کہ اے اللہ تعالیٰ! بھائیوں کے ظلم بھی دیکھ!
اس نے فریاد و زاری کی اور آہیں بھریں۔
آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہتیں
مگر بھائیوں کو ذرہ بھر ترس نہ آیا۔
الٹا اس کی باہنوں کو رسی سے جکڑ دیا۔

لہو نے پیرہن تن پاک کو ٹھوں
پاکیزہ جسم سے پیراہن بھی اتار لیا

اسے غمناک تے دل چاک کو ٹھوں
یعنی اس غمناک و پردرد یوسف کے بدن سے !

کنارے توں اڈرک تلے چھوڑ لیونے
آخرکار اسے کنوئیں کے منڈیر سے نیچے اتارا

اجٹ اودھاں اہا رسہ کپیونے
ابھی ادھر کو ہی تھا کہ رسی کاٹ دی گئی

خدا روح الامیں نوں حکم کیتا
خدا تعالیٰ نے روح الامین کو حکم دیا۔

جو پھڑ لے جلد میڈا یار میتا !
کہ جلدی سے میرے محبوب بندے کو تھام لے !

شتابی پھڑ لیا جبریل یوسف
جبرائیل نے جلدی سے یوسف کو تھام لیا۔

توقف، بے توقف، بے توقف !
بغیر توقف و تاخیر کے! بغیر وقت ضائع کئے کے !

یوسف نوں، بے کے پتھر تے بہایا
یوسف کو تھام کر نیچے ایک پتھر پر بٹھا دیا

جو پانڑیں بھوں لُسے اللہ بچایا
اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے پانی میں ڈوبنے سے بچا لیا،

تے پہنایس انہے پیراہن اس نوں
اس کے بعد اس کو وہ پیراہن پہنا دیا گیا۔

جو ابراہیم نوں آیا بہشتوں
جو حضرت ابراہیم نے بہشت سے بھیجا تھا۔

جو اس توں بھاوی بیزار ہوئی
اور جس پر آگ بھی عمل نہ کر سکی تھی۔

غلط آکھیم سبھو گلزار ہوئی
صحیح بات تو یہ ہے کہ خود آگ ہی گلزار بن گئی تھی !

یوسف دے نال ہا اد پاک پیوند
اب یوسف کے جسم پر یہ پاک کپڑا تھا۔

اتے بازو دے وچ تعویذ دلبند
اس کے بازو پر دلبند میں محفوظ تعویذ بندھا تھا۔

تے پچھے آکھیس جو اے مہجور غمناک
اس کے بعد جبرائیل نے کہا کہ اے مہجور و غمناک یوسف !

سلام آہدے تیڈے تائیں خدا پاک
خدا تعالیٰ نے تجھے سلام کہا ہے !

تے فرمائیس جو اے محبوب میڈے
اور فرمایا ہے کہ اے میرے محبوب !

ایہے کرساں سبھے محتاج تیڈے
یہ سب آدمی تیرے محتاج بنا دوں گا !

انھاں نوں جانڑسیں توں ہر طرح نال
تو انھیں ہر لحاظ سے پہچان لے گا۔

تیکوں نہ جانڑسن او قدر ہک وال
مگر یہ تجھے بال برابر بھی نہ پہچان پائیں گے

اُنھاں دے ظلم اُنھاں دے پیش آسن
تے صورت آپڑیں مخفی کراسن
جداں یوسف سُنڑی جبریل دی اگل
گئی محنت اتے سختی سبھا ٹل
جداں ویری مڑے گھر دی طرف پھیر
گھِدونے ہِک بگھیاڑ نوں گھیر چوفیر
منا نڑیں لوں لیونے نال بھر کے
اُہا چولے گئے اس حال بھڑ کے
تہ دے مُنہ لہو کوں چا ملیونے
جو یوسف نوں اسے کھادا اکھیونے
بھریونے پیرہن رت نال سارا
ہویا تہمت زدہ ہِک بچارا
پٹیندے روندے آئے ول شہر نوں
جو ہے کیوں نہ کتوسے موڑ جھر کوں
اوڑک آئے شہر دے کول سارے
کدِھن آہیں کرن کوڑے پسارے
گئے ساں کیوں اسیں ہاہے شکاراں
جو یوسف پھڑ کے چا کھادے بگھیاڑاں
یوسف نوں کھا بگھیاڑاں پیا شور
اکھن ایہو سخن بن گئن بگھیاڑ زور
لگا یعقوب تائیں تیر کاری
لگی دل بھاہ تے اکھیں اندھاری

ان کے ظلم انہی کے پیش آئیں گے۔
یہ اور بات کہ وہ کسی دوسری شکل میں ہوں گے
جب یوسف نے جبرائیل کی بات سُنی
تو سب تکلیف و مصیبت ٹل گئی۔
جب دشمن بھائی گھر کی طرف واپس آرہے تھے
تو ایک بھیڑیئے کو چاروں طرف سے گھیر لیا،
بیچارے کو بندوق کی نالی بھر کر داغی
اس طرح ایک بے گناہ کو پکڑ کر
اس کے منہ کو لہو لگا دیا گیا۔
اور جا کہا کہ یوسف کو اسی بھیڑیئے نے کھا لیا ہے
سارا پیراہن خون سے لتھڑا لیا تھا۔
اسی بہانے بیچارے بھیڑیے پر تہمت لگا دی،
پھر روتے پیٹتے شہر کو واپس آئے۔
کہ ہائے وائے ہم نے ندامت سے جنگل کی راہ کیوں لی؟
آخر کار وہ سب شہر کے بالکل قریب آئے۔
آہیں کرتے تھے اور جھوٹی باتیں گھڑتے تھے۔
ہائے ہائے! ہم شکار کھیلنے کیوں گئے تھے۔
کہ اس طرح بھیڑیوں نے یوسف کو پکڑ کر کھا لیا ہے
شور و غل اٹھا کہ یوسف کو بھیڑیوں نے کھا لیا ہے
لوگ یہی کہتے پھرتے کہ اب بھیڑیئے کی طاقت ور بن گئے ہیں
یعقوب کو اس بات سے کاری تیر لگا،
دل جل کے رہ گیا اور آنکھوں پر اندھیرا چھا گیا

ہجر کولکھوں کجھ رو رو کے یعقوب
جو ہے، ہے، کیوں ڈتا میں لعل محبوب
جو یارب میل ملیں او مسافر
جو کیتم ہجر دے ایں درد کافر
کو یوسف کوں ملا دے آ پکڑ کے
جو دل یعقوب دا اُس کان پھڑکے
ہجر کے سُول توں سب جان کڑکے
جیویں بجلی اُوتوں اسمان کڑکے
نبی رو رو کے اکھیں توں ونجایا
اجے تائیں فراق اوڑک نہ آیا
رو دے پربھات سیں اوڑک تائیں
تمامی رات سُوں پربھات تائیں
سجھ اٹھریں نال گھن تے روشنائی
شتابی چھپ گیا، ظلمات آئی
پئی جاں رات غم والی جہاں تے
تھئی یکساں غریباں تے شہاں تے
اگے کوئی زمانے نیک ہوئے
تہڑدی کردے آہے گفتگوئے
کہیا یعقوبؑ اے نہرا بگھیارا
ڈسا مینوں یوسف دا احال سارا
توں کیوں کھادا میڈے فرزند تائیں
میڈے فرزند تے دلبند تائیں

ہجر میں رو رو کے یعقوب کہے۔
کہ ہائے وائے! میں نے اپنا نورِ نظر ان کے ساتھ کیوں کر دیا تھا؟
یارب! مجھے وہ بھٹکا ہوا مسافر ملا دے!
کہ جس کے دردِ ہجر نے مجھے کفران میں ڈال دیا ہے
کوئی تو یوسف کو پکڑ کر آ ملائے۔
کہ یعقوب کا دل اس کیلئے تڑپ رہا ہے۔
ہجر کے درد سے تمہاری جان اس طرح ٹوٹ رہی ہے
جیسے آسمان سے بجلی کڑکتی ہے۔
نبی رو رو کر آنکھیں ضائع کر بیٹھا۔
پھر بھی بچھڑا ہوا بالکل نہ مل پایا۔
وہ صبح صادق سے لیکر رات تک روتا رہتا!
ساری ساری رات، بلکہ صبح صادق تک!
سورج اپنی روشنائی ساتھ لپیٹ کے
جلدی سے چھپ گیا اور اندھیرا چھا گیا۔
جب غمناک رات اس دنیا پر چھا گئی۔
تو غریبوں اور بادشاہوں کی حالت ایک جیسی ہوگئی
اگلے زمانے کوئی اچھے ہوتے تھے۔
کہ بھیڑیے بھی باتیں کرتے تھے۔
یعقوبؑ نے کہا کہ اے بھیڑیئے بگھیارے!
مجھے یوسف کا سارا حال سنا۔
تو نے میرے فرزند کو کیوں کھایا ہے؟
وہ تو میرا فرزند دلبند تھا۔

نہ آیا ترس اے بے ترس تینوں	اے ظالم! تجھے اس پر ترس بھی نہ آیا۔
کیویں کھاواتوں میڈے گلبدن نوں	تو نے میرے پھول سے بدن والے بیٹے کو کیسے کھایا؟
ڈتا پاسخ ڈہر بھیر عاجزی نال	بھیڑیے نے عاجزی سے جواب دیا۔
جو مولا میں نہیں کھادا تیڈا بال	کہ اے مالک! میں نے تیرے بیٹے کو نہیں کھایا
نہ کیوں کھاوسی پیغمبراں نوں	بھلا بھیڑیا پیغمبروں کو کیسے کھا سکتا ہے؟
نہیں جمیا جو کو کھاوے انھاں نوں	کوئی بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جو انہیں کھائے!
خدا دے دوست تائیں کو جو کھاوے	اگر کوئی خدا تعالیٰ کے دوست کو کھائے
خدا دا قہر سرتے کون چاوے!	تو خدا کے قہر کو اپنے سر پر توڑتا ہے
خدا دا قہر سرتے کون جھلے	خدا کا قہر اپنے سر پر کون سہہ سکتا ہے۔
قیامت روز کھاوے کون کھلے	قیامت کے دن کون جوتوں کی مار کھائے۔
میں بھکا سُتا ساں وچ جنگلاں دے	میں جنگلوں میں بھوکا سویا پڑا تھا
جو انھاں پھڑ لیا وچ چنگلاں دے	جو انہوں نے مجھے اپنے پنجوں میں جکڑ لیا۔
میڈا سر مُنہ تے بازو تا بو کر کے	میرا سر منہ اور بازو باندھ کر
میں عاجز نوں ایہ گھن آئے نیں پھڑ کے	یہ لوگ مجھ عاجز کو پکڑ کر لے آئے ہیں
میکوں ہے آپڑاں ارمان ڈاہڈا	مجھے تو اپنی بیحد ندامت کھائے جاتی ہے۔
میڈا دل تیں کنوں حیران ڈاہڈا	میرا دل تو تجھ سے بھی زیادہ پریشان ہے۔
ونجایا لعل ہے میں وی وانگ تیڈے	تیری طرح میں نے بھی اپنا لختِ جگر کھویا ہوا ہے
فراق اس دی لگی تن سانگ جیڈے	اس کے فراق سے میرے سینے میں تیر سا چبھا ہوا ہے
میں اڑیں لعل نوں پھِر واں ڈھونڈیندا	میں اپنے پیارے بیٹے کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔
کارن اُس لعل دے پھر داں پٹیندا	اسی لعل کی خاطر روتا پیٹتا پھرتا ہوں
بلخ ہے ملک میڈا تے بخارا	میں ملک بلخ اور بخارا کا رہنے والا ہوں۔
میں ہاں بیشک مسافر تے بیچارا	میں بلاشک ایک بیچارہ مسافر ہی ہوں!

نبی جی، میں نہیں تقصیر کمائی
میڈے سر تے قضا تہمت چا پائی
جے چاہیں مار خنجر پیٹ میڈے
جو تاں ہووے تسلّی قلب تیڈے
نبی جاتا نہڑ ناہیں گنہگار
اساڈے وانگ ہے غم دا گرفتار
کنوں گل نہڑ دے سنگل کٹا لیس
تے اس نوں طرف جنگل دے چلا لیس
نبی جاں چھوڑیا مسکیں نہڑ نوں
نہڑ وی منہ رکھیا چا پھیر گھر نوں

اے نبی! مجھ سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا
بدقسمتی سے میرے سر پر تہمت جڑ دی گئی ہے۔
اگر آپ چاہیں تو میرے پیٹ میں خنجر گھونپ دیجئے
تاکہ کسی طور آپ کے دل کو تسلّی ہو!
نبی نے جانا کہ بھیڑیا قصوروار نہیں،
یہ بھی ہماری طرح غم میں مبتلا ہے
اس نے بھیڑیئے کے گلے سے رسی کٹوا دی
اور اسے جنگل کی طرف ہانک دیا۔
نبی نے جب بیچارے بھیڑیے کو چھوڑا
تو اس نے بھی پھر اپنے گھر کا رُخ کیا۔

بھیڑیوں کا اپنی برأت کیلئے قسم کھانے کو یعقوب علیہ السلام کے پاس آنا

چلو عبدالحکیما! نا چلائیں
نبی یعقوبؑ دی زیارت کرائیں
بگھیاڑاں سمجھیا یوسف تھیئے گُم
ہئی نہڑاں دے وچ جل کے ایہا دُھم
نہڑ نے چا ہم کیتے قبیلے
آؤ یار دنڑو میڈے دسیلے
جو پیغمبر گماں رکھدا اساں تے
میڈے فرزند نوں کیتا ایاں نے
تے ڈیکھے نال غیرت دے اساں نوں
ہٹیسے پاڑ ساڈی اس مکاں توں

آیئے اے عبدالحکیم، آؤ چلیں
نبی یعقوبؑ کی زیارت کر آئیں۔
بھیڑیوں کو گمان تھا کہ یوسف گم گیا ہے
بھیڑیوں میں اسی بات کا چرچا تھا۔
بھیڑیے نے سارے قبیلے اکھٹے کر لئے۔
کہ اے دوستو! آؤ اور میرا سہارا بنو،
پیغمبر ہم پر گماں رکھتا ہے۔
کہ ہم نے اس کے بیٹے کو چبا ڈالا ہے۔
وہ ہمیں دشمنی کی نظر سے دیکھتا ہے۔
وہ اس جہاں سے ہماری بنیاد اکھاڑ دے گا۔

کرلیسی بد دعائیں تے ستیسی
دوزخ دی بھا وچ سبھناں سٹ دیسی
چلو یعقوبؑ دی خدمت چلائیں
کرائیں قصہ تے سچے ہو آئیں
کرن ہک دوسرے نوں اوہ پکاراں
نہر ہک جا ہوئے لاکھاں ہزاراں
نہر پئے دینڈے ہین نردار کرنڑیں
ڈیکھاں کس آدمی سر خون دھرنڑیں
ہگئے در تے صفاں کر کے کھلوتے
جو تہمت نال اساں سارے پروتے
ہاتھاں بنھ کے کھلوتے آن سارے
کرن ہاڑے اتے آکھن بیچارے
نبی جی مار بھاویں کٹ اسانوں
اتنے کر خوار بھاویں لٹ اسانوں
نہیں کوئی اساں وچ آدمی خوار
جو کھاوے ہا یوسف نوں ڈکے آزار
کہیا یعقوب جو فرزند میرا
تساں کھاوے، چھوڑ ہن جھگڑا جھیڑا
سنڑی نہراں جداں یعقوب دی گل
ہوئے کولے سبھے حیرت کنوں جل
زمیں تے ڈھ تے زار زار رووَن
گنہ کولھوں کیویں بیزار ہووِن

وہ ہمیں بد دعائیں دے گا اور ستائے گا۔
ہم سب کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیگا۔
آؤ یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں چلیں
اسے صحیح حالات جا بتائیں اور اپنے کو سچا ثابت کریں
انھوں نے ایک دوسرے کو للکارا۔
ایک جگہ لاکھوں ہزاروں بھیڑیئے اکھٹے ہوگئے۔
بھیڑیئے انصاف کرانے جا رہے تھے
یہ دیکھنے کہ قتل کا ذمہ دار کون ٹھہرتا ہے؟
یعقوبؑ کے در پر گئے اور قطاروں میں کھڑے ہوگئے
کہا کہ ہم سب پر ایک تہمت جڑ دی گئی ہے
سب دست بستہ آ کھڑے تھے۔
بیچارے چلاتے اور کہتے۔
کہ اے نبی! چاہے ہمیں مار ڈال چاہے پیٹ ڈال،
چاہے ہمیں ذلیل و خوار کر، چاہے ہمیں لوٹ لے!
ہم میں تو کوئی بھی آدم خور نہیں ہے
جو یوسفؑ کو ایذا پہنچا کر کھا جاتا۔
یعقوبؑ نے کہا کہ میرا بیٹا،
تم نے ہی کھایا ہے، چلو چھوڑو اس قضیئے کو!
جب بھیڑیوں نے یعقوبؑ کی یہ بات سنی!
تو سب حیرانی کی آگ میں جل کر کوئلہ ہوگئے۔
زمین پر گر کر زار و قطار رونے لگے۔
کہ کس طرح گناہ سے بریت ظاہر کریں۔

چاوِن قسماں خدا دیاں جلّہ شان
خدائے جلّ شانہٗ کی قسمیں اٹھانے،

جو ہے کوڑیاں اتے غضب اللہ رحمان
کہتے کہ جھوٹوں پر خدائے رحمان کی لعنت!

قسم رب دی اساں کھادا نہیں مول
خدا کی قسم کہ ہم نے اسے بالکل نہیں کھایا۔

جسے کھادا اُسے نوں پوسیا سُول
جس نے بھی کھایا ہے اسے پیٹ کا درد اُٹھے گا۔

اساں معلوم ہے یوسفؑ دا احوال
ہاں ہمیں یوسفؑ کے حال واحوال کا پتہ ہے

دے ظاہر کردں کیوں کر ایہا گال
مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کیسے ظاہر کریں!

تساں نوں صبر کرنا خوب ہوسی
آپ کو صبر کرنا ہی زیب دیتا ہے،

وصول اس صبر سوں محبوب ہوسی
اسی صبر کے طفیل ہی آپ کو پیارا بیٹا ملے گا۔

جے بالفرض ایہ دسوں تاں چغل ہووں
اگر بالفرض ہم بتائیں تو چغلخور کہلائیں گے،

قیامت سُرخرو کیونکر کھلووں
اور قیامت کے دن عذاب سے کیونکر بچ سکیں گے

نبی جی ہے چغل دا احوال معلوم
نبی جی! چغلخور کا انجام معلوم ہے،

جو ہوسی رحمتوں ملعون محروم
کہ وہ ملعون رحمتوں سے محروم کر دیا جائیگا۔

سُنڑی یعقوبؑ جاں ایہ گال اُنھاں تھیں
جب یعقوبؑ نے ان کی یہ بات سنی۔

کیتا رخصت شتابی نال انھاں نوں
تو فوراً ان کو چلے جانے کی اجازت دے دی۔

کیتے رخصت نبی ہو کے رضامند
نبی نے اپنی رضامندی سے انہیں اجازت دے دی تھی

کیتا بگھیاڑاں مُڑ گھر دی طرف بند
اس لئے بھیڑیوں نے گھر کا سفر آغاز کیا۔

نہر رخصت ہوئے چلے گھراں نوں
بھیڑیے رخصت ہوئے گھروں کو چل دیئے۔

ہوئے جو سرخرو تے پچھاں نوں
یوں سرخرو ہو گئے تھے اس لئے واپس آ گئے۔

ایک قافلے کا اُدھر آنکلنا اور یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکالنا

نہر عبدالحکیما! گئے گھراں ول
اے عبدالحکیم! بھیڑیے تو اپنے اپنے گھروں کو گئے

توں کوئی قافلہ کھوہے دے سر گھل
اب تو کوئی قافلہ کنوئیں پر بھیج!

الٰہی توں کریں لطف ظاہر
خدایا! تو نے ہی کوئی لطف و کرم کرنا ہے۔

تے یوسف نوں لے آسیں پھیر باہر
رہا وچ کھوہ دے ترئے روز یوسف
ہویا ماہ وانگ چاہ افروز یوسف
آیا چوتھے ڈیہاڑے قافلہ گھیر
شہر مدین کنوں اس کھوہ دے پھیر
خدا اسباب یوسف دا بنڑایا
جو آیا قافلہ کھوہے ستے آیا
جداں چوڑے خدا اسباب لوکا
سٹیا وچ کھوہ دے ہک ہور بوکا
شتابی جبرئیل آمین آیا
تے وچ بوکے دے یوسف نوں بہلایا
جداں اس مرد نے بوکا ہلایا
اگے کولوں بھریرا نظر آیا
جداں بوکا کھوہے توں باہر آیا
وچوں ہک ماہِ تاباں نظر آیا
حبیبِ بارگاہِ لایزالی!
عزیزِ شاہ مصرے لا اُبالی!
جداں اس ماہ دا دیدار پایس
کناں آواز یا بشرا دا آیس
بشارت بادزیں مہوش غلامے
غلامے خوش کلامے، نیک نامے
جو جیئوں کھوہ کنوں قادر ڈلوایا
تے دل بے رنج تیں ایہ گنج پایا،

اور یوسف کو کنوئیں سے باہر نکالنا ہے
یوسف کنوئیں میں تین دن تک رہا۔
یوسف نے ماہ نخشب کی طرح کنوئیں کو روشن کر رکھا تھا۔
چوتھے دن ایک قافلہ ادھر آ نکلا۔
اسے شہر مدین سے اس کنوئیں کے منڈیر پر آنے کا اتفاق ہوا تھا
کیونکہ خدا نے یوسف کیلئے ایک وسیلہ بنانا تھا
اس نے یہی قافلہ اس کنوئیں پر آ اترا۔
اے لوگو! خدا تعالیٰ نے ایک سبب پیدا کیا کہ
جب دوسری مرتبہ اس کنوئیں میں چرڑے کا ڈول ڈالا گیا۔
تو جلدی سے جبرائیل امیں پہنچا۔
اور اس نے یوسف کو ڈول میں بٹھا دیا
جب اس آدمی نے ڈول کھینچا،
تو پہلے سے زیادہ بھاری محسوس ہوا،
جب ڈول کنوئیں سے باہر آیا۔
تو اس میں ایک چمکتا ہوا چاند نظر آیا،
یہ خدائے لم یزل کی بارگاہ کا پیارا بندہ تھا!
جو مصر کے بادشاہ کا چہیتا مصاحب بننے والا تھا
جب اس نے اس چاند کا جلوہ دیکھ
تو اس کے کانوں میں آواز آئی کہ اے بشریٰ!
چاند جیسی شکل والے اس غلام کی مبارک ہو!
یہ غلام خوش کلام بھی ہے اور نیک نام بھی!
جسے تمہیں قادر مطلق نے کنوئیں سے دلایا ہے!
پھر یہ خزانہ تو نے بغیر کسی محنت کے پایا ہے!

جدّاں آندا ڈِٹھس بخت آپڑیں وَل
جب اس نے بخت کو اپنی طرف لپکتے دیکھا۔

چھپا کے لے گیا رخت آپڑیں وَل
تو یہ اثاثہ اپنے خیمہ میں چھپا کر لے گیا۔

اُوں دے حاسد بھراوی کول آہے
اس کے حاسد بھائی بھی کہیں قریب ہی تھے۔

جو یوسف دی کر بندے ٹول آہے
جو یوسف کا تمسخر اڑاتے رہتے تھے۔

ہمیشہ انتظار آہے کریندے
ہر وقت اسی انتظار میں تھے۔

یوسف نوں کون اوڑک آ ڈھونڈیندے
کہ آخر کار یوسف کو کون ڈھونڈھ نکالتا ہے!

جو ہوسی کیویں آخر ایں سخن دا
اور اِس معاملے کا انجام کیا ہوتا ہے؟

یوسف دا حال جیوݨ یا مرݨ دا
یوسف زندہ بچ نکلتا ہے یا کنوئیں میں ہی رہ جاتا ہے!

کھوہے تے قافلہ آیا ڈِٹھونے
انھوں نے کنوئیں کے پاس قافلہ آیا دیکھا،

تاں کھوہ تے نام یوسف دا سڈیونے
تو کنوئیں پر آکر یوسف کے نام سے آواز دی۔

جدّاں کھوہے کنوں آئی نہ آواز
جب کنوئیں سے جوابی آواز نہ آئی۔

کیتونے قافلے دی طرف پرواز
تو قافلے کی طرف دوڑ پڑے۔

ڈھونڈھیندیاں جاں یوسف نوں اَ لدھونے
تلاش کرتے کرتے یوسف کو پالیا۔

جو ہے بانہدا اساڈا" آکھیونے
تو آ کر کہا کہ یہ تو ہمارا غلام ہے۔

جدّاں خدمت کرݨ ڈِتھیں سُست ہووے
جب کام کرنے میں سستی کرتا ہے۔

پچھے نسݨ دے اوپر چُست ہووے
تو پھر بھاگ نکلنے کو چست ہو جاتا ہے۔

جے کر گھنو اساں اِس نوں ڈِچیسوں
اگر آپ لینا چاہیں تو ہم اسے بیچ دیں گے۔

توڑے تھوڑا جہاں ڈیوو تاں گھنیسوں
تھوڑی رقم بھی دو گے تو لے لیں گے۔

ڈِتے تھوڑے جہے مالک نوں پیسے
قافلے والے آدمی نے تھوڑی سی رقم اس کے مالک کو دیدی،

جیکوں ڈِتے ہووے خدا، بندہ کیا ڈیسے
جسے خدا ایسی ہستی دے وہ بندہ اس کے عوض کیا دے سکتا ہے

آہا مشہور مالک نام اُس دا
وہ شخص مالک کے نام سے مشہور تھا،

جِس باہر کڈھایا کھوہ کنوں چا
جس نے یوسف کو کنوئیں سے باہر نکلوایا تھا۔

جدّاں ڈِٹھس خزانہ شاد ہویا
جب اس نے اس گنج گرانمایہ کو دیکھا تو خوش ہوا

تمامی رنج توں آزاد ہویا
تو تمام دکھ درد سے اسے نجات مل گئی۔

ہویا غمگیں جداں یوسف دے کانڑاں
ادھر جب یوسف بک چلا تو بہت غمگین ہوا

وکایا ہو ویکے بردہ نمانڑاں
کہ میں ایک بیکس غلام کی حیثیت میں ہی بکا ہوں!

جو مینوں لے کے کہڑے دیس وین
خدا جانے یہ مجھے کس دیس میں لے جائیں گے۔

چھوڑ لیسن یا وچیسن یا مریسن
مجھے چھوڑ دیں گے؟ آگے بیچ دیں گے؟ یا مار ڈالیں گے؟

تیڈی ہے بے نیازا پاک درگاہ!
اے خدائے بے نیاز! تیری درگاہ پاک و برتر ہے!

کریں ندیاں نوں تھل تھلاں نوں کریں گاہ
تو ندیاں کو خشک میدان بنادے خشک سیلان کو چراگاہیں!

مریندیں دوست تے دشمن رکھیندیں
دوست کو مروا ڈالتا ہے اور دشمن کو سلامت رکھتا ہے

توں ہیں قادر جو چاہیں سو کریندیں
تو قادرِ مطلق ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے!

کڈیں یعقوب تھیں یوسف کھسیندا
کبھی یوسف کو یعقوب سے چھین لیتا ہے۔

کڈیں وچ کھوہ دے اس نوں سٹیندا
کبھی اس کو کنوئیں میں ڈلواتا ہے۔

پچھے اس کھوہ دے باہر لیا کے
پھر اسے اس کنوئیں سے باہر لا کر

پچھے اس ملک دا مالک بنڑا کے
بعد میں اس ملک کا مالک بنا کر

مصر دے ملک ول اس نوں بھجیندا
مصر کے ملک میں بھیج دیتا ہے۔

زلیخا دے ہتھاں اس نوں وچیندا
اور زلیخا کے ہاتھوں اسے بکواتا ہے۔

ہے درگہ لا ابالی رب سچے دی!
سچے رب کی درگاہ بے نیاز (بے پروا) ہے!

نہیں پرواہ رب تعالیٰ کسے دی!
رب تعالیٰ کو کسی کی بھی پروا نہیں!

قافلے والوں کا یوسف علیہ السلام کو خرید کر اپنے ساتھ لے جانا

بندے دی نوں جے ہووے عمر ابدی
اے عبدالحکیم! اگر بندے کو ابد تک کی عمر بھی مل جائے

کرے عبدالحکیما! صفت رب دی!
تو بھی رب تعالیٰ کی صفت بیان کرتا رہے۔

جوہنڑ قصے طرف دے اگاں ولائیں
اس کتاب اشہب قلم کی باگیں قصے کی طرف موڑی جائیں

جو عالم نوں قصہ احسن سنڑائیں
اور دنیا کو احسن القصص کہہ سنائیں۔

یوسف نوں کارواں لے چلیا مصرے
نہ اس نوں بھائیاں دا ظلم وسرے
انھاں نے دیس چھڈیں پردیس کھڑیا
پرائے دیس میلے ویس وڑیا
قصہ کوتاہ وچ ون پینڈا کریندے
چلن گھوڑے تے اُٹھاں نوں چلیندے
قبر یوسف دی ما دی اتفاقاً
ائی اُس راہ دے سر تے نہ کرہا
قبر مائیں جداں کیتیس نظارہ
ہویا دل درد کولوں پارہ پارہ
ہویا لاچار جاں رب دا پیارا
ڈُٹھا بیہوش ہو کر کے بے چارا
ہوئی جو دِل اُتے غالب بیتابی
لتھا غش کھا کے اُٹھ توں شتابی
جداں کیتیس قبر دے کول جاون
کہیس سوز دل مئی اے پاک دامن!
جو بھائیاں کیا کیتا میں نال اماں!
ڈیکھو ظاہر اساڈا حال اماں!
پڑھی فاتحہ اتے منگیاں دعائیں
روے سر خانقاہ دے مار دھائیں
جو یا رب بخش توں تقصیر میڈی
تے ربا توں کریں دل دھیر میڈی
جو توں غفار تے ستار سائیں!

یوسف کو کارواں والے مصر کی طرف لے چلے
اسے بھائیوں کا ظلم رہ رہ کر یاد آ رہا تھا
کارواں والے اسے اُس کے دیس سے پردیس لے گئے،
یوں وہ پرائے دیس میں میلے لباس میں داخل ہوا
قصہ مختصر کہ وہ فاصلے طے کرتے جا رہے تھے
گھوڑوں اور اونٹوں کو ہانکتے جا رہے تھے۔
اتفاق سے یوسف کی ماں کی قبر
بغیر منشا وارادہ اس راہ کے کنارے پڑتی تھی۔
جب یوسف نے اس قبر کا نظارہ کیا
تو اس کا دل رنج وغم سے پارہ پارہ ہو گیا،
جب رب کا یہ پیارا بندہ برداشت نہ کر سکا۔
تو بے بسی میں بے ہوش ہو کر گرا۔
یعنی جب دل پر بیتابی نے زور کیا۔
تو غش کھا کر اُونٹ پر سے کود پڑا۔
جب ماں کی قبر کے پاس پہنچ گیا۔
تو دردناک حالت میں کہنے لگا کہ اے پاکدامن ماں!
جانتی ہو بھائیوں نے میرے ساتھ کیا کچھ کیا ہے؟
اے ماں! دیکھ ظاہر طور پر بھی میری حالت خستہ ہے!
فاتحہ پڑھا اور دُعائیں مانگیں۔
خانقاہ کے سرہانے دھاڑیں مار مار کر روتا۔
اور کہتا تھا کہ یا الٰہی! میرا قصور معاف فرما!
اے خدا! تو ہی میرے دل کی ڈھارس بندھا۔
اے سائیں! تو غفار ہے اور ستار ہے:

گنہگاراں دا بخشن ہار رسائیں!
توں سانوں رکھ عذابوں یا الٰہی!
ڈیوا سُکھ تاں کراں ہیں بادشاہی
ونجا ذلت ڈیوا عزت اساں نوں
غریباں، عاجزاں تے بے کساں نوں
تینڈا بخشن ڈے، اساڈا کم گناہ دے
جے توں بخشیں نہیں، ساڈی کی راہ دے
کیا تھیسے جے کریں عاجز نوازی!
توں بخشیں خاک تائیں سرفرازی!
جڈاں ایہ عاجزی یوسف سنڑائی
تاں وچ درگاہ رب دے خوش آئی
وحی آیا خدا توں لے کے پیغام
جو غم توں کھا نہیں فرخندہ نام!
تساں کوں او مراتب ڈیسی جا رب!
جو توں ڈٹھے آہے وچ خواب دے سب
خدا ڈیسی تساں کوں او بلندی،
جو سب ہوسن تیڈے بانڈے تے بندی
پھر ایہ سب تیڈے محتاج ہوسن
تے بردیاں وانگ گوں تیڈے کھلوسن
جو بھائیاں نال تیڈے کیتی آہی
ایہ چکھسن شرم ساری تے تباہی،
جڈاں یوسفؑ خدا توں رمز پائی
تے یوسف نوں خدا ڈتی وڈائی

اے مالک! تو گنہگاروں کو بخشنے والا ہے،
یا الٰہی! تو ہمیں اپنے عذاب سے بچائے رکھ!
سُکھ چین نصیب کر کہ یہی میرے لئے بادشاہی ہے!
ذلت کو ہم سے دور کر، بلکہ ہمیں عزت بخش!
کہ ہم غریب ہیں، عاجز ہیں اور بیکس ہیں!
تیرا کام بخشش دینا ہے اور ہمارا کام گنہ کرنا ہے
اگر تو نہ بخشے تو پھر ہم کہیں کے نہیں!
اگر تو اِس عاجز کو نوازے تو تیرا کیا جاتا ہے!
تُو تو مٹی تک کو سرفرازی بخش دیتا ہے!
جب یوسف نے عاجزی کی یہ دعا مانگی۔
تو رب کی درگاہ میں بہت پسند کی گئی۔
جبرائیل امین اللہ تعالیٰ سے پیغام لے کر آیا
کہ اے مبارک نام والے تو غم نہ کھا۔
خدا تعالیٰ تجھے وہ سب مرتبے ہی عنایت کر دیگا
جو تم نے خواب میں دیکھے ہیں۔
خدا تعالیٰ تجھے وہ سربلندی عطا کرے گا۔
کہ سب لوگ تیرے ہی نوکر و تابعدار ہوں گے،
یہ سارے بھائی تیرے ہی محتاج ہوں گے۔
اور خدمتگاروں کی طرح تیرے آگے دست بستہ کھڑے رہیں گے،
جو کچھ تیرے بھائیوں نے تیرے ساتھ کیا ہے۔
وہ اپنی شرمساری اور تباہی کا مزہ چکھیں گے!
جب یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا،
اور جب اللہ تعالیٰ نے اسے یہ عزت و توقیر بخشی،

نے ایں ثمرہ دعا دا لا پچھاتا
تو اس نے اسے اپنی دعاؤں کا ثمرہ کر جانا!

تے پچھے اس دے کھڑا ہا چپ چپاتا
اس کے پیچھے ایک شخص چپکے سے کھڑا تھا۔

ہک شخص دے کارواں دا مرد آہا
جو بھی کارواں کا ہی ایک فرد تھا۔

طمانچہ منہ یوسفؑ تے ہا چلایا
اس نے یوسفؑ کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔

چلائیس پنجہ منہ دے شاہ تائیں
اس نے شاہ کے منہ پر اپنا پنجہ رگڑ دیا۔

جو کیتس رنجہ شاہنشاہ تائیں
اسی طرح اس نے اس شہنشاہ کو ناراض کر دیا۔

خدا دے دوست تائیں جے کو مریسی
اگر کوئی خدا کے دوست کو مارے پیٹے گا۔

خدا بدلہ ضرور اس دا ڈیویسی
تو خدا اس کا بدلہ ضرور چکائے گا۔

ڈیکھو کیویں گھدے یوسفؑ دے بدلے
ذرا دیکھئے کہ یوسفؑ کے یہ بدلے کیسے اتارے گئے

لے آیا واؤ تے مینہاں دے بدلے
کہ ہولے جھکڑ اور مینہ کے بادل لے آئے گئے۔

گڑہ گڑ گڑ سیاہی رنگ بدلے
بے تحاشا اولے پڑے اور سیاہ بادل چھا گئے۔

جے توں کریسیں بدی بدلہ ہے بدلے
اگر تو بدی کرے گا تو اس کا بدلہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

تمامی کارواں رنجور ہوئے
چنانچہ سارے کا سارا کارواں مصائب میں مبتلا ہو گیا۔

خدا دے قہر توں مقہور ہوئے
اور اس طرح خدا کے قہر میں گرفتار ہو گئے۔

ہوئے سب رخت ضائع کارواں دے
کارواں کے سب سازو سامان ضائع گئے۔

نہ آہے قہر توں یک جو اوانڈے
وہ جو کے برابر بھی خدا کے قہر سے نہ بچ سکے۔

سبھے مقہور رب قہار کیتے
قہر و غضب والے رب نے سب کو قہر میں ڈال دیا،

ڈیکھو بدلے خدا جبار لیتے
آخر خدائے جابر نے کیسے کیسے بدلے لئے!

کرے پیا کارواں فریاد زاری
کارواں والے فریاد و زاری کر رہے تھے۔

گئے جو رخت، بر آئی اندھاری
سازو سامان کے ضائع جانے پر ان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

کہن سارے کہی آفات آئی
سب کہیں کہ یہ کیسی مصیبت آئی۔

جو ساری رخت جیں ساڈی ونجائی
کہ جس نے ہمارے سارے سامان کو برباد کر دیا ہے۔

غضب تے قہر ایسا بھیجیا رب
جو صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ ہو رہے سب
پٹن رو دوہن مونھاں تے دست مارن
کرن واویلا، فریاداں پکارن
غبار اندھار سارا آسماں تے
قہر نازل ہویا بس کارواں تے
کہن ہر یک نوں جو جلدی ڈساؤ
نہیں لائق لُکاون ڈِنہ لُکاؤ
کسے دے نال جے کیتے کسے دا
شتابی چا پھڑو دامن اسے دا
تے بخشاؤ اُسے رنجور کولھوں
پُچھو بدبخت اس دل سخت کولھوں
جو اے بدبخت و ناہنجار و ناکس
اساں تیں توں پچھوں دلیاں اساں دس
جواب اس نوں ڈتا عاجز گنہگار
جو ہے میڈے ذمے تقصیر اے یار
ڈساواں جے خطا بخشیں میں بددا
میں ہاں تقصیر مند اس سرو قد دا
جے کر بخشیں گنہ میں پُر گنہ دا
ہوسی مُڑ سرخرو میں روسیہ دا
دگر نہ جا نہیں کائی اساں نوں
جو قادر جوڑ کے لائی اساں نوں

اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا قہر و غضب بھیجا۔
کہ سارے "صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ" (گونگے بہرے اندھے) ہو رہے۔
روتے پیٹتے منہ پر دو ہتھڑ مارتے،
واویلا مچاتے اور آہ و فریاد کرتے،
غرض آسمان پر سب گرد و غبار تھا، تاریکی تھی۔
بس کارواں پر ایک قہر سا نازل ہو گیا تھا۔
ہر ایک سے پوچھتے کہ جلدی بتاؤ۔
یہ بات چھپانے کی ہرگز نہیں اسے چھپاؤ نہیں!
اگر کسی نے کسی سے کوئی داؤ کیا ہے۔
تو جلدی سے اُس کا دامن تھام لو۔
اور اس ستم رسیدہ سے معافی مانگے۔
ایسے بدبخت و سنگدل سے پوچھا جائے
کہ اے بدبخت و نادان و حقیر بندے!
ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تیرے دل میں کیا آئی تھی۔
ایک عاجز و قصوروار نے یہ جواب دیا۔
کہ اے دوستو! مجھ سے قصور ضرور ہوا ہے!
اگر مجھ بدکردار کی خطا بخشی جائے تو کہوں!
میں اس سرو قد کا قصوروار ہوں؛
مجھ پُر تقصیر کا گناہ بخش دیا جائے۔
تاکہ مجھ روسیاہ کو سرخروئی حاصل ہو۔
بصورت دیگر ہمارے لئے کوئی ٹھکانا نہیں
کیونکہ خدائے قادر نے جوڑ کے ہمیں سزا دی ہے

اوڑک کہیا جو اس بدبخت گولے
مرائیں تے کرائیں ساڑ کولے
کہیا اس نے ونجاں قربان گھولے
بیر آکھاں جے کرم دی واؤ گھولے
گنہ بخشے نے کوئی گل نہ پھولے
میڈی تقصیر وچ کوئی نہ لولے
اسی صاحب نوں مارے ہیں طمانچہ
طمانچے نے ڈیکھلائے ایہ تماشہ
سبھے آتے ڈھٹے قدماں دے اتے
جویں سردارے پیراں دے کتے
اساڈے گرچہ ہے تقصیر پلے
اساں نوں چا رگڑ پیراں دے تلے
اگے رب دے منگیاں یوسفؑ دعائیں
جو یارب اس گڑے نوں چا ہٹائیں
گڑہ موقوف تے آفات ٹلی
تداں اس کارواں ہوئی تسلی
پچھے اس دے گھدونے مصر دا راہ
لیا نال حسن دا شاہ ہمراہ
جداں آئے مصر دے شہر دے کول
بیر کیا آکھاں کھلا ایہ گاٹھ نہ پھول
یوسفؑ دے حسن جڑتا نظارہ
ہویا کل خلق دا دل پارہ پارہ

آخر اس نے کہا کہ اس بدبخت غلام نے،
ہمیں تباہ کرایا ہے اور جلاکر راکھ کرا دیا ہے
اس نے کہا کہ میں صدقے جاؤں، قربان جاؤں
اگر مجھ پر بخشش کی ہوا چلے تو میں کچھ کہوں،
میرا قصور معاف ہو اور مجھ سے کوئی باز پرس کی جائے.
میرے قصور سے متعلق کوئی کچھ نہ پوچھے!
میں نے ہی اس شخص کو طمانچہ مارا ہے
اس طمانچے نے ہی یہ سارا کھیل رچایا ہے
اس پر سب آدمی یوسفؑ کے قدموں پر آگرے
جیسے کسی سردار کے پیروں میں اس کے کتے لوٹتے ہیں!
اور کہا کہ ہر صورت یہ قصور ہمارے ذمے لگتا ہے
ہمیں اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالیے!
تب یوسفؑ نے اپنے رب سے دعائیں مانگیں
کہ اے رب تعالیٰ! اس ژالہ باری سے ہمیں نجات دے!
اس پر ژالہ باری رک گئی، آسمانی آفات ختم ہو گئیں
اور اس کارواں کو سکون حاصل ہوا۔
اس کے بعد انہوں نے مصر کا رستہ پکڑا
اس حسن کے بادشاہ کو بھی ساتھ لے لیا۔
جب مصر کے شہر کے قریب وہ جا رہیں پہنچے
تو تمہیں کیا بتاؤں! یہ پوچھو ہی نہیں!
کیونکہ جب یوسفؑ کے حسن نے وہاں جلوہ دکھایا
تو تمام خلقت کا دل پارہ پارہ ہو گیا۔

پئے ڈیکھن آسے دے حسن دی چال
سب اس کے حسن و انداز پر لٹو ہوئے جا رہے تھے

تے کیا بڈھا تے کیا ذہین تے کیا بال
کیا بوڑھا، کیا عورتیں، کیا بچے! سب مسحور ہو گئے تھے!

مصر دے شاہ جاں ایہہ راز پایا
جب مصر کے بادشاہ کو اس بات کا پتہ چلا

لگا پچھن جو کیا آواز پایا
تو پوچھنے لگا کہ یہ کیسا شور و غوغا ہے؟

کہیو نے آ مصر دے شاہ تائیں
تب مصر کے بادشاہ کو وہ قصہ آ کے سنایا گیا

ایہو قصہ جو ہر دم خوش کرائیں
جو ہر وقت دل سکون بخشتا ہے!

ائے ہک قافلہ مدین دے شہروں
کہ مدین کے شہر سے ایک قافلہ آیا ہے

تے ہک بردے دا رخ روشن ہے مہروں
اس کے ایک غلام کا چہرہ آفتاب جیسا روشن ہے

اسی دے حسن دی فریاد اٹھی
اسی کے حسن کا چرچا ہو اٹھا ہے۔

جو عشق اِس دے تمامی خلق کٹھی
اسی کے عشق نے تمام لوگوں کو گھائل کر لیا ہے

رکھیندے فوج نیناں دی مریلی
اس کی آنکھوں کی فوج سخت ظالم ہے!

نہیں بچدا جتھے اوس فوج پیلی
جدھر بھی چڑھائی کرتی ہے کوئی نہیں بچتا!

عجب خوش نین نیں اُس دے لڑاکے
اسکی جنگجو آنکھیں ایسی خوبصورت ہیں۔

جنھاں دا یار آپ اللہ پاکے
کہ جس کے چاہنے والا خود اللہ پاک ہے!

نہیں آدم، فرشتہ پاک، نوری!
وہ انسان نہیں، کوئی پاکیزہ نورانی فرشتہ ہے

سراسر رحمت رب دا حضوری!
رب تعالیٰ کی رحمتوں میں سراسر گھرا ہوا ہے۔

جے آکھو جند تے جاں ہے سزادا
اگر اسے جان و دل کہو تو وہ اس لائق ہے!

جے آکھوں دین و ایماں ہے سزادا
اگر اسے دین و ایمان کہو تو اس کا مستحق ہے!

جداں اِس ماہ مصر رہن منگے
جب سے یہ مہتاب مصر میں رہنے لگا ہے۔

حسن دی موج رود نیل لنگھے
حسن کی ایک موج دریائے نیل سے پار اتر آئی ہے

حسن ناہیں، ایہ ہے طوفان اللہ!
یہ حسن نہیں! اللہ تعالیٰ نے سیلاب حسن بھیجا ہے

جو ہے گمنام اتھے کشتی تے ملاح
اس کے آگے کوئی ملاح یا کشتی نہیں ٹھہر سکتی!

جدّاں شہ مصر دے ایہ راز پایا
عزیزے مصر دے تائیں بُلایا
جو توں جلد اے عزیزا کارداں وَل
شتابی جا پکڑ لے آ اساں وَل
جو ہے اس قافلے وچ ماہ روشن
جو ہے اس تھیں تمامی خلق گلشن
عزیز آیا، ڈِٹھا اس ماہ تائیں
ڈیکھن سیتی حسن دے شاہ تائیں
ہویا حیران جو کیا فرخ ستارہ
جو سجھ تے چند جس تھیں شرمسارہ
منگیس مالک کنوں یوسف دے تائیں
جو اس نوں جا ڈکھاواں شاہ تائیں
کہیا مالک اوّل اکھیں دے بھرنے
ولیکن ہن اساں کجھ کار کرنے
رکھو سانوں معطّل روز ترا اے چار
پچھے لے آ دسوں او کبک رفتار
عزیز آیا، کہیس ایہ شاہ تائیں
جو کیا تعریف خوبی دی سُنڑائیں
نہیں آدم، کوئی روشن ستارہ!
جو اس توں آفتاب ئے شرمسارہ!
گِھدا غیرت مصر دے شاہ نوں گھیر
جو میڈے شہر وچ محبوب ہن ڈھیر

جب مصر کے بادشاہ کو اس بات کا پتہ چلا
تو اس نے اپنے مصر کے وزیر کو اپنے پاس بلایا
اور کہا کہ اے وزیرا تو اس کارداں میں جا
بلکہ جلدی جا کر اس شخص کو ہمارے پاس ہی لے آ،
جو اس قافلے میں ماہ روشن کی مانند ہے
اور جسے دیکھ کر تمام خلقت باغ و بہار ہے،
عزیز وہاں پہنچا تو اس نے اس ماہ رُخ کو دیکھا
اس حسن کے بادشاہ کو دیکھتے ہی
حیران ہوا کہ یہ کیسا نیک ستارہ ہے۔
کہ سورج اور چاند تک جس کے آگے خجل و شرمندہ ہیں،
اس نے سردارِ قافلہ سے یوسف کی اجازت چاہی!
تاکہ اسے بادشاہ کے سامنے لے جائے۔
سردار نے کہا، آپ کا کہا سر آنکھوں پر
لیکن ابھی ہم نے کچھ کام کاج کرنے ہیں۔
ہمیں تین چار دنوں کی مہلت دیجئے۔
اس کے بعد ہم خود اس کبک رفتار کو لے آئیں گے،
عزیز واپس آیا، تو اس نے بادشاہ کو آ کر کہا
کہ اس کی خوبی و خوبصورتی کی کیا تعریف کروں!
وہ آدم زاد نہیں کوئی چمکتا دمکتا ستارہ ہے!
کہ اس سے خود آفتاب بھی نادم و شرمسار ہے!
مصر کے بادشاہ کو رقابت نے گھیر لیا۔
اس نے کہا کہ میرے شہر میں بھی تو بہت سے حسین و جمیل شخص موجود ہیں،

گھنو گہنڑیں تے ہر ہر نوں سنگار و
گہنے لو اور ان میں سے ہر ایک کا سولہ سنگار کرو،

ڈیکھو خوبی زیادہ کون یار و!
دوستو! پھر دیکھنا کہ کون زیادہ خوبصورت ہے!

جڈاں سوہنڑیں مصر دے سب سنگارے
جب حسینانِ مصر کی آرائش و زیبائش کی گئی۔

ہیں کیا آکھاں ہوئے مہتاب تارے
زلیخا کہنے لگی کہ انجم بھی مہتاب نظر آنے لگے۔

جڈاں گذرے ڈیہاڑے چار سارے
جب پورے چار دن بیت گئے۔

جو آہے مصریاں دے وار سارے
جو کہ مصریوں کے حساب کے دن تھے۔

ڈیہاڑے پنجویں مالک کہیا باز
پھر پانچویں دن قافلے کے سردار مالک نے یوسف سے کہا۔

جو دریا نیل فرماؤ سرافراز
کہ دریائے نیل کی طرف نہانے چلیں!

جڈاں دریا طرف یوسفؑ سدھایا
جب یوسفؑ دریا کی طرف بڑھا۔

تمامی نیل وچ تھرتھل ہا آیا
تو سارے دریائے نیل میں تلاطم سا آ گیا

جڈاں دریا ڈِٹھا یوسف دا دیدار
جب دریا نے یوسف کا جلوہ دیکھا۔

متھے مستی کنوں کف پار اروار
تو مستی میں اس کنارے اور اس کنارے جھاگ ہونے لگا!

کیتے سب قید او وہ زلف دے تار
اسکی زلف کی تار کے کیا کہنے! کہ سب کو قید کر لیا۔

کئی کچھے کئی کچھ مچھ تے سنسار
گویا کئی کچھوے کئی مگرمچھ اور کئی سنسار تک پھنس گئے

جڈاں دریا اُتے پرتو کھنڈایا
جب دریا پر یوسف کا سایہ پھیلا

زمین دا اسماں رقص اندر آیا
تو زمین اور آسمان رقص میں آ گئے۔

کہے سجھ کاش کہ میں نال ہوندا
سورج کہے کہ کاش میں اس کے ہمراہ ہوتا۔

ایہو نازک بدن مل مل کے دھوندا
تو اس کے نازک بدن کو مل مل کر دھوتا۔

اکھن ست آسماناں تے ہوائیں
ساتوں آسمانوں کی ہوائیں کہیں۔

جو اس نوں آپڑیں اُتے ڈھو آئیں
کہ ہم اسے اپنے کندھوں پر اٹھا لائیں۔

جڈاں دھوتا یوسف نازک بدن کوں
جب یوسفؑ نے اپنے نازک بدن کو دھو لیا۔

اتے مالک ڈِتا گل پیراہن کوں
تو مالک نے گلے میں ڈالنے کو پیراہن دیا۔

سہری تاج سبھ ممتاز کیتا
تے پٹکے نے کمر تے ناز کیتا
ڈِتو نے چھوڑ کے زلفاں سیہ لوں
کیتو نے مشک سوں ول چہر مرلوں
عجب کالے معنبر وال کھلے
پون خوشبو کنوں ہر طرف چلے
ہوئے دن رین صبح شام رلتے
وچے پُر نور روشن شمع بلتے
ڈوں ناگاں کالیاں ملیا خزانہ
بہشتاں وچ انھاں ملیا کاشانہ
ڈوں ہندو مست بیٹھے مار تھانہ
بہشتاں نوں بنڑا بیٹھے ٹکانہ
ڈوں ہندو مست زور و زور جا کے
بہشتاں نوں مکاں بیٹھے بنڑا کے
قصہ کم، حسن کوں سونہڑاں بنڑا کے
وچ زریں عماری دے بہلا کے
مصر دے شہر ول ہوئے روانہ
یوسفؑ دے نال بھاری کاروانہ
پیاں یوسفؑ دیاں جد مصر خبراں
گئیاں ملاں نوں بھل زیریں تے زبراں
ایا ای بی تے "او لو" نوں وسارے
کھڑی کر کر کے بانہہ رب نوں پکارے

سورج نے اپنا سنہری تاج پیش کیا۔
اور کمر بند نے بھی کمر پہ لٹک کے اپنی زیبائش دکھائی۔
انھوں نے سیاہ زلفوں کو لہرا دیا۔
یوں چہرہ ماہ کو بھی مشک آمیز کر دیا۔
خوبصورت عنبریں سیاہ بال کھولے
تو ہر طرف سے خوشبو کی لپٹیں آئیں!
یوں رات اور دن صبح اور شام ایک ساتھ نظر آنے لگے
ان میں ایک نورانی اور چمکیلی شمع جلتی تھی
دو کالے سانپوں نے خزانے کو گھیر لیا تھا۔
بہشتوں میں انہیں اپنا کاشانہ مل گیا تھا
دو ہندو (تل) مستی میں تھانے پر قبضہ جما بیٹھے
گویا بہشتوں کو انہوں نے اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔
دو مست ہندو جا کر زبردستی سے
بہشتوں کو اپنا ڈیرہ بنا کے بیٹھ گئے تھے۔
قصہ مختصر، اس کے حسن کو بنا سجا کر
اسے سنہری عماری میں بٹھا دیا گیا
اور مصر کے شہر کی طرف روانہ ہوئے۔
یوسفؑ کے ساتھ ایک بڑا کارواں چلا۔
جب مصر کی شہر میں یوسفؑ کی خبریں پھیلیں
تو ملا کو پڑھاتے ہوئے زیر و زبر تک کی سُدھ بُدھ نہ رہی۔
اسے تو "ای بی" اور "اولو" کی تختی بھی بھول گئی۔
اپنے بازوؤں کو اونچا کر کے رب تعالیٰ کو پکارتا۔

جے "واجزمی" طرف پرواز نیاں
"ڈُول زبری" نوں کھڑے پاسے کھیاں
تے "بے جزمی" سُنڑاوے سخت آواز
تے "کل جزمی" کنوں ڈِنگے مہیڈی گل
تے "نوں شدّی" ڈِیکھے مُنہ سخت دے ول
ہوئے یک جا جڈاں معشوق رل مل
مصر دے شاہ دے کولے مقابل
ایڈوں چن روشنی اُس طرف مارے
ڈیکھن سیتی ہوئے پامال سارے
کہیا مالک یوسفؑ نوں لاہ پردے
ڈیکھن سیتی ہوئے سب ماہ بردے
ڈِٹھا خورشید جو یوسفؑ دا پرتو
ستاریاں نوں کہیا بھجّو تے لکّو
زمین تے بن یوسفؑ خورشید آئے
متاں غیرت تمامیاں دی وِنجائے
نہیں طاقت کسے نوں نال اُس دے
متاں ہو وِسبھے پامال اُس دے
خُدا کوں منگن سبھے دعائیں
جو یا رب توں کوئی بدّل اُٹھائیں
جو ہر یک آپنڑیں تائیں چھپلئے
متاں اِیں عاجزاں دا قدر جلئے
کرم کیتا خُدا بدّل اٹھایا

اگر "دادِ جزمی" کی طرف بھی دھیان دیا۔
تو "دُو زبری تختی" کو کدھر دھروں گا۔
اور "بے جزمی" کا تو سخت لہجہ ہے۔
اور "کل جزمی" تختی سے تو میرے ہوش اُڑیں!
اور "نوشدی تختی" تو سخت لہجے کی محتاج ہے!
جب سارے معشوق مِل جُل کر ایک جگہ اکھٹے ہوئے۔
اور مصر کے بادشاہ کے آگے آمنے سامنے کھڑے ہوئے۔
تو اس طرف کے چاند نے اُس طرف روشنی پھینکی
جسے دیکھتے ہی سب ماند پڑ گئے۔
مالک نے یوسفؑ سے کہا کہ پردے اٹھا دے۔
اسے دیکھتے ہی سب حسین اس کے غلام بن گئے۔
جب سورج نے یوسفؑ کا سایہ دیکھا۔
تو ستاروں سے کہا، جلدی کرو اور چھپ جاؤ۔
کیونکہ زمین پر یوسفؑ آفتاب بن کر آیا ہے
ایسا نہ ہو کہ ہم سب کی لاج نہ رکھے!
ہم میں سے کسی کو اس کے مقابل آنے کی طاقت نہیں!
خبردار، کہیں اس کے پاؤں میں نہ روندے جاؤ!
خدا تعالیٰ سے سب نے دعائیں مانگیں!
کہ اے اللہ تعالیٰ تو کوئی بادل پیدا کر کے بھیج!
تاکہ ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو اس میں چھپا لے!
ایسا نہ ہو کہ ہم حقیر چیزوں کی کوئی قدرومنزلت ہی نہ رہے!
اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور بادل گھر آیا۔

ستاریاں آپ دے بال لوں سجھ لکایا
تے خورشید آپ نقل ہے نہ چھپیندا
قیامت تئیں شرمساری چکھیندا
جداں یوسفؑ مونہوں پردہ ہٹایا
زمین و آسماں رقص اندر آیا
جداں یوسفؑ ڈٹھا مصر دے شہ
ہویا حیران پڑھیں سبحان اللہ
جو رب کیتا ایہ روشن آفتابے
جو جس تھوں آفتاب اندر حجابے
یوسفؑ دے حسن جو کیتا بہوں شور
ہویا پر حسن عالم نزد کیا دور
یوسفؑ دے حسن جو لائی کٹاری
کرے فریاد زاری خلق ساری
کہے ہر شخص میڈے کول ہووے
جو میڈے کول میڈا ڈھول ہووے
کئی نیناں دی اس دی طرف بھکن
مقیدؔ زلف دے ہر طرف لٹکن
اٹھی فریاد ہر بازار کولوں
گلی کوچے در دیوار کولوں
ملائک ڈیکھ کے حیران ہوون
فلک چوگردشوں قربان ہوون
حسن دے وصف ظاہر کیا کراں میں

سورج نے اپنے ستاروں کو اس میں چھپا لیا۔
اگر خورشید بھی اپنے آپ کو نہ چھپاتا،
تو قیامت تک ندامت کا مزہ چکھتا!
جب یوسفؑ نے منہ پر سے پردہ ہٹایا۔
تو زمیں و آسمان وجد میں آ گئے۔
جب مصر کے بادشاہ نے یوسف کو دیکھا
تو ششدر رہ گیا اور کہا سبحان اللہ!
اللہ تعالیٰ نے تو اسے ایک ایسا روشن آفتاب بنایا ہے
کہ خود آفتاب بھی اس سے چھپ چلا ہے،
یوسفؑ کے حسن کا جو بہت شہرہ ہوا۔
تو نزدیک و دور ساری دنیا حسن سے معمور ہو گئی۔
یوسفؑ کے حسن نے جو خنجر گھونپا۔
تو ساری مخلوقات فریاد و زاری کرنے لگی۔
ہر شخص کی خواہش تھی کہ وہ میرا ہو رہے!
بلکہ میرا محبوب بن کے میرے پہلو میں آ بیٹھے!
کئی آنکھیں اس کی طرف بھک بھک کر تکتیں!
زلف کے قیدی بھی ہر طرف لٹکے ہوئے تھے۔
ہر ایک بازار سے شور و غوغا بلند ہوا۔
بلکہ گلی، کوچے اور در و دیوار سے بھی!
فرشتے بھی دیکھ کر حیران رہ جاتے
ساتوں آسمان بھی اس پر نثار ہوتے!
حسن کی خوبیاں میں کیسے عرض کروں۔

میں ہاں عالم بھلا جیونڑ سارا ں ہیں!

بھلا میں بھی کوئی اس دنیا میں عالم و فاضل ہوں؟

یوسفؑ کا بازار میں آنا اور زلیخا کو اس کی خبر ہونا

چلو عبدالحکیما! تا چلائیں
آیئے اے عبدالحکیم! چلیں

ہجر دا دور قصہ چسل کرائیں
اور ہجر و فراق کا معاملہ جا طے کریں۔

جیہنڈے غم چا جڈاں اللہ ہٹاوے
جس کے غم جب اللہ تعالےٰ ہٹاتا ہے۔

ہجر دے کوہ تابیں چا اُٹھاوے
تو ہجر کے پہاڑ تک سر سے ہٹا دیتا ہے۔

جڈاں جا کے وڑیا یوسف بزاراں
جب یوسفؑ چل کر بازار میں داخل ہوا۔

زلیخا تئیں گئی آہ شکاراں
تو زلیخا تک شکار ہو جانے والوں کی آہ گئی

جڈاں بازار آیا کبک رفتار
جب چکور کی چال چل کر وہ بازار میں آیا۔

گئی آہی زلیخا باغ دی وار
تو زلیخا کہیں باغ کی طرف گئی ہوئی تھی۔

جڈاں اُس سیر کولھوں پھیر آئی
جب وہ باغ کی سیر سے واپس آئی۔

سُنئیس غوغا طرف غوغے سدھائی
تو شور و غوغا سُنا اور اُدھر کو لپکی۔

کھیا بی بی! ایہہ کیہا شور ہے
مالکہ نے پوچھا کہ یہ بہت سارا شور کیسا ہے؟

کہیا دائی کوئی نادر غلام ہے
دایہ نے جواب دیا کہ کوئی نرالا غلام آیا ہوا ہے

اسی دے حُسن تھیں فریاد اُٹھی
یہ اسی کے حسن کی ہلچل مچی ہے۔

حُسن اُس دی تمامی خلق کٹھی
ساری مخلوقات اس کے حسن کی گھائل ہو چلی ہے

زلیخا! کیا کراں تعریف اُس دی
اے زلیخا! میں اس کی تعریف کیا کروں!

اسی دے حسن تھوں سب خلق مُسدی
اس کے حسن پر تو سب لوگ مٹے جا رہے ہیں

بی بی تھوڑا جیہا پردہ ہٹایا
مالکہ نے تھوڑا سا پردہ اٹھایا۔

اگوں خورشید روشن نظر آیا
تو آگے چمکتا دمکتا سورج نظر آیا۔

زلیخا نال اکھیں یوسف ملایاں
یوسف نے زلیخا سے آنکھیں چار کیں

کرم والیاں اکھیں دلبر ڈکھایاں
بلکہ محبوب نے لطف و کرم کی نگاہ بھی ڈالی

ڈیکھن سیتی ڈھٹی بیہوش ہو کے
زلیخا دیکھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑی۔

جو اس دے عشق سوں پُرجوش ہو کے
محض اس کے عشق نے جوش کھایا تھا۔

کہاراں نے عماری نوں چلایا
اس پر کہار عماری اٹھا کر واپس چل پڑے۔

زلیخا نوں محلاں وچ پہنچایا
اور زلیخا کو محلوں میں جا اُتارا

زلیخا نوں جدڑاں پھر ہوش آیا
جب زلیخا کو پھر ہوش آیا۔

کہیا دائی ایہ کیا ہا جوش آیا
تو دایہ نے پوچھا کہ یہ کیسا جوش و جنوں تھا؟

جواب اس نوں ڈتا شوقوں زلیخا!
زلیخا نے اسے بڑے شوق سے جواب دیا۔

کہے رو رو ٹیکے ذوقوں زلیخا!
بلکہ اپنے ذوق کے ہاتھوں رو رو کے کہا۔

ہیں ہاں اے مہرباں جس دی دیوانی
کہ اے مہربان دایہ! میں جس کی دیوانی ہوں۔

خدا آندے انشالا مانڑے جوانی!
خدا اسے ادھر ہی لے آیا ہے خدا اسکی جوانی محفوظ رکھے!

ہیں اس نوں آسماں تائیں ڈھونڈھایا
میں نے اسے آسماں پر سے ڈھونڈوایا تھا

خدا مینوں زمیناں تے ملایا!
خدا نے مجھے زمین پر ہی ملا دیا ہے۔

یوسفؑ کے بکنے اور عزیز مصر کے خرید کرنے کا بیان

چلو عبدالحکیما! طرف بازار
آؤ اے عبدالحکیم! بازار کو چلو!

توں وی یوسف دے ہو جا کے خریدار
اور جا کر یوسف کے خریدار بنو!

جدڑاں یوسف دا ہویا گرم بازار
جب یوسف کی قیمت چکنے کی باتیں ہونے لگیں

ہوئے خورشید دے لاکھاں خریدار
تو اس آفتاب و مہتاب کے لاکھوں خریدار نکل آئے۔

قدر موجب ہویا ہر شخص آیار
اے دوست! ہر شخص اپنی اپنی حیثیت کے مطابق

خریدار و خریدار و خریدار
خریدار بن آیا اور خریدار بھی ایک پیغمبر کا!

چکاوے کون مُل پیغمبراں دا
بھلا پیغمبر کا مول کون ادا کر سکتا ہے!

وچوں نے کجھ صدقہ اُٹھاں دا
تماشہ ڈیکھ ہک بُڈھڑی جیہی وال
پِناں ہک سُتر دا لے کے کھڑی نال
کہے تو ڑے مینوں یوسف نہ ڈیسن
خریداراں وچوں مینوں لکھیسن
کہیا ہک "نال سونے دی ڈیو و تول"
کہیا مالک "نئیں ایجی گالھ نہ بھول"
کہیا ہک "لعل تے گوہر ڈیوا ایں"
کہیا مالک "سبھے قرباں کرائیں"
اُسے وچ آدمی بی بی دا آیا
اتے پیغام مالک نوں سُنڑایا
جو ہیں سبھڑاں کنوں ڈوڑا ڈیولیسیاں
جے منگو زیادہ حاضر کر لیساں
عزیز اس دے اگے کیتا بہانہ
جو لیندا اُس نوں ہے شاہ زمانہ
زلیخا نے کہیا توں شاہ ول جا
انے میڈی طرف تھیں شہ نوں فرما
جو گھر میڈے نہیں فرزند کوئی
ہیں اس لیوں ڈھیر خواہشمند ہوئی
عزیز آیا تے کیتس آپڑیں عرض!
کہیا شہ نے جو جا پوری کرایہ غرض!
عزیز آ کے یوسف نوں لے سدھایا

بس صدقے کے طور کچھ لیکر ہی اُسے بیچ دیا۔
تماشہ تو دیکھئے کہ ایک بوڑھی سی عورت بھی
سوت کی ایک انٹی لے کر آ کھڑی ہوئی۔
کہتی تھی چاہے مجھے یوسف نہیں دیں گے۔
بہرحال خریداروں میں تو میرا نام لکھا جائے گا۔
ایک خریدار نے کہا "مجھے سونے کے ساتھ تول کر دے دو"
مالک نے کہا: "ایسی بات ہی نہ کرو"۔
دوسرے نے کہا: "میں اس کے عوض لعل و گوہر ادا کروں گا"
مالک نے کہا: "اتنے تو میں خود اس پر نچھاور کر سکتا ہوں"
اس دوران میں مالکہ کا اپنا آدمی (عزیز) آیا۔
اور یوسف کے سردار کو اس کا پیغام پہنچایا۔
کہ میں سب سے دگنا دلوا دوں گی۔
اگر اس سے بھی زیادہ مانگو گے تو بھی دوں گی۔
عزیز نے زلیخا کے آگے آ کے بہانہ کیا۔
کہ اسے تو شاہِ زمانہ تک لینے کو تیار ہیں!
زلیخا نے کہا "پھر دیر کیسی؟ اپنے بادشاہ کے پاس جاؤ
اور میری طرف سے بادشاہ سے کہو۔
کہ میرے گھر میں کوئی لڑکا نہیں ہے۔
اس لئے میں اس لڑکے کی شدت سے خواہشمند ہوں!
عزیز نے بادشاہ کے پاس یہ عرضداشت پیش کی،
بادشاہ نے کہا کہ جاؤ اور زلیخا کی یہ خواہش پوری کر دو!
عزیز آیا اور یوسفؑ کو مول لے چلا۔

خزانہ مال و زر گوہر ڈِیوایا
اور مالک کو اس کے عوض مال و دولت اور زر و گوہر کا خزانہ دِلایا

زلیخا ویکھیا مہتاب تائیں
زلیخا نے اس مہتاب کو جب دیکھا۔

ہوئی خوشدل، کہے اللہ ملائیں!
تو اس کا دل خوش ہو گیا، کہنے لگی اے خدا، اس سے ملایا!

ڈِٹھس دیدار تے خوش وقت ہوئی
یوسفؑ کا جلوہ دیکھا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی!

گِھدا دلدار، تے گل بخت ہوئی
دلبر کو جا خریدا، اسے باغ و بہار نصیب ہو گیا۔

ہجر دی بھاہ توں آزاد ہوئی
ہجر کی آگ سے بھی نجات پائی

مِلیا دِلدار تے دلشاد ہوئی
اور دلدار سے مل کر دلشاد بھی ہوئی۔

بازغہ کا یوسف کے حسن و جمال پر عاشق ہونا اور معرفت حق کے کوچے میں قدم رکھنا

چلو عبدالحکیما! تا چلائیں
آیئے اے عبدالحکیم! چلیں

جو قصہ بازغہ والا کرائیں
اور بازغہ کا قصہ بیان کریں۔

سُنٹرو ایہ ہک یوسف دے حسن دی گال
یوسف کے حسن کے متعلق ایک اور بات بھی سنیئے!

سُنٹریا ہک خبرو یوسف دا احوال
کہ کسی حسینہ نے بھی یوسفؑ کے حالات سے آگہی پائی۔

نہ آدم زاد، بھل ہک حور آہی
وہ خود بھی کوئی آدم زاد معلوم نہ ہوتی تھی بلکہ حور نظر آتی تھی

پری مفتون، تے مامور آہی
حور بھی وہ کہ جس پر خود پری دالہ و شیدا ہو۔

مِٹھی گفتار تے ہئی کبک رفتار
وہ میٹھی گفتار اور چکور کی چال والی تھی۔

نِگار و گلعذار و نیک کردار
حسین و جمیل، پھول جیسے گالوں والی اور نیک کردار تھی۔

سُنٹری اس نے یوسف دے حسن دی گال
اس نے یوسفؑ کے حسن و جمال کا چرچا سنا۔

ہوئی مفتون یوسف دی سُنٹرن نال
سنی سنائی پر اعتماد کر کے یوسف پر شیدا ہو گئی،

کرے پینڈا مصر دا پچھدے راہیں
راستے پوچھتے پاچھتے مصر کا فاصلہ طے کرتی آ رہی تھی

تے پچھے وِچ مصر دے یوسف دی جائیں
مصر میں آ کر یوسف کے ٹھکانے پوچھنے لگی۔

جو ہجی تن میڈے جس سانگ لائی
کہ جس نے میرے بدن میں عجیب سی برچھی ماری ہے!

جو مِر دل آیڑیں خاطر رنجائی
کہ جس کی خاطر میں نے اپنا دل مغموم کر لیا ہے!

بیتوں اس شاہ دا مکھڑا ڈکھاوَ
منوّر ماہ دا مکھڑا ڈکھاوَ
خدا دے واسطے محبوب میڈا
ملاوو تا ہووے مطلوب میڈا
گھن آئی مال تے گوہر خزانہ
ویک اس نوں لگے یوسفؑ کانڑاں
چڈاں او مطلع الانوار پایس
حسن دے چن دا اس دیدار پایس
زمین تے آ ڈھٹی بیہوش ہو کے
اتے ہر کار تھوں خاموش ہو کے
جو آوے ہوش اوں بیہوش تائیں
کرے حیلے جو یوسف نوں پچھائیں
جو تیڈا سرو قد کس نے ودھایا
شکر شیریں وہاں کس نے بنڑایا
مبارک لب تیڈے پر شہد پر قند
چنبے دیاں کلیاں ہن روشن چٹے ڈند
تیڈے رخسار توں مہ شرمسارے
جے ڈیکھے حور تاں جنت وسارے
کہیا یوسف میں ہاں اس دا بنڑایا
زمین تے آسماں جس نے وسایا
بیتوں کیا ڈیکھیں اللہ نوں ڈیکھ
میں ہاں بندہ تو شہنشاہ نوں ڈیکھ
جے لب تیتوں بنڑایا کبک رفتار

مجھے اس شاہِ حسن کا دیدار کرائیے
چمکتے چاند کا چہرہ دکھائیے۔
خدا کے لئے مجھے میرا محبوب ملائیے
ملائیے کہ میری تمنا پوری ہو!
وہ بھی مال و گوہر کا خزانہ سمیٹ لائی تھی۔
لیکن یوسفؑ تو اس سے پہلے بک چکا تھا۔
جب اس نے اس مطلع الانوار آسمان کے نورانی چہرے کو دیکھا
اور حسن کے مجسم چاند کا دیدار کیا۔
تو بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔
اور سب کام کاج بھلا دیئے۔
اگر اس بیہوش کو ہوش بھی آتی۔
تو جتن کرتی کہ کسی طور یوسفؑ سے پوچھے
کہ تیرا یہ سرو جیسا قد کس نے کھینچا ہے؟
تیرا شکر جیسا میٹھا منہ کس نے پیدا کیا ہے؟
تیرے مبارک لب تو شہد و شکر سے بھرے ہیں۔
تیرے سفید اور چمکتے دانت تو چنبے کی کلیاں ہیں۔
تیرے رخسار سے تو چاند ماند پڑتا ہے۔
اگر تجھے حور دیکھ لے تو اسے جنت بھی بھول جائے
یوسف نے جواب دیا کہ میں اسی کا بنایا ہوا ہوں
جس نے زمین و آسمان آباد و شاد کیے ہیں۔
مجھے کیا دیکھے گی، خدا کی طرف دھیان دے۔
تو اس کے ادنیٰ غلام کو کیا دیکھتی ہے خود اس شہنشاہ کو دیکھ
اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے چکور کی چال سکھائی ہے

اتے کیتس ایہ سارا گرم بازار
اور تجھ سے اس جہاں کی بازار کی رونق بڑھائی ہے

توں بندے نال مُڑ مُڑ بند نہ ہو
تو ایک بندے سے کیوں بار بار دل لگا رہی ہے

مجازی ڈیکھ کے خورسند نہ ہو
تجھے مجازی شے کو دیکھ کر خوش نہیں ہونا چاہیئے

جڈاں یوسف ہویا رہبر اُسے نوں
جب یوسف اس کا راہبر و رہنما بنا۔

نے آئی پند محکم تر اُسے نوں
تو اس کی نصیحت اس کے دل پر اثر کر گئی۔

غریباں بے نوایاں نوں سڈائیس
اس نے غریبوں اور مفلسوں کو اکٹھا کیا

خدا دے ناں اُتے سب کچھ لٹائیس
اللہ کے نام پر سب مال و زر لٹا دیا۔

دل اس دا ہو گیا سوزِ دل تجلّی
اس کا دل خدا کے نور سے منوّر ہو گیا

خُدا صاحب بہوں ڈِتّی تسلّی
اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت اطمینانِ قلب بخشا۔

خُدا اگے منگے ہر دم دُعائیں
وہ خدا کے حضور ہر وقت دعائیں مانگتی!

جو یوسف توں الٰہی خوش رکھائیں
کہ اے اللہ! یوسف کو شاد و آباد رکھنا!

خدا تینوں رکھے یوسف سلامت!
اے یوسف! خدا تعالیٰ تجھے سلامت رکھے۔

جو میڈے تھوں لہائی ہک ملامت!
کہ تو نے مجھ پر سے ایک ملامت دُور کر دی!

بنڑائیس ہک عبادت خانہ جا کر
گھر جا کر اس نے ایک عبادت خانہ بنوایا

رہی اس دی تمامی عمر چاکر
اور ساری عمر اس کی دیکھ بھال میں گذار دی۔

یوسف علیہ السلام کا باقی ماندہ حال

کریں عبد الحکیما! کُل کہانڑیں
اے عبد الحکیم! ساری کہانی کہہ سنا!

زلیخا نال جو گذری دہانڑیں
کہ زلیخا کے ساتھ کیا کچھ گذرا؟

زلیخا نے جڈاں مقصود پایا
جب زلیخا نے اپنا مطلوب و مقصود پا لیا۔

ہوئی خوش وقت جو قادر ملایا
تو بہت خوش ہوئی کہ قادرِ مطلق نے محبوب سے ملا دیا ہے

تن اپڑاں کار تھوں مامور کیتس
اپنا تن من کام کاج میں لگا دیا۔

تمامی آرزوئوں دُور کیتس	دیگر تمام آرزوؤں کو پسِ پشت ڈال دیا۔
کرے خدمت، ڈِوے زرکش پوشاکاں	اسکی خدمت میں جُت گئی، زریں پوشاکیں پہناتی!
تے ڈیوے ہر زماں نویاں خوراکاں	اور ہر وقت نئی نئی خوراکیں کھلاتی۔
ہزاراں قسم دے کھانڑیں کھلاوے	ہزاروں قسم کے کھانے سامنے رکھتی۔
گلابوں مصریوں شربت پلاوے	مصری اور گلاب والے شربت پلاتی۔
بہے کولے تے کھولے زلف دی تار	قریب آ بیٹھتی اور زلف کے تار و پود کھولتی!
مَلے خوشبو کرے ہر طور دا پیار	خوشبو لگاتی اور ہر طرح کا لاڈ پیار کرتی!
ڈیوے میوے تے شیرینی، مٹھایاں	میوے اور لذیذ مٹھائیاں پیش کرتی۔
یوسفؑ دے کاں تھالیاں بھر منگایاں	یوسفؑ کی خاطر تھالیاں بھر بھر کر لائی جاتیں
کہے ڈیکھے جڈاں چشماں تے کھاڈی	جب وہ اس کی آنکھوں اور ٹھوڑی پر نظر ڈالتی تو کہتی
جو ہاں میں دلبرا! باندی تساڈی!	کہ اے محبوب! میں تو تمہاری باندی ہی ہوں!
سُنڑ دو ہک میں کراں دِل دی حکایت	سُنئیے میں ایک دلِ بیمار کی کہانی سناتا ہوں۔
جو اِیویں کیتی ہے راوی روایت	اسے راوی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔
اگے یوسف دے آون توں بیچاری	کہ یوسف کے سامنے آنے کے لئے بیچاری۔
زلیخا نوں آہی بس بیقراری	زلیخا بہت بیتاب و بے قرار تھی۔
کڈاہیں بہوے کڈاں بہ تے اُٹھیوے	کبھی بیٹھتی کبھی بیٹھ کر اُٹھ کھڑی ہوتی۔
ہووے حیران، نہ مرے نہ جیوے	سخت پریشان تھی نہ جان نکلتی، نہ اطمینان نصیب ہوتا۔
جڈاں دِسّن جُثے تے تیر گُجھے	جب اس کے جُثے پر مخفی تیر چلتے۔
بھلا اُس دی کہی تدبیر سُجھے	تو اسے کوئی تدبیر ہی نہ سوجھتی
نمانڑیں بنڑ کے ہئی پھردی ڈُکھاگی	بیکس و بےکس ہو کر دکھیاری پھرتی رہتی۔
لگیس گجھڑا جو کوئی تیر کاری	اُسے کوئی مخفی اور کاری تیر لگا تھا۔
جڈاں دائی ڈِٹھی ایہ بیقراری	جب دایہ نے زلیخا کی ایسی بے قراری

زلیخا دی بہوں فریاد زاری
با تھاں بدھ کے کھڑوتی آن دائی
جو تینڈے سر کہی آفات آئی
میں کیہا ہاں ڈیکھدی حالت تساڈی
سچی گل آکھ اے صاحب اساڈی
جو ہے کوئی نہیں آرام تینوں
پلائے کس نے غم دے جام تینوں
توں کیوں غمگین ہیں ہر دم زلیخا!
تینوں کی نال غم دے کم زلیخا؟
کہیا بی بی، "نہیں معلوم دائی!
جو غم دی موج سر میڈے تے آئی
جداں یوسفؑ زلیخا کول آیا
تے قصہ کھوہ دا اس نوں سنڑایا
زلیخا جاں سنڑی اس کھوہ دی گال
ہوئی اس گالھ سوں فی الحال بے حال
تداں جاتس جو میڈے نال اس روز
اسے آفات سوں آیا بہوں سوز
او ہو بجھدے جو دل آگاہ ہوندے
جو دل نوں طرف دل دی راہ ہوندے
جیویں لیلی چلایا نیشتر نوں!
تے مجنوں دے ہتھاں کنوں ڈھا خوں

اور حد سے زیادہ فریاد و زاری دیکھی۔
تو ہاتھ جوڑ کر سامنے آکھڑی ہوئی۔
اور پوچھا کہ تیرے سر پر کیا آفت نازل ہوئی ہے؟
میں آپ کی حالت بہت بگڑی دیکھتی ہوں۔
اے ہماری مالکہ! مجھ سے سچی بات کہہ دے۔
تجھے تو کوئی آرام و سکون ہی حاصل نہیں
تجھے کس نے غم کے جام پلائے ہیں؟
اے زلیخا! تو ہر وقت کیوں غمگین رہتی ہے؟
تجھے تو غم سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہونا چاہئے تھا!
مالکہ نے کہا، اے دایہ! مجھے کچھ پتہ نہیں لگتا۔
بس غم کی ایک لہر میرے سر سے گذری ہے۔
دراصل جب یوسفؑ زلیخا کے پاس آیا۔
تو اس نے کنوئیں والا واقعہ کہہ سنایا۔
زلیخا نے جوں ہی اس کنوئیں والا واقعہ سنا۔
تو اس بات سے فوراً بے تاب ہو گئی۔
تبھی یہ جانا کہ میرے اندر اسی روز سے
اسی آفت کی وجہ سے سوز و تاب ہے۔
وہی جانتے ہیں جس کا دل اس بیماری سے واقف ہوتا ہے
کیونکہ دل کو ہی دل سے راہ ہوتی ہے۔
جس طرح لیلیٰ نے ایک نشتر چلایا تھا
کہ مجنوں کے ہاتھوں سے خون بہ نکلا۔

یوسف علیہ السلام کی خاطر چرانے کیلئے بھیڑوں کا ریوڑ مہیا کیا جانا!

چلو عبدالحکیما! ناں چلائیے
آئیے اے عبدالحکیم! چلیں

جو قصہ دُنبیاں والا کرائیے
اور دُنبوں والا قصہ بیان کریں۔

کہیا یوسفؑ جو میرا اجڑ چراواں
یوسفؑ نے خیال ظاہر کیا کہ میں ریوڑ چراؤں گا۔

جو سُنت پیو تے دادے دی میں پاواں
تاکہ میں بھی باپ دادے کی سنت کی پیروی کر سکوں

زلیخا آرزو اس دی نوں پایا
زلیخا اس کی آرزو کو سمجھ گئی۔

اُجڑ اِک خوب اس کارن منگایا
اور اس کے لئے بہت عمدہ ریوڑ منگوایا۔

ایہہ دُنبے بربرے، آہو ختن دے
یہ دُنبے بربرے تھے، ختن کے ہرنوں جیسے لگتے تھے

تے صافی جاں قدر دی گِرد تن دے
جسموں پر صاف ستھرا قیمتی چمڑا تھا۔

لتے دُنبے بہوں موٹے گرانبار
یہ دُنبے بہت موٹے اور بھاری وزن کے تھے۔

ٹُرن ویلے ڈکھاون خوب رفتار
چلتے وقت خوبصورت چال سے چلتے تھے

یوسفؑ دی پاس خاطر جوڑا جوڑا
یوسفؑ کے دل بہلانے کو وہ جوڑا جوڑا تھے

نہیں چہندا کوئی عاشق وچھوڑا
کیونکہ کوئی بھی عاشق اپنے محبوب سے الگ رہنا نہیں چاہتا!

دُنبیاں نوں چھیڑ کر یوسف سدھایا
یوسفؑ دُنبوں کو ہنکا کر روانہ ہو گیا

زلیخا نے ہجر دا داغ پایا
تو زلیخا کو ہجر کا احساس ہوا۔

جداں یوسف کرے جنگل تیاری
اب جب بھی یوسف جنگل جانے کی تیاری کرتا

زلیخا وی کرے فریاد وزاری
تو زلیخا بھی رونا پیٹنا شروع کر دیتی۔

جو اے محبوب! میں وی نال دلسیاں
کہ اے محبوب! میں بھی ساتھ جاؤں گی۔

تیڈے مکھڑے اُتوں مکھیاں جھلسیاں
اور کچھ نہیں تو تمہارے چہرے پر سے مکھیاں اڑاتی رہوں گی۔

میں دل اپڑیں کنوں چھتری تنسیاں
میں اپنے دل کی چھتری تان لوں گی۔

ٹُرن ویلے تیڈے سر تے رکھیساں
اور چلتے وقت تیرے سر پر کیا کروں گی۔

میں دلبر نال ویساں کون ہوڑے	میں اپنے دلبر کے ساتھ جاؤں گی، مجھے کون روکے گا؟
گنگ دلدار دے نوں کون چھوڑے	دوست کے فراق کو کون چھوڑتا ہے؟
میاں سائیں! اہینوں نمڑے چلنا	میاں سائیں! مجھے اپنے ساتھ لے چلنا!
وگرنہ پھیر جلدی نال ولنا	نہیں تو پھر جلدی واپس آجانا۔
میں بیٹھی ہاں تیڈے مکھ دی دیوانی	میں تیرے دیدار کی دیوانہ وار انتظار میں بیٹھی ہوں۔
پیارے! جلدی کرنی مہربانی	میرے پیارے! جلدی واپس آنے کی مہربانی کرنا۔
جو اے سونہڑاں وچھوڑا خوب ناہیں	اے حسین وجمیل محبوب! فراق کوئی اچھی چیز نہیں۔
بنا دیدار کجھ مطلوب ناہیں	مجھے تیرے دیدار کے سوا کسی شے کی طلب نہیں!
چلے جے وس وچھوڑا گھول گھتاں	اگر میرا بس چلے تو فراق کو تجھ پر نچھاور کر ڈالوں۔
تمام اوقات دلبر نال وتاں	اور تمام اوقات تم جیسے محبوب کے ساتھ رہوں
میں قدماں نال خدمتگار رہوساں	میں تمہارے قدموں میں رہ کر خدمتگاری کروں گی
توڈے نیڈی بہاربدار رہوساں	اور کچھ نہیں تو تمہارے گھر میں جھاڑو دونگی
تمامی روز میں کرساں شبانی	تمام دن میں ریوڑ کو چراتی رہوں گی۔
تساڈے ڈنبیاں دی پاسبانی	اور تمہارے دنبوں کی پاسبانی کرتی رہوں گی۔
جداں یوسفؑ ہووے اکھیں کنوں گم	جب یوسفؑ آنکھوں سے اوجھل ہوتا۔
پووے رون زلیخا دے اندر دھم	تو محل کے اندر زلیخا کے رونے کا شور برپا ہو جاتا
کرے فریاد تے نراری پٹے وال	آہ و فریاد کرتی اور بال نوچتی
جو ہے ہے گولڑی کیوں نہ گئی نال	کہ ہائے وائے! یہ کنیز ساتھ کیوں نہ چلی گئی
میں کیوں دلدار اپڑیں نوں ڈتا جھول	میں نے اپنے محبوب کو خطرے میں کیوں ڈالا۔
میں جندڑی کیوں نہ اس تائیں گھتی گھول	میں نے اس پر سے جان کیوں نہ قربان کر ڈالی۔
گھتے فالاں، پئی کالواں اڈاوے	فالیں ڈالتی، اور کاگ اڑاتی۔
دمادم جوتشیاں کولوں پچھاوے	لحظہ بہ لحظہ جوتشیوں سے پوچھتی۔

کڈاں ڈیکھاں مینڈا دلدار آسی
اجڑ تائیں سلامت چار آسی
کڈاں ٹر آ دسی او یار مینڈا
نے مکھ ڈکھلا ڈسی دلدار مینڈا
پکارے یار نوں چڑھ کے محلاں
سُہاؤ آ ڈیکے اے یار جھلاں
جڈاں دُنبیاں نوں یوسفؑ چار آوے
زلیخا مُنہ اتے پیراں دے پاوے
جو بسم اللہ اساڈا یار آیا
اجڑ تائیں سلامت چار آیا
یوسفؑ جتنے تئیں دُنبے چراوے
زلیخا نوں وچھوڑا داغ لاوے

نہ جانے کب میرا دلدار آئے گا!
اور ریوڑ کو صحیح و سلامت چرا لائے گا۔
وہ میرا محبوب کب واپس چل کر آئے گا۔
اور یوں میرا دلدار مجھے اپنا جلوہ دکھائیگا
محلوں پر چڑھ کر اپنے محبوب کو پکارتی۔
کہ اے دوست! آ، اور پردوں والے پلنگوں کو سجا!
جب یوسفؑ دُنبوں کو چرا لاتے
زلیخا اس کے قدموں پر اپنا چہرہ ڈال دیتی۔
کہ بسم اللہ! ہمارا محبوب آیا ہے۔
ریوڑ کو بھی سلامتی سے چرا لایا ہے۔
بہرحال یوسف جتنی دیر تک دُنبے چراتا۔
زلیخا کو فراق کے داغ کھانے پڑتے!

زلیخا کا وصل کی آرزو کرنا اور یوسفؑ کا اس سے اجتناب کرنا

توں حال اگوں تے اے عبدالحکیما!
زلیخا دے ڈکھاں دی گال سُنڑوا!
زلیخا نوں یوسف ہکدیں ہتھ آیا
گلابی پھُل خدا نے جھولی پایا
زلیخا دل کنوں اس نوں منگاوے
یوسفؑ دا دل ہتھیں جلوں نہ آوے
زلیخا جے کرے ملنے دا چارہ
یوسفؑ دا دل کرے اس توں کنارہ

اے عبدالحکیم! اب آگے بڑھ۔
اور زلیخا کے دُکھوں کی بات سُنا۔
زلیخا کو بڑے چاؤ سے یوسف ہاتھ لگا تھا
بلکہ خدا نے گلاب کا پھول اسکی جھولی میں ڈالا تھا
زلیخا نے دلی طور پر اسے حاصل کیا تھا۔
لیکن یوسف کا دل ہرگز اس کے ہاتھ نہ آتا تھا۔
اگر زلیخا اس سے ملنے کا چارہ کرتی۔
تو یوسفؑ کا دل اس سے کوسوں دور بھاگتا۔

کہے عاشق جو دکھن نہ ڈِسایئں
اگر عاشق کہے کہ تمہیں جانے نہ دوں گی

کہے معشوق اساں لِش کے ڈِکھائیں
تو معشوق کہتا کہ ہم فرار ہو دکھاتے ہیں!

زلیخا جے زُلف دی تار ٹانگے
اگر زلیخا اپنی زلف کی تار لٹکاتی۔

کہے یوسفؑ پرے ایں گال سانگے
تو یوسفؑ کہتا کہ اس لحاظ سے دُور ہی رہو!

زلیخا نوں بہوں اندوہ آیا
اس سے بات زلیخا کو بہت درد و اندوہ ہوا۔

جو یُوسفؑ ہو گیا اس توں پرایا
کہ یوسفؑ اس سے بیگانہ نکلا!

سڑی غم توں جو اس دی جان بیچاری
اس کی بے بس جان غم سے جل بھن گئی۔

اکھیں رووِن، تے دل نوں بیقراری
آنکھیں آنسو بہاتیں تو دل بےقرار رہتا!

جو ہے کول ہوندی یار دے ہیں
کہتی کہ ہائے ہائے! اگر میں اپنے محبوب کے پہلو میں ہوتی!

نسی ہوندی نے تے دلدار دے ہیں
تو اس کے بھاگنے پر میں بھی اس کے ساتھ بھاگ نکلتی!

دل اُس دا غم کنوں پُر درد ہویا
اس کا دل درد و الم میں ڈوب چلا تھا،

ہوئی حیران، چہرہ زرد ہویا
کافی پریشان تھی اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔

ڈِٹھا دائی زلیخا دا ایہو حال
جب دایہ نے زلیخا کی یہ حالتِ زار دیکھی۔

روندے رتوں پُچھے بی بی دا احوال
تو خون کے آنسو روتی ہوئی مالکہ سے احوال پوچھتی۔

جو ڈِس مینوں توں اے مہتاب میڈے!
کہ اے میرے مہتاب! مجھے تو بتایئے۔

کِہے غم آپ نوں پائے اندھیرے
کہ آپ کو کس غم نے مصیبت میں ڈال دیا ہے۔

جڈاں مطلوب تیڈا دُور ہویا
میں جانتی ہوں جب تیرا محبوب تجھ سے دُور ہو گیا ہے۔

سَڑن بی بی تینوں مقدر ہویا
تو اے مالکہ! تجھے فراق میں جلنا پڑ گیا ہے۔

جواب اس نوں ڈِتا سوزوں نمانڑیں
بیچاری مالکہ نے اسے سوز و غم سے بھرا جواب دیا۔

جو دائی کیا کراں غم دی کہانڑیں؟
کہ اے دایہ! میں اس غم کی کہانی کیا بتاؤں۔

جیندے عشق تن میڈا ڈِتے گال
جس کے عشق نے میرے جسم کو گلا دیا ہے۔

کڈاہیں نہ پچھی اُس نے میڈی گال
اس نے کبھی بھی میری بات تک نہیں پوچھی

جیسے دے عشق میں تن سانگ لائی
سوا او کرداہے میں کولوں جدائی

جیسے دے عشق میں کیتا گرفتار
اوہیں چھنداں تے نسدے تیز رفتار

جے میں آکھاں جو گل لگ کے ملائیں
جواب آکھے جو کیوں عاصی ہوائیں

بی بی دائی جو میں ڈیکھاں اسے ول
اگوں او پاؤندا متھے اتے ول

جے میں آکھاں تیڈے عشقوں میں رنجور
اگوں آکھے پرے ہو، دور ہو، دور

خداں دائی سنڑی ایہ گالھ مشکل
ہوئی حیران تے بیہوش، بیدل!

پچھے اس توں کہئے لاچاری ہوندی
وچھوڑے دی بڑی دلداری ہوندی

خداں دائی زلیخا دی ہوئی یار
وگن ہنجوں تے روے زار تے زار

کہیا دائی نوں توں ہیں یار میڈی
قدیمی دوست، نیکو کار میڈی

تسیں اج طرف یوسف دی سدھاؤ
تے میں گولی دی طرفوں ونج سنڑاؤ

جو نہ کر سرکشی اے سرو گل رنگ!
خدا نوں ڈر تے میں نوں نہ کر ننگ

نہیں بھاندی خدا نوں بے نیازی

کہ جس کے عشق کا نیزہ میرے تن بدن میں لگا ہے
وہی مجھ سے دوری اختیار کئے ہوتے ہے۔

جس کے عشق نے مجھے پھانس لیا ہے۔
وہی مجھے نہیں چاہتا بلکہ تیزی سے دور بھاگتا ہے۔

اگر میں کہوں کہ مجھے سینے سے لگالے،
تو جواب دیتا ہے کہ کیوں گنہگار بنیں!

اے بی دایہ! اگر میں اس کی طرف نگاہ ڈالوں۔
تو آگے وہ چیں بہ جبیں ہوتا ہے۔

اگر میں کہوں کہ تمہارے عشق میں بیمار رہوں
تو جواب دیتا ہے کہ پرے رہو، مجھ سے دور رہو!

جب دایہ نے یہ پیچیدہ بات سنی۔
تو حیران رہ گئی، بدحواس و بیدل سی ہو گئی!

اس کے بعد کہا کہ واقعی یہ بڑی لاچاری کی بات ہے
فراق میں عاشقی بڑی مصیبت ہوتی ہے!

جب دایہ نے زلیخا سے یہ میٹھی میٹھی باتیں کیں!
تو زلیخا کے آنسو بہ نکلے اور زار و قطار رونے لگی

دایہ سے کہا کہ تو میری ھمراز ہے!
میری پرانی سہیلی اور نیک خصلت ہے!

تم آج یوسف کے پاس چلی جاؤ۔
اور مجھ کنیزہ کی طرف سے اسے جا کہو۔

کہ اے پھولوں کے رنگ والے سرو قد محبوب! مجھ سے رخ نہ موڑ
خدا سے ڈرو اور مجھ سے اجنبیت نہ برتو!

خدا کو کسی کی بے نیازی اچھی نہیں لگتی!

خُدا سوُں ڈر، نہ کر گردن فرازی
خُدا سے ڈرو اور مجھ سے بے اعتنائی نہ کرو۔

توُں ہک واری خدا دے واسطے آ!
خُدا کے واسطے ایک دفعہ ہی آجاؤ۔

نہ ترسا تے نہ ترسا تے نہ ترسا!
مجھے نہ ترساؤ، بے قرار و بے چین نہ کرو!

میں ہاں بے وس نہیں دل وس نہ جاوے
میں لاچار ہوں دل بس میں نہیں مجھ سے جاؤ نہیں!

خدا دے واسطے مطلب ڈیوا دے
خُدا کے واسطے، میری آرزو پوری کرو!

بُڈھے ہوندے قضیے پیش آئے
بوڑھاپے میں یہ معاملات پیش آئے ہیں۔

تیڈے مکھڑے سبھے سکھڑے وجائے
تیرے جلوے نے میرے سارے سکھ برباد کر دیئے ہیں

اکھیں نوُں نندر، دل آرام ناہیں
نہ آنکھوں میں نیند، نہ دل کو آرام نصیب ہے۔

تے بھڑکن وچ دلیں دے درد بھاہیں
بلکہ دل میں درد و غم کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں۔

میڈی ساری عمر ایویں دہاڑیں
میری ساری عمر اسی طور گذری ہے۔

کریں توں غم، سُنڑیں جگر کہاڑیں
اگر میری بپتا سُنو تو ضرور نادم ہو گئے!

جڈاں نبیوں خدا میں کول آندا
جب خُدا تجھے میرے قریب لے آیا،

شُکر کیتم جو قادر ڈھول آندا
تو میں نے شکر ادا کیا کہ قادر مطلق نے مجھے محبوب بلایا ہے

اساں جاتا خدا ڈکھ دور کیتا
میں نے جانا کہ اب خُدا نے دکھ دور کر دیئے ہیں

ہتھوں ڈوڑا خدا رنجور کیتا
لیکن خُدا نے تو دوہری بیماری لگا دی ہے۔

خدا دے واسطے کرو نظارہ
خُدا کے واسطے مجھے اپنا جلوہ دکھاؤ

میاں سوہنڑاں نہ کر ایڈا پسارہ
اے حسین آقا! ایسی بے اعتنائی تو نہ کرو۔

توُں ہک واری تاں بہہ آکے میڈے کول
ایک بار ہی میرے پاس آ بیٹھے۔

خدا دے واسطے میں نال خوش بول
اور خُدا کے لئے میرے ساتھ میٹھی باتیں کیجیے۔

تساں ہنڑ حال میڈے تے کرو ترس
اب تو میرے حال زار پر ترس کھائیے۔

جو بیتوں ہے ونڈیاں گذ سے بہوں برس
کہ مجھے روتے کھلتے بہت برس گذر گئے ہیں۔

میں ہاں اے صاحبا! باندی تساڈی
اے مالک! میں آپ کی کنیزہ ہوں۔

ازل دے روز سوُں باندی تساڈی
ازل کے دن سے ہی آپ کے لئے پریشان و درماندہ ہوں

نظر صاحب کریں باندی تے ہک وار
شرع موجب نہیں ہوندے گرفتار
تیڈی بردی تے تیڈی گولی ہاں میں
محبت سوں وچھائی جھولی ہاں میں
نہیں فرماؤ ہن توں قہر دیں پرے ٹر
جواہر سوں میڈا دامن کر وپر
مینوں ہک جام مہر دی جھول ڈیوو
مٹھے مکھ آپڑیں نوں گھول ڈیوو
میں ہاں خادم توں ہیں مخدوم میڈا
تساں نوں حال سب معلوم میڈا
کرو خادم اتے انعام سائیں
جو ہر جا فیض تیڈے عام سائیں
کیتا دل درد تیڈے پارہ پارہ
تے دارو درد میڈے دا نظارہ
نظارہ جے کراؤ جیندیاں ہیں
نہیں تاں جام زہری پیندیاں ہیں
دوا کر میڈیاں بیماریاں دی
وفا کر دلبرا دلداریاں دی
میں تیڈے ڈیکھنڑ دی باوری ہاں
ڈکھا گھنڈ گھول کے مکھ باوری توں
جو ستیاں قید وچ کیتو گرفتار
بھیجو ئی قید کر کے مصر دی وار
جیکر ہووے ایہا سچی نشانی

اے آقا! ایک بار تو باندی پر نظر کرم کیجیے۔
شرع کی رو سے ایسی کوئی گرفت نہیں!
میں تیری ہی باندی تیری ہی خادمہ ہوں۔
میں نے محبت کی بھیک کی جھولی پھیلا رکھی ہے۔
غیض و غضب میں یہ نہ کہیے کہ دُور ہو جا!
بلکہ میرے دامن کو جواہر مراد سے بھر دیجیے۔
مجھے ایک جام مہر و محبت سے لگا کر دیجیے۔
اپنے شیریں چہرے کو اس میں گھول دیجیے۔
میں خادمہ ہوں آپ میرے مخدوم ہیں۔
آپ کو تو میرا سب حال معلوم ہی ہے۔
اے آقا! خادم کو تو انعام سے نوازا جانا چاہیے۔
اے مالک تیرا فیض تو ہر ایک کے لیے عام ہے۔
تیرے دردِ عشق نے میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے
میرے درد و غم کا علاج تیرا جلوہ ہی ہے۔
اگر آپ جلوہ دکھائیں تو جیتی ہوں
نہیں تو میں زہر کا پیالہ پیتی ہوں
میری بیماریاں کا علاج کیجیے۔
اے دلبر! محبت کے طفیل مجھ سے وفا کیجیے!
میں تیرے دیکھنے کو دیوانہ بنی پھرتی ہوں
اس شیفتہ کو حجاب الٹ کے جلوہ دکھا دیجیے!
تو نے مجھے سوتے میں پھانسا ہے۔
پھر اپنی گرفت میں لا کر مصر کی طرف بھیجا ہے
اگر یہ باتیں سچی ہیں تو انہیں بطور نشانی مجھے

کریکجو عاجزی تے مہربانی
اور اس عاجزہ پر لطف و کرم کیجیے۔

ہوئی عرضاں اگے یوسف دے دائی
دایہ یوسف کے آگے عرضگذار ہوئی۔

حقیقت حال عاجز دی سنائی
اور اس مجبور و ناچار کی حقیقت حال بیان کی۔

اگے دائی دے یوسف ایہ سنایا
یوسف نے دایہ سے یہ کہا۔

سخن تینڈا پسند اصلوں نہیں آیا۔
کہ تیری بات میرے دل کو ہرگز اچھی نہیں لگی۔

غلام ہاں میں انہاں دا زر خریدہ
میں ان کا زر خرید غلام ضرور ہوں۔

حکم جیویں کرو، حاضر جریدہ
جیسے بھی حکم کرو، سر آنکھوں پر!

ولیکن ایہ خیانت نہ کرسیاں
لیکن ایسی خیانت نہ کروں گا۔

ایہو ٹکا متھے اُتے نہ لیساں
کلنک کا یہ ٹیکہ اپنے ماتھے پر نہ لگاؤں گا۔

اسے گل تے میںڈا دل نہ کھڑ دسی
اس بات پر میرا دل کبھی راضی نہ ہوگا۔

جو میں تھوں ایہ سخن ہرگز نہ ہوسی
مجھ سے یہ بات ہرگز نہ ہو سکے گی۔

اگے بی بی دے کہیا آکے دائی
دایہ نے بھی مالکہ کے سامنے یہ آ کہا

نہیں پروا پیغمبر نوں کائی
کہ پیغمبر کو تو پروا تک نہیں!

جدّاں دائی کنوں بی بی سنڑی گل
جب مالکہ نے دایہ سے یہ جواب سنا۔

ہوئی کولے اسی جگہیں تے چل بل
تو اسی جگہ جل بھن کر کوئلہ ہو گئی۔

پئی رووے جو ایہ کیا یار کیتے
روتی تھی کہ اس محبوب نے یہ کیا کیا۔

جسے دے عشق نے بیمار کیتے
جبکہ اسی کے عشق نے ہی مجھے بیمار کیا ہوا ہے!

رووے رتّوں جو برہوں سانگ لائی
خون کے آنسو روتی، کہ برہا نے نیزہ چبھو دیا۔

یوسف دے عشق نے کاتی چلائی
یوسف کے عشق نے چھری گھونپ دی تھی!

ڈھٹی پیراں دے اُتّے ہو کے رنجور
چنانچہ بیمار و ناچار ہو کر یوسف کے قدموں پر آ گری۔

جو اے صاحب! نہ قدماں توں سٹیں دور
التجا کی کہ اے مالک! مجھے اپنے قدموں سے دور نہ پھینکیے

رووے رتّوں تے سینے سرد آہیں
خون کے آنسو روتی، سینے میں ٹھنڈی آہیں بھرتی!

جو اے دلبر! مویاں نوں مارنا ہیں
کہ اے دلبر! مجھ مردہ و کشتہ کو نہ ماریئے!

نہیں حاجت اساں نوں طعنیاں دی
مجھے طعنوں کی پروا نہیں۔

بیں ہاں بھلا باندی تیڈیاں باندیاں دی
بلکہ میں تو تمہاری باندیوں کی باندی ہوں!

جڈاں یوسف سُنڑی ایہ گال رُنیں
جب یوسفؑ نے یہ باتیں سنیں تو وہ رو دیا۔

زلیخا پچھیا کتھ حال رُنیں
زلیخا نے پوچھا کہ کس بات پر رو دیئے؟

کہیا یوسفؑ میں کیا آکھاں تساں نوں
یوسفؑ نے کہا میں آپ کو کیا بتاؤں۔

رووݨ تیڈے کیتے حیران اساں نوں
تیرے رونے نے مجھے پریشان کر دیا ہے

جے پچھے جے توں آہی میڈی محبت
اگر تجھے مجھ سے محبت تھی تو پھر

بنڑایو چور مینوں دے کے تہمت
تہمت لگا کر مجھے خائن کیوں بنایا؟

جڈاں پیو نوں میڈا عاشق ڈٖٹھوئی
جب تو نے میرے باپ کو مجھ پر شیدا پایا

سبھے ملکوں پرے اُس تھوں سٹیوئی
تو مجھے اس سے سبھی ملکوں دُور کیوں پھینکوایا!

نہ جاݨاں عشق تیڈا کیا کریسی
میں نہیں جانتا کہ تیرا عشق میرے ساتھ کیا کریگا؟

مریسی یا پوڑ لیسی، یا تر لیسی
مجھے مار ڈالے گا غرق کرے گا یا کنارے لگائیگا!

جو جس دن عشق ہیں ہمراز ہوسی
جس دن بھی تیرا عشق میرا ساتھ دے گا۔

سو میڈے کان مڑ آواز ہوسی
تو پھر مجھے غیب سے آواز سنائی دیگی۔

کہیا بی بی معاذ اللہ نہ ایویں آکھ
مالکہ نے کہا معاذ اللہ! (اللہ رکھے) ایسے نہ کہو!

اساں نوں دوستی دا لایقین آکھ
بلکہ ہم پر دوستی کا سا بھروسہ رکھیئے!

گماں توں دشمنی دا دُور چا کر
اپنے ذہن سے دشمنی کا گماں نکال دیجیے۔

جو میں رہساں تمامی عمر چاکر
میں تو ساری عمر تمہاری باندی ہی رہوں گی۔

کرم دی توں اساڈے تے نظر بھال
ہم پہ لطف و کرم کی نظر ڈالیے۔

بھلا سائیں کر دے خوش وقت خوشحال
اے مالک! مجھے خوشی بخشیئے، مجھے خوشحال کیجیے!

کہیا یوسفؑ توں ہیں سائیں اساڈی
یوسفؑ نے کہا کہ تو ہماری مالکہ ہے۔

جو لائق ہے مینوں خدمت تساڈی
مجھے تمہاری خدمت بجالانا لازمی ہے۔

چوائیں سر تے جتنے بھار چلیاں
سر پر جتنے بوجھ ڈالیے۔ اٹھاؤں گا۔

پر ایہ کم میں کداہیں نہ کرلیساں
لیکن یہ بڑا کام میں کبھی نہ سرانجام دوں گا۔

زلیخا کا حضرت یوسف کو دلکشا باغ میں بھجوانا

چلو عبدالحکیما! تا چلائیں
آیئے اے عبدالحکیم! چلیں۔

صفت اُس باغ دی ثابت کرائیں
اور اس باغ کی صفات واضح کریں۔

زلیخا رکھدی آہی باغ، او باغ
زلیخا ایک باغ سا باغ رکھتی تھی۔

جو اس توں دل ارم دے نوں پیا داغ
کہ باغِ ارم کے دل میں اس کے حسد کا داغ پڑ گیا تھا،

اُہی اس باغ وچ ہر چیز، ہر گل
اس باغ میں ہر چیز اور ہر بات تھی۔

کیا میوے، کیا دوا، کیا خار، کیا گل
کیا میوہ، کیا جڑی بوٹی، کیا خار، کیا پھول!

درختاں باغ دیاں کیا رنگ لایا
باغ کے درختوں نے عجب رنگ جمایا ہوا تھا

نے شاخاں ہک دُوجی نوں جپھا پایا
انکی شاخیں ایک دوسری سے لپٹی ہوئی تھیں،

گھتی شاخاں بھوں کجھ گلگڑی تنگ
شاخوں نے ایک دوسری کو گلے لگ کر خوب بھینچا ہوا تھا

جیویں عاشق، اپنے معشوق دا چنگ
جیسے عاشق و معشوق نے ہاتھ میں ہاتھ دے رکھا ہو!

رقیب آکھے کوئی ہیں زور لاواں
رقیب کو خواہش کہ وہ کوئی ایسا زور لگائے۔

انھاں ہک دوجے کولوں چھوڑاواں
کہ انہیں ایک دوسری سے جدا کردے!

نہ عاشق چھوڑسی معشوق تائیں
عاشق کبھی معشوق کو چھوڑنے کا نہیں!

کہے معشوق جا صدقے کرائیں!
بلکہ معشوق بھی رقیب کے اپنے عاشق پر نچھاور کر دینے کی کہے!

صبا ہر چند جو آ زور لاوے
بادِ صبا بھی جتنا کچھ زور آ لگاتی۔

انھاں نہ ایک دُوجے تھوں چھڑاوے
کسی کو بھی ایک دوسری سے جدا نہ کر سکتی!

درخت آہے فلک دے تخت آہے
درخت کیا تھے آسمان کو سہارا دیے تھے!

پکھیاں دے شاہ کا رِن تخت آہے	وہ پنچھیوں کے بادشاہ کیلئے گویا تخت تھے !
کھڑوے منفق مجنوں تے لیلیٰ	لیلےٰ اور مجنوں کے درخت بھی ایک دوسرے کے ساتھ ہو کھڑے تھے !
ڈِوا وے باغ لوں پوشاک کیلا	کیلا باغ کو پوشاک مہیا کئے تھا !
پوہڑ پیلاں سبھیاں کیتا پسارا	بوہڑ اور پیپل سب پھیلے پھیلے تھے .
اُنھاں دی چھاں کنوں ہویا اندھارا	انکی گھنی چھاؤں سے اندھیرا چھایا ہوا تھا .
کھجوراں دا گیا سر آسمان تے	کھجوروں کی چوٹیاں آسماں سے باتیں کر رہی تھیں
ڈِتا میوہ اُنھاں سارے جہاں تے	انھوں نے ساری دنیا کیلئے میوہ مہیا کیا ہوا تھا .
تے پستہ مغز تے بادام نارنج	پستہ ، بادام ، نارنگی .
بہی تے سیب سب نارنج ناریخ	بہی سیب ، سارے کے سارے میٹھے اور لذیذ !
نیبو ، ادرک نے چلغوزہ ہزاراں	نیبو ، ادرک اور چلغوزے کے ہزاروں درخت .
بیا شہتوت نے لایاں قطاراں	ان کے علاوہ شہتوت کی قطاریں تھیں .
بیا اُتھاں انجیراں سیر لائی	یہاں انجیر خوب منظر پیش کر رہے تھے .
تے کھٹ مٹھا بہوں لذّت ڈکھائی	اور کھٹ مٹھا نے بھی بہت لذّت بخش رکھی تھی !
دوائیں جے پچھیں میں کنوں طبیبا !	اے طبیب ! اگر مجھ سے ادویاتی بوٹیوں سے متعلق پوچھو
سبھے موجود آہے اے حبیبا !	تو اے دوست ! وہ سب اس میں موجود تھیں ،
بلنگو ، زنجبیل و سنبل الطیب	بالنگو (بادرنگ) زنجبیل (سونٹھ) اور بال چھڑ
قرنفل ، عود ، ڈیون مغز نوں طیب	لونگ ، اگر ، دماغ کو طاقت و راحت دیں .
الاچی ، دارچینی ، تے شقاقل	الائچی ، دارچینی اور گزر دشتی ،
ہلیلہ زرد تے جدوار ، سنبل	ہلیلہ زرد ، جدوار اور سنبل .
گلابے ، گل بنفشہ ، جھل ، زرنباد	گلاب ، گل بنفشہ ، اسبغول اور کچور
ڈیون معدے نوں قوت ، رنج برباد	معدے کو قوت بخشیں اور تکالیف ختم کریں .
بنفشہ ڈیکھ تے تپ دور ہووے	بنفشہ کو دیکھتے ہی تپ دفع ہو جائے .

ڈیکھے صندل تے دل مسرور ہووے
انار، انگور تے خرما جو کھاون
ڈبوں قوت دلے صفرا ودھاون
تے زردالو، تے شفتالو تے آلو
تمر ہندی، سبھے صفرا دے ٹالو
جداں پھر سیب شیریں طرف جاون
تاں قوت دل تے معدے دی او پاون
اُسطو خودوس، افیتموں جو کھاون
سپستاں سُرخ سودا نوں ہٹاون
کشوث و زیرہ کھولن لول دے بند
ریشہ خطمی کرے اسہال نوں بند
تے اسفاناخ حب النیل حرمل
کہن بلغم نوں اے عاجز پرے چل
کرن عناب تے خرفہ پرے کھنگ
سبھے باہر کیا بہ کرڈبوے سنگ
گلاں غنچے کنوں لیتی عماری
کرے پیا سر و چھتر اُتے سواری
اُہا جو چھتر گل تے نار دن دا
سبھو گلزار دے شیوہ بنٹرن دا
گلاں تے بلبلاں ڈیرے بنڑائے
خوش آوازی خلائق نوں سنڑائے
گلابے گل تے داؤدی تے کرنا

صندل کو دیکھنے سے دل کو خوشی نصیب ہو۔
اگر انار، انگور اور خرما کو کھائیں۔
تو یہ قوت تو بخشتے ہیں لیکن صفرا کو بھی بڑھاتے ہیں
زردالو، شفتالو اور آلو۔
املی وغیرہ سب صفرا کو ٹالنے والے ہیں۔
جب میٹھے سیبوں کی طرف رُخ کریں۔
تو دل اور معدہ کو قوت بخشیں۔
اُسطوخُدّوس اور افیتموں جو کھائے جائیں
اور لسوڑہ تو یہ سودا (بلغم) کو دُور کریں۔
کشوث اور زیرہ پیشاب کے بندھن توڑ دیں۔
ریشہ خطمی دستوں کو بند کر دے۔
اور پالک کا ساگ حبّ النیل کا لادانہ اور حرمل
بلغم کو کہیں کہ اے عاجز، دُور ہو جا!
عناب اور خرفہ (قلفا) کھانسی کو ہٹا دیں۔
لعاب چینی ہر قسم کی پتھری کو نکال باہر کرے!
گلاب کے پھولوں نے غنچے سے عماری مانگ لی۔
سرو سواری کے اوپر چھتر کئے ہوئے تھا۔
جو گلاب اور پھل کے انار سے سب تھا۔
یہ سب چیزیں اس باغ کے سجانے کے لئے تھیں
پھولوں پر بلبلوں نے ڈیرے آ جمائے تھے۔
اپنی میٹھی بولیاں لوگوں کو سناتی تھیں،
گلاب کے پھول، گُل داؤدی اور کرنا کے پھول،

تے گل خیرے تے گل رعنا تے مروا
تے گل لالے، تے گل تکیہ تے کاہو
تے گل چینی، تے گل فتنہ سدھاؤ
تے نافرمان جو گردن اُکھاڑے
تمامی خلق عاصی نوں وگاڑے
ولھیں دے سر جو آہا پھول چنبہ
انھاں کولھوں نہ چھوڑے مول چنبہ
تے ریحانے کنوں دل خوش کراوے
تے دل کوں زعفراں ہر دم کھلاوے
بیا گل کیوڑہ، گلنار، سنبل
اُتھاں ہر دم پکارے زار بلبل
جو ڈیکھو لاجونتی پا کدا من
بیگانہ ڈیکھ تے لگدی کماون
ہووے جد غیر اُس گل ہتھیں کنڈ دیتا
تاں اُس گلبن نے پڑھ الحمد کیتا
تے بیگانہ جداں دوری سدھایا
تاں اُس گل آب وچ پھر آب پایا
جداں ہر دم رہے مخمور نرگس
ملائک دے دلاں تائیں لوے کھس
تے گل سبھڑاں سہایا باغ تائیں
نے کھنڈے پھل رہے ہر جیہ کتھائیں
تے وہ وہ کیا کہاں ہیں مشک دانڑاں
ولھیں دے وچ کھڑا کرتے ٹکانڑاں

گل خیرا، گل رعنا اور مروا کے پھول
گل لالہ اور گل تکیہ اور کاہو
گل آچین اور گل فتنہ کام سدھار رہے تھے۔
اور نافرمان جو اپنی گردن اونچی کیے ہوتا ہے،
ساری گنہگار مخلوقات کو بدکردار بنا دے۔
بیلوں کے اوپر جو چنبے کا پھول نکھرا تھا
وہ اُن سے ہرگز اپنا پنجہ نہ چھوڑتا۔
یہ باغ نازبو کی خوشبو سے دل کو خوشی بخشے،
اس کا زعفراں ہر وقت دل کو ہنسا دے!
ان کے علاوہ گل کیوڑہ، گلنار اور سنبل
وہاں ہر وقت بلبل زار آوازیں دیتی رہتی،
ذرا پاکدامن لاجونتی کی طرف دیکھیے۔
یہ کسی بیگانے کو دیکھتے ہی کملا جاتی ہے۔
جب وہ غیر آدمی اس پھول کے سامنے سے ہٹ جائے
تو اس پر وہ بوٹی شکر و الحمد کہے۔
اگر وہ نامحرم دور ہی چلا جائے۔
تو پھر اس نازک پھول میں تر و تازگی آجاتی ہے
جب نرگس کے ہر وقت مست رہنے کے دن آئیں
تو فرشتوں کے دلوں تک جھپٹ لے!
یوں سب پھولوں نے باغ کو رونق بخش رکھی تھی۔
اور ہر کہیں پھول بکھرے پڑے رہتے تھے۔
واہ واہ! مشک دانہ کے کیا کہنے!
یہ تو بیلوں میں ٹھکانہ کیے کھڑا ہے۔

اُتے گل کاسنی، زنبق تے راویل
بنفشہ، نسترن وی کر گھدا میل
بیا سوسن تے کاگا، پنج ہر کار
عجائب ہا اتھاں کھڑکار کھڑکار
بھوں اس باغ دے وچ لشت پاہی
کرائے عشق پیچاں داد خواہی
کراں تعریف کیا میں انہاں گلاں دی
کمی کوہاں اُتے خوشبو انہاں دی
ہویا عالم سبھو خوش حال اُس تھوں
اتے خوشبو سبھو پامال اس تھوں
جڈاں گل موتیے چمکار لایا
ستاریاں نے جیویں لشکار لایا
رہے سورج مکھی عاشق ہمیشاں
کہے دلدار تھوں مکھ نہ ترلیساں
چمن وی ہو گیا سب لالمنداں
بھوں جلوہ ڈکھایا شہ پسنداں
ڈوپہراں نوں ڈوپہری سیج لائی
نے صد برگے بہار اپنی ڈکھائی
بیا وت عنبری عنبر کھنڈایا
تے ماچینی سبھو اطلس وچھایا
تے نیلک سوں، تے چنبل تے سہاگن
اتے بھاگن پیا رنگے جدا گن

اور گل کاسنی، چنبیلی کے پھول، رلے بیل۔
بنفشہ اور سفید گلاب سب نے دوستی گانٹھ لی ہے۔
اس کے علاوہ سوسن، کاگ جھنگا اور پنج ہر کار بھی تھے۔
غرض وہاں عجیب و غریب رونق اور ہل چل تھی۔
اس باغ میں لشت پاہی کی بوٹی بھی عام تھی۔
اور عشق پیچاں کی بیل بھی اچھی لگ رہی تھی۔
میں ان پھولوں کی کیا تعریف کروں!
کہ ان کی خوشبو کئی میلوں تک بکھری ہوئی تھی۔
اس خوشبو سے ساری دنیا مست و خرم تھی۔
باقی سب خوشبوئیں ان سے ہیچ تھیں!
جب موتیا کے پھول نے اپنی چمک دکھائی۔
ایسے لگے جیسے ستارے ٹمٹما رہے ہوں!
سورج مکھی ہمیشہ سورج پر عاشق رہتی ہے۔
اور کہتی ہے کہ میں دلدار سے رخ نہ موڑوں گی۔
باغ بالکل چنبیلی کے پھولوں کا پھولدان سا بن گیا تھا۔
اور شہ پسندوں کی رونق بھی دیکھنے کے قابل تھی۔
دوپہر کو دوپہری نے سیج سی بچھا دی۔
پھر صد برگے (گیندے) نے اپنی بہار دکھائی۔
اس کے علاوہ گل عنبری نے عنبر بکھیر دیا۔
ہر جگہ ماچینی کا چمکدار ریشمی کپڑا بچھا تھا
نیلک سوں اور صندل اور سہاگن۔
اور بھاگن اپنا الگ گن دکھا رہے تھے۔

صنوبر، ارغواں مخمل پسارے
کھڑا کچنال جھلکے خوب مارے
بیاوت موسری ڈیکھو تے گلنار
سُہایا باغ تائیں ہار سنگار
لالہ نعمانی نے مذہب کھنڈایا
خلائق نے نفع بسیار پایا
لالہ خود رو بہوں سُرخی ڈِکھائی
تے لالہ نسترن خوبی کِھنڈائی
تے لولو وسمہ پائی دھم گلّاں تے
زُلف جیویں محباں دے مُونھاں تے
اہے اس باغ وچ ڈُوں حوض نادر
جو ہک شیر وں ڈوجھا ماکھی کنوں پُر
اہا ہک تخت اُنھاں دے وچ وچالے
جے نوں ڈیکھیں تاں کیا من چور چالے
بلند اسمان وانگ اس دا پسارا
جڑیا گوہر کنوں تارے تے تارا
وِچھوڑا یار دا دل تے سہاِیس
تے یوسف نوں گلستاں وَل چلایُس
کنیزاں نول زری زربفت کپڑے کے
بیٹھے مہوش اتے گل رنگ چیلے
اگھیُس خدمت یوسف دی نال جاون
جو تاں یوسف نوں کیویں ورغلاون

صنوبر، ارغوانی مخمل پھیلا رہا تھا۔
کچنال کھڑا خوب شوخی دِکھا رہا تھا۔
ان کے علاوہ موسری اور گلنار بھی دیکھنے کے قابل تھے
ہارسنگار نے الگ باغ کو سجایا ہوا تھا۔
لالہ نعمانی نے روش پر اپنی سرخی بکھیر دی تھی۔
لوگوں نے اس سے بہت لطف اُٹھایا۔
لالہ خود رو بہت سُرخ نظر آتا تھا۔
اور لالہ نسترن حسن و جمال دکھاتا تھا۔
اور لولو وسمہ نے پھولوں پہ یلغار کر رکھی ہے
جیسے محبوبوں کے چہروں پر زلف کرتی ہے!
اس باغ میں دو نادر و عجیب حوض تھے۔
ایک دُودھ سے بھرا تھا اور دوسرا شہد سے!
ان کے عین درمیان میں ایک تخت بچھا تھا۔
یوں سمجھیے کہ حور تک کا دل للچا جاتا!
اونچے آسماں کی طرح اس تخت کا پھیلاؤ تھا۔
اس پر گوہروں سے تارے پر تارا جڑا ہوا تھا۔
زلیخا نے محبوب کے فراق کو دل پر برداشت کیا،
اور یوسفؑ کو ایسے باغ کی طرف روانہ کر دیا۔
زرّی اور زربفت کے کپڑوں والی کنیزوں
اور چاند کے چہروں والے گل رنگ نوخیز لڑکوں کو
حکم دیا کہ وہ یوسف کے ساتھ اسکی خدمتگاری کیلیے جائیں
تاکہ کسی طور یوسفؑ کو ورغلائیں!

دگھن ڈ ویلے زلیخا باندِیاں نوں
کہی ہک مصلحت لاثانیاں نوں
جو اے وِچ حسن دے چالاک چپتاں!
ہٹی سیمیں ذقن تے نار پستاں!
تے مہ ہوندے تساڈی ڈیکھ لشکا
شرمسار و شرمسار و شرمسار
جے وس چلّے کرد عشوہ طرازی
جو یوسفؑ نوں سکھا وے عشق بازی
جدڑاں ہووے تساڈا ناز بردار
تہیں نوں آ ایکے کرنا خبردار
متاں میلے خدا مطلوب مینوں
ملے گل لا ایکے محبوب مینوں

چلتے وقت زلیخا نے باندیوں کو
جو کہ حسن و جمال میں لاثانی تھیں، بہلانے کی ایک بات کہی
کہ اے حسن و خوبی میں چست و چالاک لڑکیو!
اور دبلی پتلی ٹھوڑی والیو! انار پستان والیو!
چاند تک تمہاری چمک دمک دیکھ کر
شرمسار و خجل و خوار ہوتا ہے!
جتنا بس چلے ایسی عشوہ طرازی کرو
کہ یوسفؑ کو عشق کرنے پر مائل کر دو!
جب وہ تمہاری ناز برداری کرنے لگے
تو پھر آ کے مجھے اطلاع کر دو۔
شاید اس طرح خدا مجھے میرا محبوب ملا دے!
اور وہ مجھے سینے سے بھینچ کر ملے!

تے یوسفؑ نوں کہیا اے آفتابا!
حسن دے ملک دے اے ماہتابا!
انھاں نوں ہیں تساڈے مِلک کیتا
جو دِل چاہے کرھا اے یار سیتا!

ادھر یوسفؑ سے کہا کہ اے چمکتے دمکتے آفتاب!
اے حسن کی سلطنت کے حسین و جمیل ماہتاب!
ان سب کو میں نے تمہاری ملکیت میں کر دیا ہے
اے پیارے دوست! جیسا جی چاہے انکے ساتھ سلوک کرو۔

باغ کے پرندوں کی صفات و اصوات کا بیان

چلو عبد الحکیما! تا چلائیں
جو چل کے باغ دیاں سیراں کرائیں
سہایا باغ نوں حوراں تے غلماں
ڈیکھن سیتی ہوئی قمری خوش الحاں

آیئے اے عبد الحکیم! چلیں
اور چل کر باغ کی سیر کریں۔
جاتے ہی حوروں اور غلمان نے باغ کو پُر رونق بنا دیا
انھیں دیکھتے ہی قمری میٹھی بولی بولنے لگی

نِھیَ ہمراہ اُس دے نال بلبل	اور بُلبل بھی اس کے ساتھ ہو گئی۔
پیا وِچ طائراں دے شور تے غل	پرندوں میں شور و غل مچ گیا۔
ڈِٹھا پکھیاں جو پیغمبر دا دیدار	جب پرندوں نے پیغمبر کا دیدار کیا۔
ہوئے منتے یوسفؑ دے سبھے یار	تو وہ سب کے سب حسین و جمیل یوسفؑ کے دیوانے بن گئے
سَرو یوسف دا جِتھ رفتار پاوے	سرو قد یوسف جدھر کو چلتا۔
ڈیکھو تاثیر سبز اوجا ہو جاوے	تو اس کی تاثیر سے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی۔
ٹرن دیلے کبک رفتار ہووے	وہ چلتے وقت چکور کی چال چلتا۔
سخن ویلے طوطی گفتار ہووے	اور باتیں کرتے وقت طوطئ گفتار بن جاتا!
ہویا جو ذکر جاری پکھیاں توں	جب پرندوں نے ذکر و اذکار شروع کیا۔
سوا رب دے نہ یاد آیا انھاں نوں	تو رب تعالیٰ کے سوا انھیں کچھ بھی یاد نہ رہا۔
ہوئے جو مور سب شاغل جہر دے	جب سارے مور اونچی آواز میں ذکر میں مشغول ہوئے
کرن جیویں فسوں عابد سحر دے	تو ایسا لگا جیسے صبح کے عباد تگذار دن نے جادو کر دیا ہو
ہُما تائیں جو ہووے فیض بسیار	ہُما تک کو جب بے پایاں فیض نصیب ہو جاوے
کیویں نہ راست ہو دن اُتھے سبھے کار	تو یہاں کے سب کام کاج کیوں کر نہ تکمیل کو پہنچیں،
کھاون پیون اسے دا دُور ہویا	ہر اس جاندار کا کھانا پینا ترک ہو گیا۔
خدا دے نال جو مسرور ہویا	جو خدا کے ذکر و اذکار میں مست و مسرور ہو گیا!
تے ہِلیں رقص پایا آسماں تے	چیلوں نے آسمان پر رقص شروع کر دیا۔
چبوے عشق دے ڈیکھن جہاں تے	نیچے زمین پر عشق کے چو نچلے دکھائی دیتے۔
لتے عنقا گُم ہو جہاں توں	عنقا اس جہاں سے اوجھل ہو گیا
ہویا فارغ جِداں حدِّ مکاں توں	جب مکانی حدود سے ماورا چلا گیا!
چکور آکھیا جو میڈا ماہ آیا	چکوری نے جانا کہ اس کا مہتاب طلوع ہوا ہے
میڈے پاسے حُسن دا شاہ آیا	اور اس کی جانب حسن کا بادشاہ تشریف لایا ہے

گیا بھل اُس نوں ماہ آسمانی
ملیا یوسف جہا جو یار جانی
کیتا جو ساریاں فجری نظارہ
یوسف دے عشق نے کیتا پسارہ
ہو گئے بیہوش گر آئے پکھی جھٹ
ڈیکھو سینی سٹن کھنبّاں نوں پٹ پٹ
تے کاں، زنّار تائیں دُور کیتا
سحر سوں باغ نوں پُرشور کیتا
تلے اُتے چنڈور آوے تے جاوے
ہویا بیہوش، نہ آرام آوے
ایہو شکرے تے جُرّے دا تھیا حال
ہوئے سرمست نہ پچھو کوئی گال
تے مرغاں عشق آتش پیا لگائے
شتابی دوڑ دریا نوں سدھائے
ہویا بطاں دے سینوں سوز ظاہر
رہن حوضاں دے وچ، آون نہ باہر
کرے خوکو کبوتر نال گیرا
ڈھہے بیہوش ہو ہو کے بٹیرا
چموٹہ، تے چڑی، شارک، ممولا
تتّر، طوطے کہن مولا و مولا
خبر ہوئی جداں جا کے صبا نوں
ہوئی رقصاں کہے پاکی خدا نوں!

اسے آسمان پر کا چاند تک بھول گیا۔
کیونکہ اسے تو یوسف جیسا محبوب مل گیا تھا۔
جب صبح کو سب نے اس محبوب کا جلوہ دیکھا۔
تو یوسف کے عشق کا احاطہ وسیع ہو گیا۔
دیوانہ وار پرندے جھنڈ کے جھنڈ اکھٹے ہو گئے۔
اُسے دیکھتے ہی دیوانگی میں اپنے پر نوچنے لگے۔
کافر کوّے نے زنّار تک کو پرے پھینک دیا۔
اور صبح سے باغ میں شور برپا کر دیا۔
اوپر نیچے کو چنڈور آتا اور جاتا۔
وہ ایسا مست ہوا کہ آرام کا نام نہ لیتا۔
باز اور شاہین کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔
ایسے سرمست ہو گئے کہ کچھ نہ پوچھئے!
پرندوں کو اس کے عشق نے وہ آگ لگائی۔
کہ جلدی سے دریا کی طرف اڑ گئے۔
بطخوں کے سینوں سے سوز و درد ظاہر ہوا۔
تو حوضوں میں ہی رہیں، باہر آئیں ہی نہ!
کبوتر کے ساتھ فاختہ نے میل جول بڑھایا،
بٹیرا بیہوش ہو ہو کر نیچے آ پڑتا!
چمگادڑ، چڑیا، مینا، ممولا۔
تیتر اور طوطے سب مولا و ملجا کو پکارتے۔
جب بادِ صبا کو خبر پہنچی،
تو رقص میں آکر اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے لگی!

تے سن آواز قمری بلبلاں دا	قمری اور بلبلوں کی آوازیں سن کر۔
صبا پارہ کیتا جامہ گلاں دا	بادِ صبا نے پھولوں کی پنکھڑیاں کھول دیں۔
درخت آپے تمامی رقص اندر	تمام درخت رقص میں تھے۔
جیویں مجذوب ڈیکھو مست در بر	جیسے مجذوب اندر و باہر سے مست نظر آتے ہیں
ہلاوِن سر، کہن اللہ اکبر	وہ اپنا سر ہلاتے تھے اور اللہ اکبر کہتے تھے۔
رکوع آون، تے سر سجدے دے اندر	رکوع میں چلے جاتے یا سر سجدے میں رکھ دیتے تھے
جدّاں شاخاں بہوں لاون تے جاون	جب شاخیں کثرت سے ہلنے جلنے لگیں۔
سبھے قومہ اتے جلسہ ڈِکھاوِن	تو سبھی گویا نماز کے قومہ اور جلسہ کو پورا کرتیں۔
تے بلبلاں دا ایہہ کیا کجھ حال آکھاں	اور بلبلوں کا حال میں کیا بتاؤں۔
نبی دے سِر کہن ہر دم صلواتاں	وہ تو نبی کے سر پہ ہر وقت صلوٰۃ بھیجتیں!
تحرّک وچ ہووِن اوہ ساہ ساکن	ٹھہرے ہوئے سانس حرکت میں آجاتے۔
سبھے یا حیؔ یا قیوم آکھ	سبھی یا حیؔ یا قیوم کہتے۔

زلیخا کی کنیزوں کا یوسفؑ کو ورغلانے آنا، الٹا انکے سمجھانے پر مسلمان ہو جانا

چلو، عبدالحکیما! ناچلائیں	آئیے اے عبدالحکیم چلیں۔
کنیزاں نوں مسلماں جا کرائیں	اور جا کے کنیزوں کو مسلمان بنائیں۔
جداں یوسفؑ ڈِتا آ تخت تے پیر	جب یوسفؑ نے آکر تخت پر قدم رکھے۔
کنیزاں آئیکے کیتا گھمن گھیر	تو کنیزوں نے آکر گھیرا ڈال دیا۔
کیتی ہِک رمز، کیویں ورغلائے	ایک کنیز نے یوسفؑ کو ورغلانے کی چال چلی۔
یوسف پڑھیا جو لاحول ولائے	اس پر یوسف نے لاحول ولا قوۃ پڑھا۔
کہیا ہک میں تساڈی ہو ولیساں سنگ	ایک کنیز نے کہا کہ میں تو تمہارے ساتھ جُت جاؤنگی۔
کہیا یوسفؑ جو خیر اللہ توں منگ	یوسفؑ نے کہا، اللہ تعالیٰ سے اچھائی مانگ!

کہیا ہک نے لبرا! میں نال تاں بول
کہیا یوسفؑ خُدا وسدا اپنے کول!
کہیا ہک نے لبرا! کر عشق دی گال
کہیا ہکلی! خُدا دے راہ تے چال
کہیا ہک میں کنوں نہ جاویں وت
کہیا یوسفؑ قیامت پاویں وت
کہیا ہک! جی میڈا کیتا تُساں چاک
کہیا اس تھیں ایویں کردا نہیں پاک
کہیا ہک جی میڈا تُس کان تتے
کہیُس ہنوں خدا حساب دا ترس تے۔
کہیا ہک عشق تیڈے دی مروڑے
کہیا یوسف خدا نیکی دو جوڑے
کہیا ہک، پا نہیں متھے اُتے وَل
کہیا یوسفؑ خدا دی راہ دو ول
کہیونے کر اساں نوں راہ دی گل
کہیا یوسف میڈا رب بھیسی گل
ہزاراں باندیاں آیاں بہ درگاہ
یوسفؑ وَل وَل ڈسے رب دی انہاں راہ
ڈسا لیُس آپ والا دین انہاں نوں
کہیا ہک صاحبا! اَلْحَمْدُ لِلّٰه!
ہئی دل سوں پڑھے آمَنْتُ بِاللّٰه
پڑھے ہک قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدْ نوں

دوسری نے کہا کہ اے دلبر! مجھ سے تو بولئے۔
یوسفؑ نے کہا، تجھے پتہ ہو کہ خدا ہمارے نزدیک ہوتا ہے!
ایک اور نے کہا کہ اے دلبر! مجھ سے محبت کی باتیں کر
یوسفؑ نے کہا، اے پگلی خدا کی راہ میں زندگی گذار!
ایک اور نے کہا، کہ مجھ سے تو پرے نہ جا سکو گے!
یوسفؑ نے کہا، تو پھر قیامت بھی سر پہ ٹوٹی جان!
ایک اور نے کہا کہ آپ کی وجہ سے میرا جگر پھٹ گیا ہے!
یوسفؑ نے اسے کہا کہ کوئی بھی نیک آدمی ایسا نہیں کرتا!
ایک اور نے کہا کہ میرا جی تمہارے لئے تڑپ رہا ہے
اسے کہا گیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے!
ایک اور نے کہا کہ مجھے تیرے عشق کا بخار چڑھا ہے!
یوسف نے کہا کہ خُدا تجھے نیکی کا راستہ دکھائے!
ایک اور نے کہا کہ ہم سے چیں بہ جبیں نہ ہوئیے!
یوسفؑ نے کہا خدا کے راستے کی طرف رُخ پھیر لے!
سب نے کہا ہم سے کوئی ٹھکانے کی بات کیجئے۔
یوسفؑ نے کہا، اب میرا رب ہی کوئی اٹکل کرے گا۔
ہزاروں باندیاں ان کے سامنے پیش ہوئیں!
یوسفؑ نے انھیں نیکی کی تلقین کی!
اور اپنے دین کی انھیں تبلیغ کی!
تو ایک نے کہا، اے آقا! الحمد للہ یعنی سب تعریف اللہ کیلئے ہے!
پھر تہِ دل سے آمَنْتُ بِاللّٰه یعنی اللہ پر ایمان لے آئی اور پڑھتی رہی
ایک اور کنیز قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدْ پڑھنے لگی۔

کرے معمول اللّٰہُ الصَّمَد نوں
پڑھے ہک لَم یَلِد اوپاک شے جمن توں
نہیں جایا کسی بال آپڑیں لوں
پڑھیا سبحان اللہ دا حرف ہر ہر
تے لاحول ولا دا حرف ہر ہر
صبح ویلے زلیخا باغ دی وار
سدھائی جو لیوے دلدار دی سار
کنیزاں کوں ڈٹھس ہویا مسلمان
پیا وچ ساریاں دے نور ایمان
ہوئی حیران جو کیا جادو کیتوئی
کنیزاں نوں میڈے کاروں ونجیوئی
عزیز مصر نوں میں آکھ ڈیساں
تے جو دل وچ آیا اوہو کر لیساں
جے کرنہ تاں میڈی حاجت روا کر
وڈائی میں بنا نڑیں نال چا کر
کہیا یوسفؑ ہے نہیں ساڈا ایہو جوڑ
سُنٹر ادنہ میں نوں ایں حرف دا شور
ہوئی حیران تے ہنجوں وگیاں ول
دائی نوں آن کے آکھی ایہا گل
جو دائی دل نہیں رہندا اساڈا
تے اس نوں منہ نہیں بھاندا اساڈا
بھلا دائی کر د تدبیر کائی

اور اللّٰہُ الصمد کا ورد کرنے لگی
ایک اور لَم یَلِد پڑھنے لگی یعنی اسے کسی نے نہیں جنا
نہ ہی اس نے کسی اپنے بچے کو جنم دیا ہے۔
ہر ایک نے سبحان اللہ کا کلمہ پڑھا۔
ہر ایک نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے الفاظ کہے
صبح کے وقت زلیخا باغ کی طرف
چلی تاکہ اپنے محبوب کی خیر و عافیت معلوم کرے
جب دیکھا کہ سب کنیزیں مسلمان ہو چکی ہیں
اور سب کے دلوں میں نور ایمانی بھر گیا ہے۔
تو حیران ہوئی کہ تم نے یہ کیا جادو کر دیا ہے۔
کنیزوں کو میرے لئے بیکار کر دیا ہے۔
میں عزیز مصر کو یہ سب کچھ کہہ دوں گی۔
اور جو کچھ دل میں آئے گا کر ڈالوں گی۔
اگر یہ بات منظور نہیں تو میری حاجت روا کر!
اور یوں مجھ بیکس کو عزت و وقار بخش!
یوسفؑ نے کہا یہ ہمارے مناسب حال نہیں۔
ہمیں تو ایسی بات کی گونج تک نہ سناؤ!
اس پر وہ حیران رہ گئی، اس کے آنسو رکنے کو نہ آئے!
واپس آ کر یہ معاملہ دائی سے کہا۔
کہ اے دایہ! ہمارا دل ہمارے بس میں نہیں رہتا!
ادھر اسے ہماری شکل تک پسند نہیں!
اچھی دایہ! ہمارا کوئی تدارک کر دو۔

ڈیوے ڈیٖبر تیکھے سانوں ڈاٖئی
تا کہ ہمارا محبوب ہمیں عزت و وقار بخشے!

جواب اس نوں ڈتا دائی ولاکے
دایہ نے اسے جواب میں کہا۔

جو ہے تینوں کٹھا عشقے رُلاکے
کہ تجھے عشق نے شدید طور پر کشتہ و بسمل کر دیا ہے،

میڈے دل وچ آئی تدبیر بی بی
اے مالکہ! میرے ذہن نے ایک تجویز سوچی ہے

جو اُس سوں ہوسی تیڈی ہم جلیسی
کہ اس طرح تجھے اس کی ہم جلیسی نصیب ہو جائیگی۔

ولیکن جے کریں کجھ مال نوں خرچ
لیکن اس پر کچھ دھن دولت خرچ کرنا پڑیگی۔

بیا دوت بیں چا چیساں سر اُتے ہرج
باقی سب جھنجھٹ میں اپنے ذمہ لگالوں گی!

اول معمار نوں ہک جا انیساں
پہلے ایک معمار کو ایک مقام پر لے آؤں گی۔

پچھے نقاش نوں فرمان ڈیساں
پھر نقاش کو نقاشی کے لئے کہوں گی۔

اُتے بنڑوایساں اُس جا ست محلے
اس جگہ سات محل تیار کرواؤں گی۔

تیڈی صورت ہوسی یوسف دے رلے
تیری شبیہ اور یوسف کی شبیہ ایک ساتھ ہونگی

جو ہر ہر جا کریسی نقش صورت!
ہر ایک محل میں نقش کے طور

زلیخا دی یوسف دے نال مورت!
زلیخا کی تصویر یوسف کی تصویر کے ساتھ بنائے گا۔

کریساں نقش او بی بی زلیخا!
اے مالکہ! یہ ایک ایسا نقش ہوگا۔

ہوسی عاشق اتے معشوق یک جا!
کہ عاشق اور معشوق ایک ساتھ ہوں گے

جڈاں یوسف اتھاں بہسی شہانہ
جب یوسف وہاں ٹھاٹھ سے براجمان ہوگا

ضرور او ہوسی تیڈا دیوانہ!
وہ ضرور تیرا دیوانہ ہی ہو جائے گا۔

کہیا بی بی کراں میں جان قربان!
مالکہ نے کہا میں تو جان تک قربان کرنے کو تیار ہوں

ہووے دلدار جے میں تے مہربان!
بشرطیکہ وہ محبوب مجھ پر مہربان ہو جائے!

معماروں اور نقاشوں کے اوصاف اور ان کے تعمیر کردہ منقش محل کا بیان

چلو، عبدالحکیما! تا چلائیں
آئیے، اے عبدالحکیم، چلیں

صفت معماراں دی چل کے کرائیں
سدّے معمار دائی نے ہزاراں
تمامی لابیکے بیٹھے قطاراں
نجومے وانگ جو رفتار پادن
بلندی دی طرف ادہ ڈکھادن
جو سب آہے جڈاں استاد کامل
اُنھاں دے ہتھ اہے پرکار وانگل
اہی اُتھے توڑے موجود پرکار
نہاں ہر کار تھے موجود پرکار
جڈاں لیکن طرف واگاں ولادن
سوا مسطر دے لیکاں صاف آدن
جڈاں تیشہ ستن پتھر تے سل تے
پودے تیشہ جیویں او نرم گل تے
جڈاں سلاں تراشن نے بنڑادن
لکھاں موراں دیاں شکلاں بنڑادن
کرن جلدی چڑھن ست آسمان تے
بنڑادن نقش نوں جا کر اُنھاں تے
اُہے معمار یا آہے فرشتے!
خُدا الطاف سوں آہے سرشتے
جڈاں پتھر کنوں صورت بنڑادن
پادن جے جان تاں اُڈکے سِدھاسن
کھوبے مثل، بے مانند خانہ

اور معماروں کی تعریف جا کریں۔
دایہ نے ہزاروں معماروں کو بلایا۔
سارے قطاریں باندھے کام میں لگ بیٹھے۔
ان میں جو ستارہ کی سی سست رفتار بھی چلتے۔
وہ بھی بلندی کی طرف راستہ سمجھاتے!
کیونکہ وہ سارے کے سارے کامل فنکار تھے۔
ان کے ہاتھ پرکار کی طرح چلتے تھے۔
اگرچہ وہاں پرکار بھی موجود تھی۔
پھر بھی پرکار کے بغیر پرکار سا کام ہو رہا تھا۔
جب لکیریں لگانے پر آ جاتے۔
تو مسطر کے بغیر ہی لکیریں سیدھی لگتی تھیں۔
جب پتھر یا اینٹ پر تیشہ چلاتے۔
ایسا پڑتا جیسے کسی نرم گیلی مٹی پر پڑے!
جب وہ اینٹوں کی تراش خراش کرتے۔
تو اس سے لاکھوں موروں کی شکلیں بنا ڈالتے۔
ہاتھ جلدی چلاتے، ساتوں آسمانوں پر چڑھتے۔
اور ان پر نقش و نگار بنا آتے۔
وہ معمار فرشتے سے لگتے تھے!
خدا نے اپنے لطف و کرم سے انکی سرشت گوندھی تھی۔
جب پتھر میں سے کوئی نقش تراشتے۔
ایسا لگتا کہ ان میں روح ڈال دی جاتی تو وہ اُڑ دکھلاتے
گویا یہ ایک بے نظیر و بے مثال گھر بن تھا

جو ڈیکھے سو ہووے عاجز دیوانہ ۔
لگے وَل عاج دے جندرے دراں نال
تے روشنائی جیویں ہے صُبح دا حال
علیحدہ رنگ ہر رنگ آہے نکو سرد
کوئی رتّا، کوئی ساوا، کوئی زرد
چنڈاں ہوئی محلاں دی تیاری
لگے تھمبے رو بہری تے ستّاری
ہویا موراں کولوں سارا صحن پُر
لتے ککڑاں ڈکھاون چال ٹُر ٹُر
عجب خوش شکل دے خانے بنڑائے
عجب خوش رنگ گوناگون لائے
انھاں دے وچ درختاں عجب لائی
تے گلکاری بہار اپڑیں ڈکھائی
تماشہ ڈیکھ، کائی گالھ نہ پھول
رہن پکھی ہمیشہ آدمیاں کول
وچ اِس گھر دے مصوّر نقش لایا
زلیخا نوں یوسفؑ کولوں بہلایا
ہوئے یک جا چنڈاں معشوق عاشق
بیٹھے ہن نال ہک ڈُوجھے موافق !
ڈوں گل ہوئے جو ہک غنچے توں باہر
تے ڈو شاخاں ہکے بوٹے توں باہر
قصّہ کوتاہ اُہی ہک جا ڈُوہاں دی

جو بھی اسے دیکھتا حیران و ششدر رہ جاتا !
دروازوں پر ہاتھی دانت کے تالے پڑے تھے ۔
اور روشنی ایسی کہ جیسی صبح کے وقت ہوتی ہے ۔
اے بھلے آدمی ! ہر رنگ اپنی الگ بہار دکھا رہا تھا ۔
کوئی سُرخ تھا، کوئی سبز اور کوئی زرد !
جب محلّات تیار ہو گئے ۔
تو ان کے ستون روپہلی اور سُنہری کیے گئے ۔
سارے صحن کو موروں سے بھر دیا گیا تھا ۔
چکور مٹک مٹک کر اپنی چال الگ دکھاتے !
عجیب و غریب قسم کے مکان بنے تھے ۔
بہت اچھّے گوناگوں رنگ لگائے گئے تھے ۔
ان میں درخت بھی ایک عجب نظارہ دکھا رہے تھے !
اور گلکاری اپنی الگ بہار دکھا رہی تھی ۔
بس دیکھتے ہی رہو، کچھ پوچھو نہیں !
پرندے بھی ہر وقت آدمیوں سے مانوس رہتے !
اِس مکان میں مصوّر نے ایک ایسا نقش تیار کیا ۔
جس میں زلیخا کو یوسفؑ کے ساتھ بیٹھا دکھایا گیا تھا
عاشق و معشوق ایک ہی جگہ اکٹھے ہی نہ ہوئے تھے ۔
بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ راضی و خوش سے بیٹھے تھے !
ایسا لگتا کہ ایک ہی غنچے سے دو پھُول نمودار ہوئے ہیں
یا ایک ہی بوٹے سے دو شاخیں پھُوٹی ہیں !
قصہ کوتاہ، دونوں کے بیٹھنے کو ایک ایسی جگہ تھی

تے اُس جا ہئی بنڑنی صورت مانھاں دی
جداں اُستاد نے خانہ بنڑایا
سبھا دنڑ نوں زلیخا دست پایا
وچھایس وچ اسے دے فرش زر دا
بہوں سوہنڑاں ہویا احوال گھر دا
اتے قندیل جوہر وار سارے
جو شرما دن اتھاں کولوں ستارے
معنبر جا معطر چا کیتو نے
صلاح ہوئیس جو یوسف نوں سدائیں
ولیکن آپ نوں اوّل بنڑائیں!

جہاں دونوں کی ایک تصویر بنی ہوئی تھی۔
جب کاریگر نے مکان تیار کر دیا۔
تو زلیخا نے اسے سجانے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔
اس نے اس میں زرّیں فرش بچھایا۔
جس سے مکان کی حالت بہت سنور گئی!
سب قندیلیں جواہرات سے اس طرح جڑی تھیں!
کہ ستارے بھی انھیں دیکھ کر ماند پڑ جاتے!
جس جگہ عنبر بکھرا تھا وہاں عطر چھڑکا گیا۔
پھر طے ہوا کہ اب یوسف کو بلایا جائے۔
مگر اس سے پہلے وہ خود بناؤ سنگار کر لے!

زلیخا کا سولہ سنگار کر کے یوسف سے وصال کی آرزو کرنا

چلو، عبدالحکیما! تا چلائیں
زلیخا دے بنڑن دی گل سنڑائیں
زلیخا کس طرح خود نوں بنڑایا
کیہا حیلہ یوسف دے ناں اُٹھایا
زلیخا نے جداں خود نوں بنڑایا
تمامی ملک تے تھرتھل ہا آیا
صحن وچ آوڑی، دھڑکار آیا
تے منہ مہتاب عالم تھوں سوایا
کیتا اکھیں دے وچ سرمے پسارا
جہاں سارے دے وچ ہویا اندھارا

آئیے اے عبدالحکیم! چلیں
زلیخا کے بناؤ سنگار کی بات چھیڑیں۔
زلیخا نے کس طور اپنے آپ کو سنوارا سجایا!
اور یوسف کے بہلانے کتنی کچھ تیاری کی!
جب زلیخا نے اپنا سولہ سنگار کر لیا۔
تو سارے ملک میں ایک ہلچل سی مچ گئی۔
صحن میں در آئی تو پاؤں کی چاپ نے ستم ڈھایا۔
اس وقت اس کا چہرہ مہتاب عالم سے بڑھ کر تھا۔
آنکھوں میں سرمے نے اپنا جادو جگایا۔
سارے جہاں میں سیاہی ہی سیاہی پھیل گئی۔

زلف نے مشک لوں کیتا شرمسار
کمند اُس دے کرن دل لوں گرفتار
پرے تائیں جو مژگاں تیر لایا
نیناں دی تیغ جو کیتی بلندی
ہوئی اس دی تمامی حور بندی
کناں وچ پائے جو والی تے ڈالے
ڈیکھن سیتی مُٹھے سب درد والے
جو زلفاں نے جواہر سیر لائی
ستاریاں نے جیویں رم جھم لگائی
نہ پُچھو ایں کنوں بُولا تے بینا
کیتا ہا فرض دل لوں لوٹ لینا
تے بندی لوں متھے تے بدھ جو آئی
دلیں لوں لوٹ کے کردی لڑائی
جدّاں کناں دے وچ جھمکے پے جھمکن
جیویں اسمان تے تارے پے ٹھمکن
ہویا خورشید ہتھ والا بخیلی
پکے دل لوں کوئی ساتھی نہ بیلی
تے کٹھالا کرینڈا دُور اندوہ
موہن مالا خلائق نوں لیا موہ
گھنتی، گل وکڑی گچی نوں ہسّی
رہی عاشق صورت ڈیکھن نوں تسی
تے زنجیری دلیں زنجیر پایا

زلف نے مُشک تک کو شرمسار کر رکھا تھا۔
اس کے بل دِلوں کو گرفت میں لاتے!
جب پلکوں نے دُور تک تیر پھینکا،
نینوں کی تلوار جو اُونچی ہو کر لہرائی۔
تو تمام حوریں اس کی تابع ہو گئیں!
کانوں میں جو بالیاں یا بالے ڈالے ہوئے تھے
انھیں دیکھتے ہی دل والے تڑپ اُٹھے!
زلفوں میں جواہرات ایسی بہار دکھا رہے تھے!
جیسے ستاروں نے رم جھم لگا رکھی ہو!
مجھ سے لُولا اور بِینا جیسے زیورات کی کیا پوچھتے ہو۔
انھوں نے تو دل لوٹ لینا اپنا فریضہ بنا رکھا تھا۔
وہ ماتھے پر جو بندی لگا کے آئی تھی۔
اس نے دلوں کی لوٹ مچا دی تھی!
جب کانوں میں جھمکے جھولتے۔
تو ایسا لگتا کہ آسمان پر تارے ٹمک رہے ہوں!
ہاتھ میں پہنا ہوا خورشید کوئی بخیل سا تھا۔
کہ اسے کوئی دوست یا ساتھی موافق ہی نہ بیٹھتا تھا!
کٹھالے کو دیکھتے ہی درد و اندوہ دور ہو جاتا
موہن مالا نے مخلوق کے دلوں کو موہ لیا تھا۔
ہسّی نے گردن کو گھیرا ڈال رکھا تھا۔
لیکن ایک عاشق کی طرح محبوب کی شکل کو ترستی تھی!
اور زنجیری نے دلوں کو پابند سلاسل کر رکھا تھا

تے حلقے چیل نے چمکار پایا
لگایا تیر کاری جا بجا کُل تے
ملک، حور و پری دی جان سکّے
گئی تعویذ رل مل رنگ لایا
تے چندن ہار نے سینہ سُہایا
کرے تختی تمامی دور سختی
وسکھے بدبختی آوے نیک بختی
تے بازو بند نے دل بند کیتا
دعا دعوت کنوں وَل بند کیتا
پچھیڑکی نے جو وَل وَل پیچ پائے
ہوئے سب رام، ثابت کون جائے
ڈیکھو چُوڑا اتے کنگن تے ٹھّی
تے پہونچی پہنچے دی لیندی اولٹی
مچیندے دھوم پے چھلے تے مُندری
تمامی عاشقاں دی جان مُندری
میں کیا آکھاں سخن مُندری دا اتھیوہ
سکھاوے دِل محبتاں دے نوں شیوہ
پیا لوری اتے کڑیاں نے اُتوت
کرن ہر گاہ عاشق نال اٹ کھٹ
قصہ کم، آپ نوں اوّل بنڑا ایس
تے یوسف نوں پچھے اس تس سنڈا ایس
جوائے دلبرا! نہ ترساؤ اساں نوں

اور کمر بند نے کمر پر جھنجھلاہٹ سی پیدا کی
جا بجا انھے سب پر اپنا کاری تیر چلایا
اُدھر فرشتوں، حوروں اور پریوں کا دل للچانے لگا۔
ان کے ساتھ گلے کے تعویذ نے بھی اثر دکھایا!
چندن ہار نے بھی سینے کو زیب و زینت بخشی!
پٹڑی (لوح) ہر قسم کی تکلیف دُور کر رہی تھی
بدبختی کو ہٹا رہی تھی اور خوش نصیبی کو لے آ رہی تھی،
بازوبند نے نزول کو قابو میں لے لیا۔
کسی دعا یا دعوتِ مبارزت کا نہ رہنے دیا۔
پچھیڑکی، نے ایسے ایسے پیچ اور داؤ ڈالے۔
کہ سب ہار مان گئے، کوئی نہ بچ کے گیا۔
چُوڑا، کنگن اور بڑی انگوٹھی کو دیکھتے ہی رہیے!
پہنچی نے پہنچے کو لپیٹ رکھا تھا۔
انگوٹھی اور چھلے الگ دھوم مچا رہے تھے۔
انہوں نے تمام عاشقوں کی جانوں پر سحر کر رکھا تھا۔
انگوٹھی کے نگینے کی کیا بات کہوں
محبت بھرے دلوں کو شیوۂ محبت سکھاتا تھا!
ان کے علاوہ 'لوری'، 'کڑے' اور 'اُتوت' سب
ہر وقت عاشقوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہے تھے۔
مختصراً پہلے تو اُس نے اپنے آپ کو بنایا سنوارا
پھر اُس کے بعد یوسف کو اپنے پاس طلب کیا۔
کہا کہ اے جانِ من! ہمیں مزید نہ ترسایئے۔

تے قدماں نال رکھواؤ اساں نوں
بہو آ دلبرا ہُن کول میڈے
سُنڑو ہُنڑ عرض میڈی ڈھول میڈے
میں آئی در تُساڈے تے سوالی
نہیں لائق ولاوَنڑ یار خالی
اساں جے مُل گھدا ہی کر کے بردہ
نہوی اللہ کولوں ترس کردا
تساں جے دل اساڈے نوں چُرایا
ایہو شیوہ تساں نوں کیں سکھایا
بھلا جادوگرا! جادو کیتوئی
زُلف دی تار وچ قابو کیتوئی
اساں کیتی ہئی چوری تساڈی
تساں دل کھس گھدی زوری اساڈی
تساں نوں دھاڑی کس نے ہے بنڑایا
دلیں دا لوٹنڑاں کس نے سکھایا
بھلا زور آورا! زور آ کیتوئی
غریباں تے نمانڑیاں نوں لُٹیوئی
بھلا شے میں تساڈی کیا چُرائی
جو تیں نے فوج نیناں دی چڑھائی
تساں جو دل اساڈے نوں چُرایا
ایہو جادو تساں نوں کیں سکھایا
بھلا ایہ دھاڑوی دھاڑی کیتوئی

ہمیں قدموں میں ہی ڈال لیجیے!
اے جانِ جاناں! اب تو میرے پہلو میں آ بیٹھیے،
اے میرے محبوب! اب تو میری استدعا کو قبول کیجیے
میں تمہارے دروازے پر سائل بن کر آئی ہوں
اے دوست! مجھے خالی ہاتھ واپس بھیجنا آپ کو زیب نہیں دیتا!
ہمیں تو آپ نے غلام کے طور مول لے لیا ہے!
اللہ تعالیٰ سے ذرا بھی خوف نہیں کھاتے!
آپ نے جو یوں ہمارا دل چُرا لیا ہے.
یہ شیوہ آپ کو کس نے سکھایا ہے؟
بھلا ہو تیرا اے جادوگر! خوب جادو کیا ہے!
مجھے اپنی زلف کی تار میں قابو کر لیا ہے.
ہم نے تمہاری کون سی چوری کی تھی.
کہ تم نے زبردستی ہمارا دل چھین لیا ہے.
تمہیں نامی گرامی لٹیرا کس چیز نے بنا دیا ہے؟
تمہیں دلوں کو لوٹنا کس نے سکھایا ہے؟
اے جابر انسان! تو نے زبردستی آ کی ہے.
غریبوں اور بیکسوں کو لوٹ لیا ہے!
بھلا میں نے تمہاری کون سی شے چرائی تھی؟
کہ تم نے مجھ پر نینوں کی فوج سے حملہ کر دیا ہے.
تم نے جس طور ہمارے دل کو چرا لیا ہے.
ایسا جادو تمہیں کس نے سکھایا ہے؟
کیا کہوں؟ اے لٹیرے! تم نے یہ خوب حملہ کیا ہے؟

ہکے عشوہ کنوں جی موہ لیتوئی
زُلف دی تار نوں پھاہی بنڑا کے
لیتوئی دل اساڈڑے توں اڑا کے
بھلا بے ترس کجھ تاں ترس کریں!
نہیں تاں آوسی سر خون بھرنا!
سپاہی نین ولیاں نوں کجھ کے
اکھاں نوں قوس ابرو دی ڈیوا کے
اساں ول تیر مژگاں دے چلاویں
تے جان دل کنوں پار دوں لنگھاویں
ہیس ہاں اے دلبرا! اللہ رسی!
غریباں دے قتل توں ہتھ کیا آسی!
غریباں عاجزاں تے ظلم کرنا
بھلا اے دلبرا! اللہ توں ڈرنا!
میاں سائیں، مویاں توں مارنا ہیں
کرو رحمت غریباں تے کداہیں
زلف دے ناگ جو ہیں تیں پچائیں
تے بن جوگی کوئی منتر چلائیں
بھلا افسوں گرا! افسوں کھتوئی
عقل دی راہ کنیں باہر سٹیوئی
نہ ہُنڑ یارا! غریباں تے ستم کر
رحم کر یارا! عاجز تے رحم کر!
کھیاں لایاں تساڈے عشق جھوکاں

ایک ہی نخرے سے دل موہ لیا ہے۔
زلف کی تار کو پھندا بنا کر۔
تم نے ہمارے دل کو پھانس لیا ہے!
بھلا اے بے رحم! کچھ تو ترس کھاؤ۔
نہیں تو میرا خون تمہارے سر چڑھے گا۔
آنکھوں کے سپاہیوں کو انگیخت دے کر۔
انھیں اپنے ابروؤں کی کمانیں پکڑوا کر
ہماری طرف پلکوں کے تیر چلوائے۔
جو دل و جاں سے بھی پار تک پہنچ گئے ہیں!
اے جانِ من! میرا تو بس خدا ہی ہے۔
مجھ جیسے غریب کے قتل سے آپ کے ہاتھ کیا آئے گا۔
غریبوں اور عاجزوں پر بھی ظلم کرتے ہو۔
اے جانِ من! کچھ تو اللہ سے بھی ڈرو۔
اے میرے مالک! مرے ہوؤں کو نہ ماریئے۔
کبھی تو غریبوں پر رحم کیجئے۔
کیوں زلف کے ناگ مجھ تک بھیجے ہیں۔
معلوم ہوتا ہے کہ تم نے جوگی بن کر منتر چلائے ہیں!
اے جادوگر! تو نے ایسا جادو کیا ہے
کہ مجھے عقل کی راہ سے ہی ہٹا دیا ہے!
اے محبوب! اب غریبوں پر ستم نہ کیجئے۔
اے دوست! اس عاجز پر رحم و کرم کیجئے۔
تمہارے عشق نے ادھر کیا ٹھکانہ آ بنایا ہے۔

ڈیوے ہر دم تساڈا عشق چوکاں
میاں دلبر! خدا توں ڈر، نگہ کر
نہیں تاں ایہ نمانڑیں ولیسیا مر!
جو سر تینڈڑے لِسے داغوں چڑھسی
میاں دلبر! جنازہ کون پڑھسی
توں جانی! مان کر نہ ہُنڑ دلیں دا
کرو نرمی تکو دل خوش نہیں دا
میں ہاں لے دلبرا تینڈڑی گرفتار
توں ہیں بیمار نوں ہُنڑ مار نہ مار
برہوں تینڈڑا میتوں جیون نہیں ڈیندا
تے ہر دم نال ٹوکاں دے مریندا
تساڈے غم اساڈی جان گالی
ہوئے کنڈڑے میڈڑے بستر نہالی
میڈی ہر دم ڈُکھاں سولاں ڈہاوے
تے تیکوں ترس ہک ذرہ نہ آوے!
میں ہاں ہر دم تساڈے کان رنجور
تسیں ہر دم اساں تھیں دور تے دور
لیسوئی عشق والا تازیانہ
کیتوئی دل اساڈے نوں دیوانہ
نہ ہو نامہرباں لے یار! میں تے
کرو شفقت دِلوں، دلدار! میں تے
جڈاں دا خواب وِچ مکھڑا ڈکھایو

کہ ہر وقت مجھے نشتر چبھوتا رہتا ہے
اے پیارے محبوب! خدا سے ڈرو، نظرِ کرم کرو!
نہیں تو یہ بیچاری تو مر ہی جائے گی.
اس کا خون تیرے ذمے لگے گا.
پیارے دلبر! اس کا جنازہ کسے پڑھنا پڑے گا؟
اے جانِ جاں! اب چھینے ہوئے دلوں پر گھمنڈ نہ کیجیے
اب تو نرمی دکھایئے اور میرا دل شاد کیجیے.
اے جانِ من! میں تیری ہی گرفت میں ہوں.
تو اس بیمار کو اب مار نہ مار (یہ مردہ ہی ہے!)
تیرا فراق مجھے کہیں قرار نہیں دیتا.
اور ہر وقت طنز و تشنیع سے تنگ کرتا ہے!
آپ کے غمِ عشق نے ہماری جان برباد کر دی ہے
میرا بستر اور توشک کانٹے سے بن گئے ہیں.
میری زندگی ہر لمحہ دکھوں دردوں میں گذر رہی ہے
لیکن تجھے ذرہ برابر بھی ترس نہیں آتا.
میں ہر وقت تمہارے لئے رنجور و مغموم ہوں
مگر تم مجھ سے ہر لمحے دور ہی دور ہوئے جا رہے ہو!
تم نے عشق کا تازیانہ لگایا ہے.
یوں ہمارے دل کو اپنا کر لیا ہے.
اے دوست! مجھ پر نامہربان نہ ہوئیے.
اے جانِ من! مجھ پر تہ دل سے مہر و شفقت کیجیے.
جب سے خواب میں جلوہ دکھایا ہے.

ڈِتو ڈُکھڑا اُس سُکھڑا ونجایو
تساڈڑے کانڑ ہیں پردیس آئی
نہیں لائق تساں نوں ایہ وڈائی
ایہ پردیس چھوڑیم آپڑاں دیس
تساڈڑے کانڑ کیتم میں نواں دیس
ہیں ہاں وچ کھوہے غم دے اے حبیبا!
تے وچ زحمت ہجر دی اے طبیبا!
ڈیو جا ہتھ تے کھوہے ہتھیں کڈھاؤ
دوا بخشی کرو زحمت ونجاؤ!
مینوں اے دلبرا! ہک وار گل لا!
ہجر دی بھاہ نوں گل لا تے وسما
نہ کر اے دلبرا! ایہ بے وفائی
نہیں غیرت کسے دلبر نوں کائی!
ہیں ہاں بیمار اے دلدار! دل دا
ڈیوا دارو ذرہ مینوں وصل دا
ڈیواؤ وصل اے دلدار! مینوں
کرو خوشحال، اے سردار! مینوں
میاں دلبر! نہ کر صورت دیاں مانڑاں
جو دل میڈا ہویا بہت امانڑاں
کہیا یوسف نہ کر عاجز اساں نوں
ہیں کہنداں نام اللہ دے تساں نوں
بئی خدمت مینوں کوئی ڈساؤ

مجھے دُکھ دیا ہے اور سارا سکھ چھین لیا ہے
تمہاری خاطر ہی میں پردیس میں آ گئی ہوں۔
تمہیں اتنا گھمنڈ زیب نہیں دیتا۔
میں پردیس میں نکلی میں نے اپنا دیس چھوڑا۔
تمہاری خاطر میں نے نیا دیس بسایا۔
اے میرے حبیب! میں تو غم کے کنوئیں میں پڑی ہوں!
اے میرے طبیب! میں ہجر کی بیماری میں مبتلا ہوں۔
میرا ہاتھ پکڑیئے اور مجھے اس کنوئیں سے نکالیے
مجھے دوا بخشیئے اور میری بیماری دور کیجیے!
اے جانِ من! مجھے ایک بار ہی سہی گلے سے تو لپٹا لیجیے
گلے لگایئے اور یوں اپنے ہجر کی آگ بجھایئے!
اے جانِ من! ایسی بے وفائی تو نہ کیجیے!
اس سے کسی دلبر کی کوئی ہتک نہیں ہوتی؟
اے دلدار! میں دل کی بیماری میں مبتلا ہوں
ذرہ وصل کا دوا ہی عنایت کیجیے۔
اے محبوب! مجھے وصال بخشئے۔
اے آقا، مجھے خوش کر دیجیے۔
اے پیارے حبیب! اپنے حسن کا اتنا گھمنڈ نہ کرو۔
اس لئے کہ میرا دل بہت مغموم و رنجور ہو چکا ہے۔
یوسف نے جواب دیا کہ ہمیں اتنا مجبور نہ کیجیے۔
میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔
کوئی اور کام مجھے کرنے کو کہیے!

یا مینوں کول اپڑیں نہ رکھاوَ
یا پھر مجھے اپنی خدمت سے ہی الگ کر دیجیے۔

پچھے اس تھوں سنڈ آئی تیسرے گھر
اس کے بعد زلیخا تیسرے محل میں یوسف کو بلا لائی۔

لگے جندرا محکم کیتس در
اور تالہ لگا کر دروازہ اچھی طرح بند کر دیا۔

تے آکھیس دلبرا! آتاں کرن گال
اور کہا کہ اے جانِ من! آیئے اور باتیں کریں

کہیا یوسف اساڈی ایہہ نہیں چال
یوسف نے کہا، ہمارا یہ وطیرہ و شیوہ نہیں!

زلیخا کا یوسف کو ساتویں مکان میں لے آنا اور وہاں وصال کی خواہش کرنا

چلو، عبدالحکیما! تا چلائیں
آیئے اے عبدالحکیم! چلیں

جو قصہ ساتویں گھر دا کرائیں
اور ساتویں محل کا قصہ بیان کریں۔

زلیخا توں کہی فریاد آئی؟
یعنی زلیخا کی طرف سے کیا فریاد کی گئی،

تے یوسف نوں کہی زاری سنڑائی!
اور یوسف سے کیسی منت سماجت کی گئی!

سنڑو اس عشق دی ہیں توں حکایت
مجھ سے اس عشق کی ایک کہانی سنیئے۔

جو ایویں کر گئے راوی روایت
اسے راوی ایسے ہی بیان کر گئے ہیں

جڈاں ستویں محلے لے دھائی
جب زلیخا اسے ساتویں محل میں لے گئی۔

تاں دل اس دے توں ایہہ فریاد آئی
تو اس کے دل سے یہ فریاد نکلی!

جو اے دلبر! اتھیں ہن ہو میڈے کول
کہ اے جانِ من! اب تم میرے قریب آ گئے ہو!

جیویں شالا! مہر والا سخن بول!
خدا تمہیں سلامت رکھے! کوئی مہر و محبت کی بات کیجیے!

جو گذری سر میڈے او گالھ نہ پھول
جو مجھ پر گذری ہے، اسے نہ پوچھیے۔

اوی تے سر تاں جانڑیں ایہہ میاں ڈھول!
کیونکہ اے میرے محبوب یہ وہی جانتا ہے جس پر گذرتی ہے

ڈسا میکوں میاں محبوب میتا!
اے میرے پیارے محبوب! مجھے بتایئے،

کڈاہیں تیں وی میکوں خوش ہے کیتا؟
کبھی آپ نے مجھے خوش بھی کیا ہے؟

اگے دی ہے جو سر میڈے تے زاری!
پہلے سے ہی مجھ پر قیامت ڈھا رکھی ہے!

کر دہن یار دل میڈے دی کاری
نہیں آدم کوئی اندر محلّے
تینڈی بیڈی عجائب چال چلّے!
زلیخا درد اپڑاں جو ڈسایا
یوسفؑ نوں ایہ سخن مُول نہ بھایا
زلیخا کیتا زورے نال سودا
کرے ہر کام یوسف نال بودا
سوا رب دے نبڑاوے کون سودا؟
جے رب جوڑے پھراوے کون سودا؟
اکھیں جو کیتیاں یوسف اگاہاں
زلیخا کڈھیاں پھر سرد آہاں
کیتس نعرہ جہے فریاد یارا!
ڈیو مطلب نہ کریں تھوں کنارا!
ہیں ہاں جو جاں بلب اے یار دلدار
خُدا دے واسطے میڈا ہو غمخوار
نے کر خورسند ڈے مقصود مینوں
خُدا ڈیسی جیبا سُود تینوں
ہوئی مدّت جو میں تینڈی دیوانی
توں ہن اے دلبرا! کر مہربانی!
کھاون پیون سبھو کچھ دُور کیتو
ہجر دی تیغ سوں رنجور کیتو
تُساڈے عشق کیتی بے نیازی

اب تم اے دوست! میرے دل کا مداوا کیجیے۔
محل کے اندر کوئی انساں موجود نہیں!
کیوں نہ ہم تم کوئی پرلطف چال چلیں!
زلیخا نے جو اپنا درد اور دکھڑا سنایا!
تو یوسفؑ کو یہ بات ہرگز پسند نہ آئی!
زلیخا نے زبردستی اس سے چھیڑ خوانی کی۔
لیکن یوسفؑ کے ساتھ اس کا ہر معاملہ بے ڈھنگا پڑا۔
خُدا کے سوا کون معاملہ نپٹا سکتا ہے؟
اگر رب تعالیٰ کوئی بات بنادے تو اسے کون بگاڑ سکتا ہے!
جب یوسفؑ کی نگاہیں اُس پر نہ ٹھہریں،
تو زلیخا نے پھر سرد آہیں بھرنا شروع کر دیں۔
وہ چیخ پڑی کہ اے دوست! میری فریاد سنیئے
میری خواہش پوری کیجیے، مجھ سے کنارہ کشی نہ کیجیے
اے جانِ جاناں! میں اس وقت جاں بہ لب ہوں
خُدا کے واسطے میرا دُکھ بانٹیے!
مجھے خوشی بخشیے اور مجھے میرا مقصود دلایئے!
اے میرے حبیب! بدلے میں خُدا بھی تیرے ساتھ بھلا کرے گا
عرصہ سے میں تیری دیوانی ہوں،
اے محبوب! اب تو مہربانی کیجیے۔
کھانا پینا سب کچھ مجھ سے چھڑا رکھا ہے
ہجر کی تلوار سے مجروح کیا ہوا ہے۔
تمہارے عشق نے مجھ سے بے نیازی برتی ہے۔

نہیں لائق تساں نوں بے فیاضی	ایسا بے فیض ہونا آپ کو زیب نہیں دیتا!
کیتا یوسفؑ اگے اُس دے بہانہ	یہ سُن کر یوسفؑ نے اُس سے ایک چال چلی!
جو کجھ نہ آکھ مینوں اس زمانہ	کہ اس وقت تو مجھے کچھ نہ کہیے۔
جو مینوں اج کیویں باہر لنگھاؤ	آج کسی طور مجھے باہر کر دیجیے۔
تے بھلکے میں منیساں جو مناؤ	کل صبح جو مناؤ گی مان جاؤں گا۔
زلیخا نے کہیا لاہوں نہ لارے	زلیخا نے کہا، لارے دلاسے نہ دیجیے
جو اس لارے تے پرنے وی کنوارے	کیونکہ ایسے دلاسے تو شادی شدہ بھی کنواروں کے برابر رہ جاتے ہیں!
تساں نوں دلبرا! اج کون ہوڑے	اے میرے دلبر! آپکو آج کون جانے سے روک سکتا ہے۔
خدا توں ڈر نہ ایڈے کر وچھوڑے	لیکن خدا سے ڈریئے مجھے ایسے فراق میں نہ ڈالیے!
تساں نوں دلبرا! اج کون ہٹکے	اے میرے محبوب! آپکو آج کون منع کرتا ہے
ونجاویں جے نہ توں خود دور ہٹکے	لیکن مجھ سے دُور ہو کر میرے ساتھ بگاڑیے گا نہیں!
اساڈے سر قیامت میشہ آیا	ہمارے سر قیامت ٹوٹ رہی ہے!
جو میں جانڑاں برہوں دا شینہ آیا	ایسا لگتا ہے کہ فراق کے شیر نے دبوچ لیا ہے۔
ہویا نیزے برابر ڈینہ مینوں	سورج مجھ سے نیزہ کے برابر آگیا ہے۔
کیتا حیران تُساڈے نینہ مینوں	تمہارے عشق نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔
تساں نوں ہر زماں آرام ہووے	آپ کو تو ہر وقت آرام نصیب ہوتا ہے،
گولی نوں وچ دُکھاں دے شام ہووے	لیکن اس باندی کی مصائب میں گذرتی ہے۔
گولی ساری عمر رندی گذاری	تیری باندی نے ساری عمر روتے گذاری ہے
اکھیں گریاں تے دل نوں بیقراری	آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل کو بیقراری ہے!
سراسر کر میڈی نوں پاس خاطر!	تم محض میری خاطر ہی کچھ کیجیے!
میڈی فریاد رس! اے یار شاطر!	اے یار شاطر! میری فریاد ہی سن لیجئے!
اساں جاتا توں ہوسیں یار شاطر!	ہم نے تو جانا تھا کہ تم شوخی و چالاکی دکھاؤ گے۔

تُوں الٹا پھیر ہویوں بار خاطر!
ہیں ہاں دلبر محض بانڈی تساڈی
ازل دے روز دی بانڈی تساڈی
بھنّی آداں جیکر مینوں سڈائیں
نمانڑیں ہو چلاں جیکر چلائیں
ہیں ہاں اے دلبر! مٹھی تساڈی
ازل دے روز دی کُٹھی تساڈی
کیا ہوسی جے مُوئی نوں پھیر جوائیں
مینوں یعنی وصال اپڑاں ڈیوائیں
ہیں ہاں اے دلبر! کملی تساڈی
ازل دے روز دی رُلی تساڈی
کیا ہوسی جو کرو دلشاد مینوں
ہجر دی بھاہ توں آزاد دیئوں
کیا ہوسی جو کرو ڈیئوں سرافراز
وصال اپڑیں کنوں اے مخزنِ راز
کہیا یوسفؑ خدا دا خوف آندا
جو او مالک تمامی عالماں دا
بیا، بی بی عزیزا مصر والا
کرسی خوں، نہ کرسی مول ٹالا
کیویں تھیوے میڈے کولوں ایہو کار
جیکر تھیوے تاں وَل ہوواں گنہگار
جواب اس نوں ڈِتا پھر کے زلیخا

مگر تم تو الٹ بارِ خاطر بن گئے۔
اے دلدار! میں تو محض آپکی باندی ہوں۔
روزِ ازل سے تمہاری شیفتہ و والہ ہوں۔
اگر مجھے بلائیں تو دوڑی دوڑی آؤں۔
اگر دُور کرنا چاہیں تو بے بس ہو کر چلدوں!
اے جانِ جان! میں تو تمہاری فریفتہ و آشفتہ ہوں!
روزِ ازل سے تمہاری کشتہ و بسمل ہوں۔
کیا فرق پڑ جائے گا اگر اس مردہ کو پھر سے زندہ کردیں!
یعنی مجھے اپنا وصال نصیب کریں!
اے میرے محبوب! میں تمہاری دیوانہ ہوں!
روزِ ازل سے تمہاری والہ و شیدا ہوں!
کیا فرق پڑے گا اگر آپ میرا دل شاد کردیں
اور ہجر کی آگ سے مجھے آزاد کر دیں۔
کیا حرج ہوگا اگر اے مخزنِ راز!
اپنے وصال سے مجھے سرفراز کر دیں۔
یوسفؑ نے کہا کہ مجھے خدا سے ڈر لگتا ہے۔
کہ وہ سب جہانوں کا مالک داتا ہے۔
اے مالکہ! دوسری بات یہ کہ مصر کا عزیز
مجھے قتل کر چھوڑے گا، ہرگز نہیں ٹلے گا!
بھلا مجھ سے ایسا کام کیونکر ہوجے
اگر کر بھی بیٹھوں تو گنہگار ہوں گا۔
اس پر زلیخا نے اسے جواب دیا۔

نہ غم کھاؤ لتے دل نوں رکھو جا،	غم نہ کیجیے، اور دل کو مطمئن رکھیے۔
نہ کر قطمیر کولوں خوف ہرگز	قطمیر سے تو ہرگز خوف نہ کھایئے۔
جو اس نوں ہیں کریساں جلد عاجز	کہ میں اسے جلدی مغلوب کر لوں گی،
خوشی کولوں جو بس دے کول ویساں	خوشی خوشی سے اس کے پاس جاؤں گی۔
پیالہ زہر دا بھر کر پلیساں	(تو اسکی مستی میں) زہر کا پیالہ بھر کر اسے پلا دوں گی،
نہ رہسی مول اس نوں زندگانی	وہ ہرگز زندہ نہ رہ سکے گا۔
اسیں کرساں ہمیشہ کامرانی	ادھر ہم ہمیشہ مزے اڑائیں گے۔
رہیا باقی خدا دا کارخانہ	باقی رہی خدا کی مخلوق!
میں ڈیساں مال تے گوہر خزانہ	اسے میں مال و زر کے خزانے بخش دونگی۔
گنہ سارے دا جو ہو ویسی بدلہ	یہی ہمارے سارے گنہ کا کفارہ بن جائیگا
جیویں ہوندے نیکی دا نیکی بدلہ	جیسے کسی نیکی کا بدلہ نیکی ہی قرار پاتا ہے۔
خدا غفار جو میڈا کریم ہے	میرا خدا غفار ہے، کریم ہے۔
گنہگاراں تے ہر ویلے رحیم ہے	گنہگاراں پر ہر وقت بہت رحم کھاتا ہے۔
کہیا یوسفؑ گنہ ایڈا نہ کر توں	یوسفؑ نے کہا کہ ایسے بڑے گنہ کا ارتکاب نہ کر!
زلیخا کجھ خدا کولوں وی ڈر توں	اے زلیخا! تجھے خدا سے بھی ڈرنا چاہیئے!
بدی ہے خون چا دن آدمی دا	کسی آدمی کا خون کرنا ایک بدی ہے۔
نہیں تیں خوف رب العلمیں دا	تجھے تو رب العلمین کا بھی خوف نہیں!
خدا میڈا اوڈھی موں بے نیاز ہے	میرا خدا کسی رشوت سے بھی بے نیاز ہے!
جو سب عالم کنوں او سرفراز ہے!	وہ تو تمام جہان سے بلند و برتر ہے!
جے وڈھی نال رب تائیں ٹھگیوے	اگر رشوت سے نعوذ باللہ خدا کو ٹھگا یا جا سکتا!
تاں وڈھیاں نال ساری خلق جیوے	تو پھر سب خلقت رشوت دیکر من مانی کرتی رہتی!
زلیخا نے کہیا پھر اے نکو بخت!	زلیخا نے کہا، کہ اے نیک بخت!

تساڈا ملک ہوسی، تاج تے تخت!
کہیا یوسف معاذ اللہ سائیں
جو ہووں میں شہاں دے گھر دا خائن
جداں اُس نا امیدی دی سُنڑی گل
کیتس نعرہ گئیس تن من سبھو جل
لیس خنجر شتابی، ہو کے گُستاخ
جو کرساں پیٹ نوں سوراخ سوراخ
جداں یوسف ڈِٹھا خنجر کشیدہ
لیُس وَل پھڑ شتابی ہتھ اُسی دا
تے پچھے اس نوں لگا ڈیون دِلاسے
جو کم میں تھوں تیڈا ہن جلدی ہوسے
زلیخا جو ڈِٹھی ایہ مہربانی
لباں مٹھیاں کیتی گوہر فشانی
گماں کیتس کریسی کام میڈے
پیا یوسفؑ پھسا وچ دام میڈے
سٹیُس خنجر شتابی دست کولوں
ہوئی سرمست گالھیں کیا بھر دلوں
پُورے سوڑی کیویں مطلب ہتھ آوے
یوسفؑ دا دل کیویں ضد تھوں ہٹاوے
زلیخا تاں کرے ملنے دا چارہ
یوسفؑ دا دل کرے اس توں کنارہ
جے ہتھ آوے تاں کھولے گنج دے بند

(ایسے فعل سے) ملک بھی تمہارا ہو جائیگا اور تاج و تخت بھی!
یوسفؑ نے کہا۔ اے مالکہ! اللہ اس سے بچائے
کہ میں بادشاہ کے گھر کی خیانت کروں!
جب اس نے ناامیدی کا یہ جواب سُنا
تو چیخی اور تن من سے جل بھُن گئی۔
بے شرم ہو کر جلدی سے خنجر ہاتھ میں لے لیا۔
کہ اس سے میں پیٹ کو چیر کر رکھ دوں گی!
جب یوسفؑ نے یوں خنجر کھنچا دیکھا۔
تو اس نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
اس کے بعد اسے دلاسے دینے لگا۔
کہ اب مجھ سے تمہارا مقصد جلد پورا ہو گا۔
زلیخا نے جب ایسی مہربانی ہوتی دیکھی۔
اور میٹھے لبوں سے ایسے گوہر جھڑتے پائے۔
تو اسے خیال ہوا کہ اب یوسف میرا کہا مانے گا
کیونکہ وہ میرے دام میں آ گیا ہے۔
اس نے جلدی سے ہاتھ سے خنجر پھینک دیا۔
اور مستی میں آ گئی، بات کو طول کیا دوں۔
بس یوسف سے تنگی ہو گئی کہ کسی طور مطلب پورا ہو
اور یوسف کا دل بھی اس کی ضد سے ہٹا لے!
جب بھی زلیخا محبوب سے ملنے کا چارہ کرتی۔
تو یوسف کا دل اس سے کنارہ کر لیتا۔
وہ چاہتی کہ یوسف ہتھے چڑھے تو ازار بند کھولے

توڑے ڈیوے اودل فل گنڈھ تے گنڈھ
ڈِٹھا ہک پردہ یوسفؑ نے اچاچیت
کہیُس بی بی ڈسا میکوں ایہو بھیت
ایہا کیا چیز ہے پردے دے اندر
ڈسا ڈجے ایہا ہے خیر یا شر
زلیخا آکھیا بُت خانہ آ ہے
جو تن میڈا اسے دا بانڈرا ہے
میں ہاں اے صاحبا! سجدہ کریندی
انھاں اے صاحبا! سر ہاں جھکیندی
میں کیتم جا انھاں دی پردے اندر
جو نہ ڈیکھن اساڈا ہول او شر
انھاں کولوں اساں نوں شرم آندے
ایہ ہن معبد تمامی کافراں دے
کہیا یوسف جڈاں تو موتیاں بھتوں
اینویں ڈردیں، نہوی کردی اِتھے خوں
تے رب میڈا او دانا تر خدا ہے
نہ ہووے میں کنوں ہک دم جدا ہے
تاں اُس توں خوف کیونکر نہ کراں میں
اُسے بھتیں آکھ! کیونکر نہ ڈراں میں
ایہا گالھ آکھ کے دوڑیا شتابی
متاں یعنی ہووے کوئی خرابی
ڈیکھو ایہ معجزے پیغمبراں دے

چاہے وہ گرہ پہ گرہ ہی کیوں نہ بڑھاتا جائے!
اچانک یوسف نے ایک پردہ لٹکا دیکھا۔
کہا کہ اے ملکہ! مجھے اس پردے کا راز بتایئے
اس پردے کے پیچھے یہ کیا چیز چھپی ہے
مجھے بتایئے یہ کوئی خیر کی بات ہے یا شر کی!
زلیخا نے کہا کہ یہ ایک بت خانہ بنا ہوا ہے۔
میرا تن بس اسی کا خادم و غلام ہے۔
اے مالک! میں اس کو سجدہ کرتی ہوں۔
اے آقا! میں یہاں سر بسجود ہوتی ہوں۔
میں نے ان کے آگے پردہ گرا دیا ہے۔
تاکہ وہ ہماری بدمعاشی ہرگز نہ دیکھ سکیں۔
ان سے ہمیں شرم آتی ہے۔
ایسے ہی ہم سب کافروں کے عبادت خانے بنے ہوئے ہیں
یوسف نے کہا کہ جب تم ان مردوں سے
اتنی ڈرتی ہو کہ یہاں خون بھی نہیں کرتی۔
لیکن میرا رب تو وہ خدائے دانا و برتر ہے۔
کہ وہ مولا مجھ سے ایک پل کیلئے بھی جدا نہیں ہوتا۔
تو اس سے میں خوف کیونکر نہ کھاؤں!
تو ہی بتا میں اس سے کیوں نہ ڈروں؟
یہ بات کہ کر وہ جلدی سے بھاگ پڑا
ایسا نہ ہو کہ کوئی برا فعل سرزد ہو جائے۔
پیغمبر کا یہ معجزہ بھی دیکھئے!

جو آپے کھل پئے جندرے دراں دے	کہ دروازوں کے تالے خود بخود کھل پڑے۔
جدّاں ڈٹھی زلیخا نے ایہا کار	جب زلیخا نے یہ کارگذاری دیکھی۔
پچھے یوسفؑ دے دوڑی تیز رفتار	تو تیز رفتاری سے یوسفؑ کے پیچھے دوڑی۔
تے اس نوں جا پہنچی او ساتویں در	اور اس کو ساتویں دروازے پر جا لیا
تے پکڑ لیس پیرہن یوسفؑ دا جا کر	اور جاکر یوسفؑ کا پیراہن پکڑ لیا۔
جدّاں یوسفؑ بہوں چالاک ہویا	جب یوسفؑ نے دامن چھڑانے میں چستی کی۔
پیراہن پشت کولوں چاک ہویا	تو پیچھے سے اس کا پیراہن پھٹ گیا۔
بھری بی بی زلیخا ہو کے غمناک	اس پر بی بی زلیخا غمناک ہو کر واپس مڑی
ہوئی بیدل تے سینہ ہو گیا چاک	وہ سخت بیدل ہو گئی بلکہ غم سے اس کا سینہ پھٹ گیا
اتے ڈھٹی زمیں تے ہو کے گستاخ	اور زمین پر بے شرمی سے گر پڑی۔
دراں حالے جو دل سوراخ سوراخ	حالت یہ تھی کہ دل پارہ پارہ ہو چکا تھا!
کرے ہے ہے جو ایہ بیداد ہویا	ہائے وائے کی کہ یہ کیسا ظلم ہو گیا۔
جو بھج کے دام توں آزاد ہویا	کہ یوسف بھاگ کر گرفت سے نکل گیا ہے۔
منافق آسماں کیا کیتوئی	کہا کہ اے منافق آسمان! تو نے یہ کیا کیا ہے؟
جو دلبر ڈیرے کے میں ہتھوں کھس گھدوئی	کہ مجھے میرا دلبر دلا کر چھین لیا ہے۔
ڈکھا کے سکھ ڈکھاں داخل کیتوئی	سکھ دکھا کے دکھوں میں دھکیل دیا ہے
فکر دے کھوہ وچ مینوں گھتیوئی	بلکہ تفکرات کے کنوئیں میں پھینک دیا۔

یوسفؑ کا اس مکان سے بھاگ نکلنا، اور عزیز کے سامنے ایک معصوم بچے کا اس کی پاکدامنی کی گواہی دینا

چلو عبدالحکیما! تا چلائیں	آیئے عبدالحکیم! چلیں
یوسفؑ دی حال دیاں گالھیں کرائیں	اور یوسف کے حالات سے متعلق باتیں کریں۔

قلم نے حال ایہ میں نوں لکھایا
جدّاں یوسف محلوں باہر آیا
اگے یوسفؑ نوں ملیا اتفاقاً
عزیزے نے ڈٹھا یوسف دا آون
تے آکھیُس دلبرا! اج کیہا ایہ حالے؟
جواب اس نوں ڈتا خوبی دے نالے
نہ فرمایُس ولیکن راز لوڑ مول
جو ہوسی اسے نوں درد تے سُول
محبّت نال پکڑیُس ہتھ اُسی دا
یوسف نوں پھیرے آیا بی بی دا
ڈٹھُس قطمیر نوں یوسف دے ہمراہ
زلیخا نوں پیا دِل کھنبیا چا!
جالُس یوسف میڈا راز آکھ ڈتے
پٹے زلفاں اتے رووے تے پٹے
کہیُس اس نوں جو ایہ صاحب اساڈا!
زیادہ ہر زماں منصب تُساڈا!
جو چاہے کرنی گھر شاہاں خیانت
اسے دے نال کیا کیجے اہانت!
عزیز آکھیا ڈسا ایہ یار میتا!
جو کس نے ہے ایہو بدکار کیتا!
زلیخا نے کہیا نبیاں جو فرزند
اساں کر کے گھدا آہا جیکوں دلبند

قلم نے مجھ سے یوسفؑ کا یوں حال لکھوایا۔
کہ جب وہ محل سے باہر نکلا۔
تو اتفاقاً آگے یوسف سے مڈھ بھیڑ ہو گئی۔
تو عزیز نے یوسفؑ کو اُدھر سے آتے دیکھا۔
اور پوچھا کہ اے دوست! آج یہ کیا حالت بنا رکھی ہے!
یوسف نے اسے نہایت مناسب جواب دیا۔
لیکن اس نے یہ بھید ہرگز نہ ظاہر ہونے دیا۔
کیونکہ اس سے عزیز کو کافی رنج و غم ہوتا۔
اس نے پیار دُلار سے یوسفؑ کا ہاتھ پکڑا۔
اور اُسے واپس مالکہ کے پاس لے آیا۔
جب اس نے قطمیر (عزیزِ مصر) کو یوسف کے ہمراہ دیکھا
تو زلیخا کو اُس کے دل نے اور بھی ملامت کی۔
اُس نے سمجھا کہ یوسف نے میرا راز فاش کر دیا ہے
تو وہ زلفیں نوچنے لگی اور رونے پیٹنے لگی۔
اس نے یہ بھی کہا کہ اے میرے آقا و مالک!
ہر زمانے میں تمہارا منصب بلند و بالا رہے!
جو بادشاہوں کے گھر کی خیانت کرنا چاہے۔
اس کے ساتھ جتنی بھی نفرت و اہانت کی جائے کم ہے
عزیز نے اس سے کہا کہ اے میری پیاری محبوبہ! بتا!
کہ یہ بدفعلی بدکاری کس نے کی ہے؟
زلیخا نے کہا کہ نبی کے اس فرزند نے!
جسے ہم نے بہت چاہت سے خرید تھا۔

پچھو اس نے ہے اج کیا قہر کیتا؟
بھلا پچھ اے عزیز! ایں کیہا ہے نیتا؟
میں آہی نیندراں ستی وچ چھانڑیں
ایا چھپدا چلا پا نقب، خانے
خزانے نوں تے لعلاں نوں چرائے
تے صاحب دی کرن کاری ونجائے
کنجی ہتھاں جو کھولے جندرے نوں
تے آپے جان ڈکیا آکھاں میں تینوں!
جداں مینوں خبر ہوئی شتابی
لگیا نس کے متاں ہووے خرابی!
ولیکن ہتھ کنوں جو بھج گیو سے
پچھے لاچار ہو کے بہہ رہو سے
میں پکڑیا دامن اس دا ہو کے چالاک
تھیا گل وانگ میں توں چاک در چاک
ذمے اس دے ایہو ساڈا گناہ ہے!
آپے ڈیکھو جو پیراہن گواہ ہے!
ڈے اس نوں اس طرح بندی دے وچ مت
جو اس کوں لوں لگے کوئی نصیحت!
عزیزے جو سنڑی اس دی ایہا گل
ہویا کولے دل اس دا سڑ کے جل بل
ملامت دی کیتی تلوار ننگی
یوسف دے سر کیتی بسیار تنگی

پوچھیے کہ آج اس نے کیا قہر توڑا ہے!
اے عزیز جان! بھلا اس سے پوچھئے تو اس کی کیا نیت تھی!
میں بستر بچھائے نیند میں سوئی تھی۔
کہ اس نے چپکے سے آ کر گھر میں نقب لگا دی۔
خزانے اور جواہرات چرا لئے ہیں۔
اور آقا کے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا ہے۔
کنجی ہاتھ میں تھی پس اس نے تالا کھول لیا ہے!
آگے آپ خود ہی جان لیجئے میں کیا کہوں!
جب مجھے جاگ ہو گئی تو جلدی سے
بھاگ نکلا کہ کوئی مصیبت کھڑی نہ ہو جائے!
کیونکہ میرے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔
اس لئے بعد میں میں لاچار ہو کر بیٹھ رہی۔
میں نے دلیری کر کے اس کا دامن پکڑا
تو وہ مجھ سے پھول کی پتی کی طرح پھٹ گیا ہے!
اس کے ذمے ہمارا بس یہی قصور ہے!
آپ خود دیکھ لیجئے کہ اس کا پھٹا ہوا پیراہن گواہی دے رہا ہے
اسے قید میں ڈال کر اس طرح سزا دیجئے۔
کہ اس سے وہ کوئی عبرت پکڑے!
جب عزیز نے اس کی یہ بات سنی
تو اس کا دل جل بھن کر کوئلہ ہو گیا۔
اس نے ملامت کی تلوار کھینچ لی۔
یوسف کے ساتھ بہت تلخی و ترشی سے پیش آیا۔

جو میں تینوں لیا فرزند کر کے
نینوں رکھیا، بہوں خورسند کر کے
جدّاں یوسف سُنڑیا اِس دیاں اِیہ دھایاں
کہیس میں بےگناہ ہاں اے بےگناہ ہاں!
زلیخا نے کہیا سب کُوڑ ہے کُوڑ
جو میتھے کُوڑ دے سب دھوڑ ہے دھوڑ
زلیخا آپ بھیجیا آدمی نوں
پکڑ کے لے گئیا باہروں اوہینوں
جدّاں اندر گئیم اُوں دی نہ منیم
چلیم ہک چال تے باہر نکھتم
زلیخا دوڑ کے پکڑیا پیراہن
گئیس پارہ اُتھاں، جو پکڑیا دامن
زلیخا ایہ سُنڑیا، ہوئی پریشاں
لگی قسماں خُدا دیاں جلد چاتیاں
وہن ہنجوں تے زار و نزار روّے
عزیز آکھیا سچے موتی پروّے
سدّیس کوتوال نوں، کوتوال آیا
اُسے دے ہر حکم فی الحال آیا
جو لے کوتوال نہ خوشحال کر چال
یوسف دے نال سختی نال کر گال
کرو آزار اِس آزاد تائیں!
رکھو پابند اِس شمشاد تائیں

کہ میں تجھے بیٹا بنا کے لایا تھا
اور تجھے ناز و نعم سے پالا۔
جب یوسفؑ نے اس کے یہ شکوے سُنے
تو کہا کہ میں بےگناہ ہوں، بالکل بےگناہ!
زلیخا نے جو کچھ کہا ہے جھوٹ ہے سفید جھوٹ!
اور جھوٹے کے مُنہ پر خاک ہی پڑتی ہے!
زلیخا نے خود ہی اپنا آدمی بھیجا تھا۔
وہ مجھے باہر سے پکڑ کر لے گیا تھا۔
جب میں اندر گیا تو اس کی خواہش پوری نہ کی۔
میں نے ایک چال چلی اور یوں باہر نکلنے کی کی۔
جب زلیخا نے بھاگ کر میرا پیراہن پکڑا۔
تو وہیں دامن پکڑ کر پھاڑ چھوڑا۔
زلیخا نے یہ بات سنی تو پریشان ہوئی۔
اور جلدی سے خدا کی قسمیں اٹھائیں۔
آنسو گر رہے تھے اور زار و قطار رو رہی تھی۔
عزیز سمجھا کہ یہ سچے آنسوؤں کے موتی پرو رہی ہے
اس نے کوتوال کو بلایا، جب وہ آیا
تو اس کو فوراً حکم دیا گیا،
کہ اے کوتوال! یوسف سے اچھا برتاؤ نہ کرنا!
بلکہ اس سے تلخی و ترشی سے بات کرنا!
اس آزاد شخص کو تکلیفیں پہنچاؤ!
اس شمشاد قد کو جکڑ لو!

کر دو وچ بندی دے محبوس اِس نوں
تے جیوں ٹھٹیں کر دو مایوس اِس نوں
جو یوسفؑ نوں گیا کوتوال پھڑ کے
پچھن اُس لگوں کیتیس فی الحال لڑ کے
یوسفؑ منگے خدا اگے دعائیں
توں مالک ملک دا ستار سائیں
توں ہیں ربّا دلے دا راز دانا!
ہیا ہر کار وچ قادر توانا!
جو توں دانا دلاں دے راز دا ہیں
اُتے ہر بند دا مشکل کُشا ہیں!
میں بے تقصیر ہاں ہویا گرفتار
وچ اس مشکل دے ہو ربّا میڈا یار
اسے گالھوں گواہ کوئی کھڑا کر
میرا دعویٰ اُسے کولوں سچا کر
زلیخا دے قبیلے دی اہی ذال
جو اس دا ترن مہینیاں دا اہا بال
کیتی اس بال نے فریاد بے وس
جو اے قطمیر بس کر ظلم سوں بس
عزیز آکھیا ڈسا توں اے میاں بال
انھاں دے درمیاں ہوئی کہی گال؟
کہیا اس نکڑے چھوہر شیر خوارے
نہ کر قطمیر توں ایڈے پسارے

اسے جیل خانے میں قید کر دو
یہاں تک کہ جینے سے مایوس ہو جائے۔
جب کوتوال یوسف کو پکڑ کر لے گیا۔
تو فوراً سختی سے اس سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔
یوسفؑ نے خدا سے دعائیں مانگیں۔
کہ اے ستار و غفار آقا تو ہی اس جہاں کا مالک ہے!
اے رب تعالیٰ! تو دلوں کے راز کا دانا و بینا ہے!
اور ہر کام پر قادر و توانا ہے۔
تو دلوں کے رازوں کو جاننے والا ہے۔
اور ہر قید و بند کا مشکل کشا ہے۔
بے قصور ہونے کے باوجود گرفتار کر لیا گیا ہوں
اے رب تعالیٰ! اس مشکل میں مجھ پر توجہ کیجیے!
اس معاملے کیلئے کوئی ایسا گواہ پیدا کر دے!
کہ میرا دعویٰ اس کی گواہی سے سچ ثابت ہو جائے!
زلیخا کے قبیلے کی ایک عورت کا ذکر ہے۔
کہ اس کا ایک تین ماہ کا بیٹا تھا۔
اس بچے نے بے ساختہ فریاد کی۔
جو اے قطمیر! اب ظلم سے ہاتھ روک لے!
عزیز نے کہا کہ اے معصوم بچے! تو ہی بتا۔
کہ ان کے درمیان کیا واقعہ رونما ہوا ہے!
اس چھوٹے دودھ پیتے بچے نے کہا۔
کہ اے قطمیر! تو اس بات کو اتنا نہ پھیلا!

جے یوسف ہے نہیں لائق عذاباں
کیونکہ یوسف عذاب سزا کا مستحق نہیں۔

کرو فارغ انہاں نوں ہن شتاباں
اسے نواب جلدی سے چھوڑ دیجیے۔

جے کر اگوں کنوں ہویا ہے بیراں
اگر وہ آگے سے پھٹا ہوا ہے۔

یوسف دے پیراہن تے کر توں نظراں
بس آپ یوسف کے پیراہن پر نظر ڈال لیجیے

تاں ہے سچی زلیخا، تے یوسف خیرا!
تو زلیخا سچی ہے اور یوسف ٹھیک نہیں کہہ رہا!

تے یوسف نال لائق ہے تینوں ویرا
اور تجھے یوسف سے بدلہ چکانا مناسب ہے!

جے کر پاڑیا ہوئے پچھوں پیراہن
اگر پیراہن پیچھے سے پھٹا ہوا ہے

تاں ایہ کوڑی، تے یوسف پاکدامن!
تو یہ جھوٹی ہے اور یوسف پاکدامن ہے۔

عزیز آکے جداں کیتا نظارہ
عزیز نے جب بڑھ کر غور سے دیکھا

اہا پچھوں کنوں او جامہ پارہ
تو وہ کپڑا پیچھے سے پھٹا تھا۔

عزیز آکھیا، مکر ہن ڈھیر ساڈے
عزیز نے کہا! ہمارے مکروفریب بھی کافی ہیں!

مکر تاں دے پر لکھ دن زیادے!
مگر عورتوں کے مکروفریب زیادہ بتائے گئے ہیں۔

زلیخا نوں کہیس تقصیر بخشا
تب زلیخا سے کہا کہ اس سے اپنا قصور معاف کروا!

گنہ اپڑاں خدا تھوں عفو کروا
اور خدا سے اپنے گناہ کی معافی مانگ!

زلیخا کا مصر کی عورتوں کے لیے جشن منانا اُن کا چکوتروں کے ساتھ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھنا!

چلو عبدالحکیما! تاں چلائیں
آئیے، اے عبدالحکیم! چلیں

مصر دیاں تریمتیں دی گل کرائیں
اور مصر کی عورتوں کی بات چھیڑیں!

زلیخا دے گھتی جو عشق تھرتھل
زلیخا کے عشق کا جو شہرہ ہوا۔

سنڑی رناں مصر دیاں ایہا گل
تو سب مصر کی عورتوں تک خبر پہنچی۔

کرن ہر دم زلیخا دی حکایت
ہر وقت زلیخا کی داستان چھیڑی رکھیں

لتے نالے ملامت تے شکایت
جو اس نے شرم تائیں دور کیتا
بندے دے نال دِل معمور کیتا
ہوئی مجنوں تے مفتون اُس دی
جو نہ ڈیکھے ہووے محزون اُس دی
تے ہے تحقیق او گمراہی اندر
جو بندے نوں بنڑا بیٹھی ہے دلبر
تعجب! جو غلام اُس توں نفور ہے
تے اس دی دوستی تھیں دُور دُور ہے
زلیخا جے ہووے اُس دے اگیرے
تاں اس توں جاوندا تسو کوہ پریرے
نہیں اس دے پسند آندی زلیخا
لکھے کول آ، تاں او آکھے پرے جا!
جیکر ڈیکھے اساں نوں ایہا دِلدار
تاں خود آپے ہووے ساڈا گرفتار
زلیخا جو سُنڑی رناں دی ایہ گل
غضب دی بھاہ توں سینہ گیُس جل
شتابی جشن ہک وَڈ وَڈ بنڑایا
مصر دیاں ترمتاں تائیں سڈایا
حکم ہویا، پکیے کھانڑیں ہزاراں
تے زریں خوانچیاں لایاں قطاراں
تمامی چیز اُتھ موجود آہی

ساتھ ہی اسکی ملامت و غیبت بھی کرتیں۔
کہ اُس نے تو شرم و حیا کو خیر باد کہہ دیا ہے۔
اور ایک غلام سے ہی دل لگا لیا ہے۔
وہ اسکی مجنون و مفتوں بنی پھرتی ہے۔
اگر وہ نظر سے اوجھل ہو جائے محزون و مغموم ہو جاتی ہے!
یہ سچی بات ہے کہ وہ گمراہی میں ہے!
جبکہ اس نے محض ایک غلام کو اپنا محبوب بنا لیا ہے۔
پھر تعجب یہ کہ وہ غلام اس سے نفرت ہی کرتا ہے
اور اسکی آشنائی سے پرے ہی پرے رہتا ہے۔
اگر زلیخا اس کے سامنے آجاتی ہے۔
تو وہ اس سے تسو کوس دور بھاگتا ہے،
زلیخا اسے پسند ہی نہیں آتی۔
اگر کہے کہ میرے قریب آ تو وہ کہتا ہے دُور ہٹ جا!
اگر ایسا کوئی دُلارا ہمیں دیکھ پائے۔
تو خود بخود ہمارا مطیع ہو جائے۔
جب زلیخا نے عورتوں کی یہ ڈینگ سُنی،
تو غصے کی آگ سے اس کا سینہ جل اٹھا
جلدی سے ایک شاندار جشن ترتیب دیا۔
اس میں مصر کی عورتوں کو دعوت دی۔
حکم کے مطابق ہزاروں قسم کے کھانے تیار کیے گئے
اور سنہری خوانچوں کی قطاریں لگا دی گئیں
تمام چیزیں وہاں موجود کی گئیں

تے حلوہ اتے فلودہ، مرغ و ماہی
متنجن تے مربہ تے اچاراں
تے ابزاراں تے میوے، بار باراں
میں کیہڑا گن سگاں! آہے ہزاراں
گنیندا وے کون قطرہ ہائے باراں
ہوئی جاں کھانڑیاں کولوں فراغت
تے پچھے گھنیریاں ڈیون دباغت
کنیزیں ہتھ انھاں نوں پھر ڈوایس
تے ول ہتھاں دے وچ کاتی پھڑائیس
کہیس اے نازنیناں مصر والیاں!
سبھے مینوں جو ڈیوو آکے گالھیاں،
مینوں کیوں طعنیاں دے نال ساڑو
ملامت نال کیوں مینوں پچھاڑو
جے کرآکھو تاں میں اس نوں سڈائیں
تساں نوں یار دا مکھڑا ڈکھائیں
کہیو نیں جے سڈاؤ تاں ڈکھائیں
دلاں نوں ماہ توں روشن کرائیں
ترنج ایہ جیہڑا تیں ڈتا اساں نوں
نہیں لائق کٹن ڈا اِس دا اساں نوں
مگر جے اوپری رو کول ہووے
انھیں دے کول جے او ڈھول ہووے!
زلیخا بھیجیا ہک بندہ فی الحال

کیا حلوہ! کیا فالودہ، کیا مرغ و ماہی!
متنجن، مربے اور اچار
اور مصالحے اور میوے بیحد و بے حساب رکھے گئے،
میں کہاں تک گن سکوں! ہزاروں کی تعداد میں تھے!
بارش کے قطروں کو کون گنا سکتا ہے؟
جب کھانے سے سب نے ہاتھ کھینچ لیا۔
تو اس کے بعد چکوتروں نے اپنا رنگ جمایا۔
انھیں کنیزوں کے ذریعے تقسیم کرایا گیا۔
پھر ہر ایک کے ہاتھ میں چھری پکڑا دی گئی۔
اور کہا کہ اے مصر کی نازنین عورتو!
تم سب آکے مجھے گالیاں دیتی ہو،
مجھے طعنے دے دے کر کیوں جلاتی ہو؟
اور تہمت و ملامت سے کیوں پچھاڑتی ہو!
اگر کہو تو میں اسے بلا لوں۔
اور تمہیں اپنے محبوب کا جلوہ دکھاؤں!
انھوں نے کہا اگر بلاؤ تو ہم ضرور دیکھیں گے۔
اور اپنے دلوں کو اس مہتاب کی چاندنی سے روشن کریں گے
اور یہ چکوترے جو تم نے ہمیں دیئے ہیں۔
ہم سے یہ نہیں کاٹے جا سکتے۔
البتہ اگر وہ پری چہرہ ہمارے پاس آئے!
اور وہ پیارا محبوب! آنکھوں کے سامنے ہو تو کاٹ سکیں گی)
زلیخا نے فوراً ایک آدمی ادھر بھیجا۔

نہ مُول آیا پری رُو آدمی نال	لیکن وہ پری چہرہ اس آدمی کے ساتھ ہرگز نہ آیا۔
زلیخا آپ یوسفؑ دو سدھائی	زلیخا خود یوسف کے پاس گئی۔
تے اُس نوں نال حیلیاں دے لے آئی	اور سو حیلوں سے یوسف کو ساتھ لے آئی۔
جو اے دلبرا نہ کر مینوں شرمسار	کہ اے محبوب! تو مجھے شرمسار نہ کر
مصر دیاں ترمتاں مینوں کیتا خوار	مصر کی عورتوں نے مجھے ذلیل و رسوا کیا ہوا ہے۔
زلیخا نے جو یوسفؑ نوں بنڑایا	زلیخا نے یوسف کو بنا ٹھنا کے پیش کیا
یُوسفؑ دے حُسن ڈاہڈا شور مچایا	تو یوسف کے حُسن کا بہت چرچا ہوا۔
لتھے یوسفؑ دے عرشوں ناگ کالے	یوسف کی زلفیں کیا تھیں آسماں سے کالے ناگ اُترے تھے
ڈنگن وَل وَل نہ کردے مول ٹالے	بار بار ڈستے تھے اور کسی سے نہ چوکتے تھے۔
زُلفؑ دے ناگ نے پاتے عجب وَل	زلف کے ناگ نے عجیب بل ڈال رکھے تھے۔
ڈنگن وَل وَل، ڈنگن وَل وَل ڈنگن چل	جو بار بار ڈس رہے تھے، ڈسے ہی جا رہے تھے
انھاں دے ڈنگیاں جیونڑ محالے	ان کے ڈسنے کے بعد جینا محال ہو جاتا ہے۔
جو اُتھے ماندری دی کیا مجالے	وہاں منتر پڑھنے والے کی بھی نہیں چلتی:
تے پیراں وچ جواہر دار جُتّی	پاؤں میں جواہرات کی جڑاؤ جوتی تھی۔
نوں آکھیں جنتوں رضوان مُتّی	ایسے لگتی کہ جیسے رضوان نے جنّت سے بھیجی ہو۔
کیا آکھاں حال پیراہن تے چادر	میں پیراہن اور تہمند کی حالت کیا بتاؤں
سراسر لعل آہے تے جواہر	ان میں تو سراسر لعل و جواہر ٹکے تھے۔
یوسفؑ جس ویلے لے آئی اُنھاں وَل	جب وہ یوسف کو ان کے پاس لے آئی۔
ڈٹھیوں سیتی سبھے زالیں گئیاں جل	تو دیکھتے ہی سب عورتیں رشک کی آگ میں جل گئیں
ڈٹھو نے حُسن دے جو بحر دی چھل	جب انھوں نے حسن کے سمندر کا سیلاب دیکھا
گئیاں جل بل گئیاں جل بل گئیاں جل	تو جل بھن گئیں بھسم ہو کر رہ گئیں۔
یوسفؑ دے عشق جو کیتا گھمن گھیر	یوسفؑ کے حسن کے دریا نے جو بھنور ڈالا

زیر زبر و زبر زیر و زبر زبر
بیوں نے خیال جو کیتے گنبھیر اں
کیتا ہر اک انگل اپڑیں توں لیراں
گنبھیر سے تے انگل دا نہ رہا فرق
ہویاں سب خونے دے دریا دے وچ غرق
کہیا بی بی ایہو ہے او یگانہ
جسے نے دل میڈا کیتے دیوانہ
تساں جتنی کر دمینوں ملامت
تساں نوں وی نہیں چھوڑیا سلامت!
میں اس نوں ڈھیر سار ا درغلاواں
جو کیویں یار نوں مطلوب پاواں
ولیکن سخت دل دا ایہ رجلے
توڑے مراں پئی، مڑکے نہ بھلے
کر لیساں ہن اسے بندی دے وچ خوار
بہوں مدت کر لیساں بندی دا یار
جدّاں او بندی دے وچ خوار ہوسی
آپے مڑکے او میڈا یار ہوسی
اودے رناں مصر دیاں جو آہیاں
جنھاں کپیاں جو ہن انگلیں تے باہواں
کئی قربان، کئی بے جان ہویاں
کئی بیہوش، کئی حیران ہویاں
جدّاں بیہوشاں نوں ول ہوش آیا
یوسف دی طرف کرکے منہ الایا

تو سب کو تہ و بالا کر دیا انہیں کوئی سُدھ نہ رہی،
انہیں خیال ہوا کہ وہ چکوترے کاٹیں اور کھائیں
لیکن ہر ایک (محویت میں) اپنی انگلی کاٹ بیٹھی،
چکوترے اور انگلی میں امتیاز نہ رکھ سکیں۔
سب خون میں لت پت ہو گئیں۔
تب مالکہ نے کہا کہ یہی وہ یگانۂ روزگار ہے
جس نے میرے دل کو دیوانہ بنا رکھا ہے
تم جس قدر بھی مجھے ملامت کرو، کرو،
لیکن تمہیں بھی تو اس نے متاثر کیے بغیر نہیں چھوڑا
میں اسے بہت کچھ چکمے دیتی ہوں۔
کہ کسی طور میں محبوب سے اپنی آرزو پوری کروں!
لیکن یہ ایک سنگدل نوجوان ہے!
اگرچہ مر ہی کیوں نہ جاؤں مڑ کر ہی نہیں دیکھتا!
اب میں اسے قید خانے میں ذلیل کروں گی۔
بلکہ کافی عرصے تک اسے قید خانہ کا ساتھی بنائے رکھوں گی،
جب وہ قید میں ذلیل و خوار ہو گا۔
تو پھر خود ہی آ کے میرا آشنا بنے گا۔
انہی مصر کی عورتیں میں سے
جو اپنی انگلیاں اور بازو کاٹ بیٹھی تھیں۔
کئی آپ پر قربان ہوئیں اور کئی بسمل ہوئیں۔
کئی بیہوش ہوئیں اور کئی حیران و ششدر!
بیہوشوں کو پھر سے جب ہوش آیا
تو انہوں نے یوسفؑ کی طرف منہ کر کے کہا۔

خدا تیڈی جڈاں خوبی لپیری !
نہ کرلے دلبرا! ایڈی دلیری !
الکھیسوں راست اے محبوبؔ تینوں
نہیں دل دا رنجاونؔ خوب تینوں
گئی روندیاں اسے دی عمر ساری
تھوڑی جتی نہ کیتو غم گساری
اساں جیہاں نہیں لائق تساڈے
خدا دے واسطے سُنؔ عرض ساڈے
زلیخا حال توں بے حال ہوئی
تیڈے ساڑے کنوں پامال ہوئی
خبر اُس دی نہ گھنسیں جے ایہو کار
کرلیسی تینوں اوبندی لے وچ خوار
ہے دوزخ دے کنوں ڈی سخت اوجا
سراسر تیرہ تے بدبخت اوجا
نہ کر ظالم ستم ذات آپڑیں تے
نہ ضد کر ہنڑ توں بس بات آپڑیں تے
نہ تاں توں بندی لے وچ خوار ہوسیں
بہوں حیران، زار و زار روسیں
جڈاں یوسف سُنڑے بھکڑے اُنھاں دے
زلیخا کانڑ سب مکر اُنھاں دے
ہویا حیران، اِکھی گفت گو ہے
اُنھاں دے دِل اُتے کیا جستجو ہے!

کہ جب خدا تعالیٰ نے تیرے حسن کو چار چاند لگائے ہیں
تو اے پیارے دوست! اتنی رعونت نہیں کرنا چاہیئے
اے جانِ جاناں! ہم تمہیں صحیح بات کہیں گی۔
کہ کسی کے دل کو رنجیدہ کرنا تیرے لئے مناسب نہیں!
اس کی ساری عمر تیرے لئے روتے روتے گذری ہے۔
پھر بھی تو نے ذرہ برابر اس کی غمگساری نہیں کی!
ہمیں پتہ ہے کہ ہم جیسی تمہارے لائق نہیں!
پھر بھی خدا کے واسطے سے ہماری عرض سن لیجئے۔
وہ یہ کہ زلیخا حال سے بے حال ہو چکی ہے۔
تیرے درد و سوز سے برباد ہو چکی ہے۔
اگر اسی طور اُس کی طرف توجہ نہیں کرے گا۔
تو وہ تمہیں قید میں ذلیل و خوار کرے گی۔
وہ جگہ تو دوزخ سے بھی بدتر ہے۔
وہ جگہ تو سراسر تاریک اور منحوس ہے۔
اے ظالم! اپنے آپ پر ظلم نہ ڈھا!
بس اب اپنی بات پر اڑے نہ رہ!
وگرنہ قید میں ذلیل و خوار ہوگا۔
بہت پریشان ہوگا اور زار و قطار روئے گا۔
جب یوسف نے ان سب کے بھکڑے سنے
اور زلیخا کی خاطر ان کے سارے مکر و فریب دیکھے۔
تو ششدر رہ گیا کہ یہ کیسی باتیں کی جا رہی ہیں!
اور اُن کے دل میں کیا خواہش ہے؟

یوسفؑ اگوں خدا دے ہتھ اُٹھائے
جو اِس آفات تھیں کیویں بچائے
یوسف منگیاں اگوں رب دے دعائیں
جو اس صحبت کنوں کیویں بچائیں
بینوں ہے اختیار او بندی خانہ
رہے عقل جتھاں میڈا دیوانہ
خوشی مینوں جو اُتھ قیدی رہاں میں
زلیخا کول ہرگز نہ بہاں میں
جداں یوسف کنوں نومید ہویاں
ملامت کرنڑیں تے جا دید ہویاں
اکھن یوسف نوں اے مسکین مظلوم!
نہ ہووے کو تساڈے وانگ محروم!
زلیخا نوں کہن اے زار و بیمار!
کر اوس بے درنگ وچ قید دے خوار
جداں وچ بندی دے ہوسی پشیماں
تساڈے کان مڑ کرسی رجوعاں
پچھے اس دے تیڈا مطلوب ہوسی
تے جو کجھ آکھسیں سوئی کریسی
زلیخا نوں سخن ہویا مطابق
جو جاتس بند توں ہوسی موافق
اہی بیٹھی عزیزے نال ہک رات
تے کیتس اس نوں ساری گل تے بات

یوسفؑ نے خدائے تعالیٰ کے آگے ہاتھ اٹھائے۔
کہ اس مصیبت سے اُسے کسی طرح نجات دے!
یوسفؑ نے رب تعالیٰ کے آگے دعائیں مانگیں
کہ اس صحبت سے اسے کسی طور بچا لے!
مجھے اس قید خانے میں رہنا منظور ہے۔
جہاں مجھے دیوانگی ہی کیوں نہ رہے!
مجھے خوشی ہوگی کہ میں وہاں قیدی بن کر رہوں
لیکن زلیخا کے پہلو میں بالکل نہ بیٹھوں گا۔
جب یوسف سے وہ بالکل ناامید ہوگئیں۔
تو ہر وقت اسے ملامت کرنے لگیں۔
یوسف سے کہتیں کہ اے مسکین ومظلوم شخص!
خدا کرے کوئی تم سا محروم بھی نہ ہو!
زلیخا سے کہتیں کہ اے زار و بیمار ملکہ!
اسے بے درنگ قید میں ذلیل وخوار کرا۔
جب وہ قید میں پشیماں ہوگا۔
تو پھر تمہارے طرف رجوع کرے گا۔
اس کے بعد ہی تیرا مطلب حاصل ہوگا۔
اور جو کچھ کہے گی، وہی کچھ کرے گا۔
زلیخا کو یہ بات پسند آئی۔
اس نے بھی سمجھا کہ قید کرنے سے ہی مائل ہوگا،
ایک رات عزیز کے ساتھ بیٹھی تھی
اسے سارا معاملہ کہہ سنایا!

جو ہیں ایں چھوکرے کیتے ہاں بدنام
ڈیون طعنے اساں نوں خاص تے عام
بیا باقی کرن گلہ گنواری
جو شہزادی بندے دے عشق ماری
میں ہوئیاں خوار اس دے عشق دے نال
کیتے مینوں اسے دے عشق بے حال
ولیکن دفع عالم دے وہم کان
بھیجئے قید وچ یوسف دا ایہ مان
جو جیں سردار دی کیتی خیانت
اسے دے نال ایہ ہوسی اہانت
عزیز آکھیا ایہا گل خوب ہوسی
تے بندڑا ایہ سخن مطلوب ہوسی
زلیخا توں اساں توں مختیاریں
بھاویں رکھیں بھاویں تے ہاریں نہ ماریں
زلیخا جو سنڑی مختیاری دی گل
گئی یک مرتبہ یوسف ڈہوں ول
جو اے دلبر! ڈیوا مطلوب میڈا!
توں ہیں عالم کنوں محبوب میڈا!
ہیں زار و زار کرلاواں تیڈے کان
جو توں لایا اساں نوں عشق دا بان
خدا توں ڈر، ڈیوا مقصود میڈا
جو عالم وچ توں ہیں معبود میڈا

کہ اس لونڈے کی وجہ سے بدنام ہوں۔
اور خاص و عام مجھے طعنے دیتے رہتے ہیں۔
جاہل گنوار تک ہمارا گلہ کرتے ہیں۔
کہ شہزادی ایک غلام کے عشق میں مبتلا ہے!
میں اس کے عشق کی وجہ سے ذلیل و خوار ہوں
اور اس کے عشق نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا!
لیکن دنیا کے وہم و گمان کو مٹانے کے لیے
یوسف کو اپنے گھمنڈ کے ساتھ قید میں ہی ڈال دے!
جس نے بھی اپنے آقا و مالک کی امانت میں خیانت کی
اس کا یہی حشر ~~آقا و مالک کیا~~ حشر کیا جائے گا
عزیز نے کہا کہ یہ تجویز ٹھیک رہے گی۔
نیز ایہ کہنا پورا کر دکھایا جائے گا۔
اے زلیخا! تجھے ہماری طرف سے یہ اختیار حاصل ہے!
کہ چاہے اسے اپنے پاس رکھے چاہے اتار ڈالے یا نہ ہی مارے
جب زلیخا نے مختاری کی یہ بات سنی۔
تو یوسف کی طرف ایک بار اور چل دی۔
کہا کہ اے محبوب! مجھے میری آرزو کی تکمیل کرنے دے!
دنیا میں سب سے زیادہ میں ہی تجھے چاہتی ہوں۔
میں تیری خاطر زار و قطار چیخ رہی ہوں۔
تم نے ہی ہمیں عشق کا بان مارا ہے۔
خدا سے ڈریئے اور میری آرزو پوری کیجیے۔
کیونکہ دنیا میں بس تو ہی میرا معبود و مقصود ہے۔

نہیں تاں بندی وچ تینوں سٹیساں
عمر بھر پھیر نہ باہر کڈھیساں
عزیزے وی مینوں مختار جوڑے
نہ رہسوں ہُنڑ اساں کون ہوڑے
کر وتاں آپ تیریں تے ترس اے یار!
نہیں تاں ہوسیں توں بندی دے وچ خوار!
کہیا یوسفؑ سُنڑیا جو حال سارا
نہ کر گالہیں داتوں ایڈا پسارا
زلیخا نوں لگے پھر چنگ پچوڑے
جو چاہے سو کرے ہُنڑ کون ہوڑے!
منادی نوں سدّا ہوکا دیوایس
شہر ساری دے وچ اس نوں پھرایس
منادی نے اٹھایا ڈھیر ہوکا
جو سُنڑ ڈہیں تھوں سخن اے نیک لوکا
جو ہوسی نال گھر شاہاں دے بدچال
اسے دا ہووسی مرکے ایہو حال
پھرا بازار بندی وچ گھتیونے
تے یوسف نوں اُتھے قابو کیتونے
دعا مقبول یوسف دی خُداوند
کیتی، تے جاں یوسف نے ہوئی بند
جدّاں یوسف گیا اس قید اندر
جو اُتھے کو دکھی مُولے ونجے مر

وگرنہ تجھے قید میں ڈال دوں گی۔
پھر ساری عمر تک تجھے باہر نہ نکالوں گی۔
عزیز نے بھی مجھے اس کا اختیار دے دیا ہے۔
اب نہیں چھوڑوں گی مجھے کوئی روک نہیں سکتا!
اے دوست! اپنے آپ پر ترس کھا دے۔
نہیں تو پھر قید میں خوار وخستہ ہو گے!
جب یوسف نے یہ ماجرا سُنا تو کہا
کہ ان باتوں کو یہاں اتنا طول نہ دو!
زلیخا کو پھر سے آگ سی لگ گئی۔
جو چاہتی سو کرتی، اب اُسے کون روک سکتا تھا۔
ڈھنڈورچی کو بلا کر اعلان کرایا۔
اسی رسوائی کی حالت میں اسے شہر میں پھروایا۔
ڈھنڈورچی نے زور و شور سے اعلان کیا
کہ اے نیک مردو! مجھ سے ایک بات سنو!
کہ جو بھی بادشاہ کے اندرون خانہ ایسی بری چال چلے گا۔
اس کا پھر ایسا ہی حشر کیا جائے گا۔
بازار میں پھرا کر اسے قید میں ڈال دیا گیا۔
اس طرح یوسفؑ کو وہاں قابو کر لیا گیا۔
خداوند نے یوسف کی دعا قبول۔
کر لی اور اسے قید میں ڈال دیا گیا۔
جب یوسف ایسے قید خانے کے اندر گیا۔
جہاں جو بھی جاتا، بس مر ہی جاتا!

ہمیشہ ایہ رہا یوسف دا چالہ
کرے راتیں ڈیہاں فریاد و نالہ
اتھے رو رو کے ہووے تنگ گذرا
ہوون اس درد توں سارے پریشاں
کہیا دربان اے صاحب اساڈے
تو کیوں رووی، رووِن دشمن تساڈے
جے کر تاں ڈینہ دے وچ توں روونڑاں کر
میاں سوہنڑاں! تے راتیں سونڑاں کر
جے روندیں ڈینہہ ہووے شام تیںنوں
ڈیوا وچ رات دے آرام مینوں
زلیخا جو سنڑی فریاد زاری
تاں فرمائیں، کرو کوٹھے نوں باری
ہے سارے راویاں پڑھیا ایہو حرف
جو باری ہو گئی زندان دی طرف
اسی باری دے وچ یوسف بہلونے
جو کیویں ناری دا سانگا کھوتے
جداں یوسف اِسے باری وچ آوے
صبا نوں رو کے حالت سنڑاوے
جو اے وا توں و نجیں کنعان دی طرف
اُتے یعقوب دے پڑھنا ایہو حرف
جو بیو میڈا! اکر دیدار مینوں
سڈاں آفت وچ اے غمخوار تیںنوں!

یوسف کا یہ ہمیشہ کا وطیرہ بن گیا۔
کہ رات دن فریاد و زاری کرتا
روتے دھوتے رہنے سے وقت تنگی و تلخی سے گذرتا۔
اس کے اس درد و غم سے دوسرے سب پریشان ہوتے!
دربان تک نے کہا کہ اے ہمارے آقا!
تو کیوں روتا ہے، روئیں تمہارے دشمن!
اگر آپ چاہتے بھی ہیں تو دن کو رو لیا کریں۔
اے حسین و جمیل سائیں! رات کو تو سو جایا کریں۔
اگر دن کو روتے روتے شام بھی ہو جائے
تو کم از کم مجھے تو رات کو آرام کرنے دیا کریں۔
جب زلیخا نے یہ آہ و زاری سنی۔
تو فرمایا کہ کوٹھے میں سے سوراخ نکال دیجیے!
سب راویوں نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔
کہ زندان کی طرف سے ایک سوراخ کر دیا گیا۔
اسی سوراخ میں یوسفؑ کو بٹھا دیا گیا
اسی طرح اس عورت کیلئے ملنے کا اہتمام کیا گیا
جب بھی یوسف اس سوراخ میں آ بیٹھتا۔
تو صبا سے رو رو کر اپنا حال کہتا۔
کہ اے ہوا! جب تو کنعان کی طرف جائے۔
تو وہاں یعقوب کو یہ بات کہنا۔
جو اے پیارے باپ! مجھے جلوہ دکھائیے!
اس مصیبت میں میرے غمخوار بنئے!

یوسف کا دریچہ میں آبیٹھنا، ایک اونٹنی کا سلام آکرنا اور عرض گذارنا

چلو عبدالحکیما! نال چلائیں!
عجائب قصہ ڈاچی دا کرائیں
یوسف ہک رات باری نوں سُہایا
جراچن چیت ہک آواز آیا
اکھاں آواز دی تینوں حقیقت!
اہا ڈاچی اُتے اسوار خوش بخت
ڈاچی نوں مار دھوڑے دھول چلاوے
ڈاچی دھوڑیوں اگوں نہ مول جاوے
اوڑک ڈاچی کنوں جو تنگ آیا
اُتوں ڈاچی دے خود تائیں لہایا
ڈاچی واگ آپڑیں آکھل چھڑائی
شتابی دوڑدی یوسف وَل آئی
تے آکھیس صاحبا! میڈا اسلامے
سُنڑ دیا یارو! ڈاچی دا کیا کلامے؟
اے پیغمبر حسین و خوب بالا!
تے گل پھل گلشن یعقوب والا!
میں آیاں مصر ڈ کنعان داوں
تے مُڑ وت جاؤ ساں ہیں ایسے اہوں
جے کر ڈیویں کوئی پیغام سائیں!
میں تیڈے باپ نوں جا کر سنڑائیں!

آئیے اے عبدالحکیم! چلیں
اور اونٹنی کا دلچسپ قصہ سُنائیں۔
ایک رات یوسف نے اس دریچہ کی رونق آ بڑھائی
وہاں اچانک ایک آواز سُنائی دی۔
میں اس آواز کی حقیقت آپ سے کہوں۔
کہ ایک اونٹنی پر ایک خوش نصیب سوار تھا
اونٹنی کو مار پیٹ کر چلانا چاہتا تھا۔
مگر اونٹنی مارنے پیٹنے سے بھی آگے نہ بڑھی
آخر کار جب وہ اونٹنی سے تنگ آ گیا
تو اپنے آپ کو اونٹنی پر سے اتار لیا۔
اونٹنی نے اس سے اپنی باگ چھڑا لی!
اور جلدی سے یوسف کی طرف دوڑتی آئی۔
اور کہا کہ اے مالک! میرا سلام قبول ہو!
اے یارو! سنو کہ اونٹنی کی کیا بات چیت ہوئی۔
اس نے کہا کہ اے حسین وقد آور پیغمبر!
اور اے یعقوب کے باغ کی جانِ بہار!
میں کنعان سے مصر کی طرف آئی ہوں۔
اور اسی رستے واپس جاؤں گی!
اگر حضور والا! کوئی پیغام دینا چاہیں!
تو میں آپ کے والد کو جا سناؤں گی!

جڈاں یوسف ذکر کنعان دا لہ
سُنڑلس کیتس بہوں فریاد و نالہ
پچھوں چیڑوال قدماں نوں چلایا
شتابی دوڑ دا ڈاچی وَل آیا
جو لیئی مار کے ڈاچی وَلائے
اسے گالھوں قدم اس دو دو دھائے
زمیں جو پھڑ لیا چیڑوال تائیں
جو اے چیڑوال! نہ ونجن ڈیسائیں
جڈاں چیڑوال دا آواز آیا
یوسف اس نوں کرم کر کے بُلایا
جو ہک ذرہ کھلو، اے یار چیڑوال!
جو کرنی ہے ہیں تیڈے نال ہک گال!
کہیا دگدار ڈس اے یار ریتا!
جو مینوں ہے زمیں پابند کیتا!
نہیں طاقت کِڈاہیں جاونڑیں دی
تے نہ توفیق تیں وَل آونڑیں دی
یوسف اسوار ڈاچی سُوں پُچھایا
جو تیں ڈاچی نوں کہڑی جا چرایا
جواب اُس نوں ڈتا دگدار گولے!
جو وچ یعقوب دیاں ڈاچیاں دے ٹولے!
آکھیس جو آکھ توں اے مرد کجھ گال!
سُنڑا یعقوب پیغمبر دا احوال!

جب یوسف نے کنعان کے حالات
سُنے تو بہت فریاد و نالہ کیا۔
اونٹنی کے پیچھے چرواہے نے بھی قدم اٹھائے۔
جلدی سے دوڑتا ہوا اونٹنی کی طرف آیا۔
تاکہ اُونٹنی کو مار پیٹ کر واپس ہانک لے جائے۔
اسی لئے اس نے ادھر کو قدم بڑھانے شروع کئے۔
مگر زمین نے چرواہے کو جکڑ لیا۔
کہا کہ اے چرواہے! میں ادھر نہ جانے دوں گی۔
جب یوسف تک چرواہے کی آواز پہنچی۔
تو انھوں نے لطف و کرم سے اسے بُلایا۔
کہا کہ اے دوست چرواہے! پل بھر کے لئے ٹھہر۔
کہ میں نے تجھ سے ایک بات کرنی ہے۔
چرواہے نے کہا کہ اے یارِ مخلص! ادھر ہی سے کہہ دے!
کیونکہ مجھے زمین نے جکڑ رکھا ہے!
کہیں بھی جانے کی سکت نہیں رہی۔
اور نہ ہی آپ کے پاس آنے کی توفیق ہے!
یوسف نے اونٹنی کے سوار سے پوچھا۔
کہ تو نے اونٹنی کو کہاں کہاں چرایا ہے؟
اس چرواہے خادم نے اُسے جواب دیا۔
کہ یعقوب کی اونٹنیوں کے گلے کے ساتھ!
اس نے کہا کہ اے جوان! کوئی بات تو کہہ
یعقوب پیغمبر کے حال و احوال ہی سُنا!

کہیس اُس بارھویں فرزند تائیں
اس نے کہا اگر سن سکتے ہو تو کہوں۔

بھراواں گم کیتا سُنڑ "تاں اکھائیں
کہ اس کے بارھویں بیٹے کو بھائیوں نے گم کر دیا ہے۔

جو اوس کانڑ زارو نزار رووے
وہ اس کے لئے زار و قطار روتا ہے!

ہجر دی بھاہ توں آزار ہووے
ہجر کی آگ نے اسے بے چین کر رکھا ہے!

تے چورلہے تے اس خشا بنڑایا
ایک چوراہے پر اس نے ڈیرا لگایا ہوا ہے۔

تے بیت الحزن اس داناں رکھایا
اور اس کا نام 'بیت الحزن' رکھا ہے۔

پچھے خبراں اُسے دیاں راہیاں توں
راہگیروں سے اس سے متعلق پوچھتا رہتا ہے۔

ولیکن نہ ڈسے کوئی اُسے لوں
لیکن اسے کوئی بھی کچھ نہیں بتاتا۔

سُنڑیا یوسف جو پیو دے حال تائیں
جب یوسفؑ نے اپنے باپ کا یہ حال سنا۔

بہوں رُنا جو ہے ہے باپ سائیں!
تو بہت رویا، کہ ہائے وائے میرے والد بزرگوار کو کیا ہوا!

کیتا پیو دی محبت جو ودھیرا
باپ کی محبت نے جو جوش مارا۔

کہے ہے ہے جو بڈھڑا باپ میرا!
تو کہے ہائے وائے میرے بوڑھے باپ کو کیا ہوا؟

ہریا اس حال تھیں جد فارغ البال!
جب اس نے رونے سے فراغت پائی۔

لگا پچھن پچھے وگداز دی گال
تو پھر چورا ہے کے حال و احوال پوچھنے لگا۔

جو کتھڑی جاویسیں اے مرد وگدار!
کہ اے چرواہے جوان! تو کس جگہ جائے گا؟

کہیس شہرے دے ول اے مرد ہوشیار!
اُس نے کہا کہ اے سمجھدار آدمی! میں شہر کی طرف جا رہا ہوں!

پچھیا یوسف کسے دی چاکری تے؟
یوسف نے پوچھا کیا کسی کی چاکری کے لئے؟

پچھیس ایعاد یا سودگری تے؟
یا کسی سٹے کے لئے یا کسی سوداگری کیلئے؟

کہیس ہک کام ہے کامل اساں نوں!
اس نے کہا ایک بہت ضروری کام درپیش ہے

پچھیا کیا کجھ نفیسی حاصل تساں نوں؟
پوچھا کہ آپ کو اس سے کچھ ملے گا؟

کہیس یاقوت جگری نال بارے
کہا کہ ایک جگری یاقوت ہمارے اسباب میں موجود ہے

سُنڑ وقیمت لے دی ویہہ ہزارے!
سنئے کہ اس کی قیمت بیس ہزار ہے!

کہیس ہن تھوں گھنو کنعان جاؤ
تے ہو میڈے نوں حالت جا سنڑاؤ
کہیا وگدار نے ڈس آپنڑاں نام
کہیا یوسفؑ مینوں رخصت نہیں عام
خدا کولوں نہیں رخصت اساں نوں
جو ڈساں آپنڑاں ہن ناں تساں نوں
ولے اگوں تے آ اے مرد چر وال!
کہیس ہیں بند تھوں نکلاں کیسے حال
کہیا یوسفؑ اسے وگدار تائیں
جو اے اعرابیا! سنڑ ناں اکھائیں
نیت کرسا ڈاچی مارنے سوں
میاں وگدار! تاں چھوٹے زمیں توں
چھڈاں نیت بری اس نے لئی موڑ
لسے ویلے زمیں اس نوں ڈتا چھوڑ
کہیس اعرابیا! اگوں تے آؤ
نشانیاں میڈیاں دل تے لکھاؤ
لکھو دل تے حسن میڈے دی تصویر
سنڑا اس پیر نوں کر خوب تقریر
تلولہ جے تکھے رخسار والا
تاں آکھیں اے پیغمبر دیر سالہ!
بہوں سارا ہے نیڈے کانڑ رُنّاں
تلولہ محو ہویا تے وچھناں

کہا کہ یہ قیمت مجھ سے لو اور کنعان کو واپس ہو جاؤ۔
تا کہ میرے باپ کو میرے حالات جا سناؤ!
چرواہے نے کہا، کہ آپ اپنا نام بتائیں۔
یوسفؑ نے کہا کہ مجھے اسکی رخصت عام نہیں!
خدا سے بھی ہمیں اس کی اجازت نہیں۔
کہ میں تمہیں اپنا نام بتا دوں!
لیکن اے چرواہے مرد! میرے قریب آجا۔
اس نے کہا میں کسی طرح جکڑ بندی سے چھوٹوں تو!
یوسفؑ نے اونٹوں کے اس چرواہے سے کہا۔
کہ اے اعرابی! اگر سنو تو کہوں!
اے میاں چرواہے! اگر تو اونٹنی کو مارنے کا ارادہ چھوڑ دے
تو زمین بھی تجھے چھوڑ دے گی۔
جب اس نے اپنی اس بری بات سے منہ موڑ لیا۔
تو اسی وقت زمین نے بھی اسے آزاد کر دیا۔
پھر کہا کہ اے اعرابی! ذرا آگے کو آؤ۔
میری باتیں دل پر نقش کر لو!
دل پر میرے حسن کی تصویر کھینچ لو!
اور اس بزرگ کو اچھی طرح میرے حالات جا سناؤ!
اگر وہ میرے رخسار والے تل کو پوچھیں۔
تو کہنا کہ اے بوڑھے پیغمبر!
کیونکہ وہ تمہارے لئے بہت رویا ہے۔
اس لئے وہ تل ڈھل گیا ہے اور وچھنا بھی!

جڈاں کوئی ہمیشہ خون رو دے
تلوں مُنہ اُتے کیوں کر کھڑ دوے
سلام آکھیں میڈا اُس پیر تائیں
اُتے مغموم تے دِلگیر تائیں!
جڈاں کنعان شہر اندر سدھاویں
تاں پھر ہک رات اُس تائیں نہ جاویں
جڈاں غوغا خلق دا دُور ہووے
تے عالم خواب وچ مخمور ہووے
تڈاہاں جاونڑاں اُس پیر دی طرف
تے جا پڑھنا بندے احوال دا حرف
جو ہِر وواں تُساڈے کان ہر دم
کڈاں میلے رِتھیون دا اللہ اعلم
اساں جد ہر زماں تینوں پکاریں
تُوں وی دل توں اساں نوں نہ وساریں
نہیں ترساونڑاں اے یار مینوں!
ڈِلوا اے دلبرا! دیدار مینوں!
محباں، دوستاں، دل جانیاں نوں!
ہیا کرنی دعا فرزانیاں نوں
اُتھوں قاصد وِداع کر کے سدھایا
لتے کنعان دے شہر اندر آیا
کیتا قاصد، جیویں فرمان یوسفؑ
یعنی ہک رات دے تائیں توقف
خلائق نے جڈاں آرام پایا

جب کوئی ہمیشہ خون کے آنسو بہائے۔
تو رخسار کا تل کیسے قائم رہ سکتا ہے!
اس بزرگوار کو میرے سلام کہنا!
اس غمگیں، کو اور دلِ حزیں کو!
جب کنعان کے شہر میں جا پہنچیں
تو پھر ایک رات تک ان کے ہاں نہ جانا۔
جب لوگوں کا تیرے پاس آنا جانا ختم ہو۔
اور لوگ نیند میں دُھت ہو جائیں!
تو تب اس بزرگوار کے ہاں جانا۔
اور میرے حالات جا سنانا!
یہ کہ میں تمہاری خاطر ہر وقت روتا رہتا ہوں
خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کب ملاقات ہو!
جب ہم ہر وقت آپ کو پکارتے رہتے ہیں۔
تو آپ بھی دل سے ہمیں نہ بھلانا!
اے پیارے باپ! مجھے ترساؤ نہیں!
اے جانِ پسر! مجھے اپنا دیدار کرائیے!
سب پیاروں کو دوستوں کو اور مخلص احباب کو!
نیز سب عالموں فاضلوں کو بھی دعا و سلام کہنا۔
ادھر سے قاصد الوداع کہہ کر روانہ ہوا۔
تو کنعان کے شہر میں جا داخل ہوا۔
پھر یوسف کے فرمان کے مطابق عمل کیا گیا
ایک رات تک اس نے توقف کیا۔
جب مخلوقات آرام میں سو گئی،

طرف یعقوب دے قاصد سدھایا
تے آکھیس صاحبا! میڈا سلام اے
میں ہاں قاصد گھن آیا ہاں پیام اے
کہیا یعقوبؑ ہن پیغام کیہے؟
کہیس ہن درد منداں دے سنیہے!
نبی جی! قاصد ہاں زنداناں دا
تے پیغام آدراں دل جانیاں دا
جنھاں دی قید اندر جال آہے
کرن کلھے پے قیل و قال آہے!
نہیں کر دا گال کلھا دوسرے نال
بجز گریہ ندارد قیل نہ قال
جڈاں قاصد حقیقت کر سنڑائی
ملامت وچ دلے یعقوبؑ آئی!
جڈاں سُنڑیا پیغمبر نیک پیغام!
کہیس اے مرحبا فرخندہ فرجام!
کہیس آیوں کتھوں اے مرد چالاک!
کہیس مصرے کنوں اے پیر غمناک!
کیتی یعقوب نے فریاد نارس!
جو ہے ہے دلبرا! چلدا نہیں وس
کہے رو رو کے اے فرزند میڈا!
جدا کیوں ہو گیوں دلبند میڈا!
وچھوڑے جوڑ لائی سانگ میکوں

تو قاصد یعقوب کی طرف سدھارا!
اور کہا کہ اے آقا! میرا سلام قبول ہو!
بتایا کہ میں ایک قاصد ہوں اور پیغام لے آیا ہوں
یعقوب نے کہا کیسے پیغام لائے ہو؟
اس نے کہا، کیا کہوں دردمندوں کے سندیس ہیں!
اے نبی محترم! میں قیدیوں کی طرف سے قاصد ہوں!
اور پیاروں غمخواروں کی طرف سے پیغام لانے والا ہوں!
وہ قیدی! جو قید میں زندگی گزار رہے ہیں،
اکیلے اپنے آپ سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔
بھلا اکیلا آدمی دوسرے سے کب بات کرتا ہے!
وہ تو بجز گریہ کوئی قیل و قال ہی نہیں کرتا!
جب قاصد نے حقیقت حال بیان کی
تو یعقوب کے دل نے خود اسے ملامت کی۔
جب پیغمبر نے یہ اچھا سا پیغام سنا!
تو کہا کہ اے نیک فرجام! تجھے مرحبا ہو!
پھر پوچھا کہ اے مرد دانا! کہاں سے آنا ہوا؟
اس نے کہا، اے غمگین بزرگوار! مصر سے آیا ہوں!
اس پر یعقوب نے ایک نالہ نارسا کھینچا!
کہ ہائے وائے اے پیارے بیٹے! میرا بس نہیں چلتا!
رو رو کر کہنے لگے کہ اے میرے فرزند!
میرے لخت جگر! مجھ سے جدا کیوں ہو گیا!
ہجر و فراق نے مجھے کاری تیر چلایا ہے۔

ربّے ہر دم تساڈی تانگ مینوں
کہ ہر وقت مجھے تمہارا انتظار رہتا ہے۔

وِچھوڑے جو لگائے تیر گُجھے
فراق نے جو پیچیدہ و پوشیدہ تیر مارے ہیں۔

نہ کائی مصلحت، تدبیر سُجھے
اُن کی نہ کوئی اچھی تجویز سوجھتی ہے نہ تدبیر!

وِچھوڑا موت ڈُوہیں بھیݨ بھائی
فراق اور موت دونوں گویا بہن بھائی ہیں۔

وِچھوڑا موت تے رکھدا وڈائی
بلکہ فراق تو موت پر فوقیت رکھتا ہے!

کسے دے پیش نہ آوے وِچھوڑا
کاش، ہجر و فراق کسی کے پیش نہ آئے۔

جو وڈّے فرق چا پاوے وِچھوڑا
کیوں کہ فراق بڑی دُوریاں پیدا کر دیتا ہے!

ولیکن حکم رب دے نال کیا زور
اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے کسی کا زور نہیں چلتا!

جو جِتھے ہے برابر مار تے مور
جو کوئی جہاں ہے سبھے، چاہے چیونٹی ہے، چاہے سانپ!

کہیا سُݨ بعد پیغمبر نمانڑیں
مغموم و محزون پیغمبر نے یہ سُن کر کہا۔

جو لے اے قاصدا! ہُݨ قاصدانڑیں
کہ اے قاصدا! اب اپنا قاصدانہ لو!

جو منگیں قاصدا! حاضر کر لیساں
اے قاصد! جو کچھ بھی مانگے گا، ادا کروں گا۔

نہ منگیو قاصدا! وَل دی ہیں ڈُلیساں
اے قاصد! تو نے نہ بھی مانگا تب بھی دوں گا۔

کہیا قاصد وِچارے راستی گو!
بیچارے راست گو قاصد نے کہا!

مَیں خود گِھدّی کھڑا ال حق اپنے کو خُوا!
اے نیک مرد! میں نے اپنا حق پہلے ہی لے لیا ہے!

ولیکن ہے طمع مینوں دُعا دا
البتہ مجھے طمع ہے کہ آپ میرے حق میں دعا کیجیے!

کیتا یعقوبؑ ہتھاں نوں خُدا دا
یعقوب نے خُدا کے آگے ہاتھ اُٹھا دیئے۔

کیتس عرض اے مُجیبِ کُلّ دعوات!
اس نے التجا کی کہ اے دُعاؤں کے قبول کرنے والے!

کریں آسان اساں تے موت سکرات
ہم پر جان کنی کی تکلیف آسان کر دیجیے!

ڈاچی بولی جو مینوں دی دعائیں
اونٹنی بولی کہ میرے لیے بھی دعا کیجیے!

جو مَیں اس نوں وِکھایا ماہ تائیں
کیونکہ میں ہی اِسے اُس حسین شخص کے پاس لے گئی تھی۔

نبی جی ہے دعا مینوں سزاوار
اے نبیِ مکرّم! میں دعا کی مستحق بھی ہوں۔

جو میں اس نوں ڈِٹھا کبک رفتار
کیونکہ میں نے ہی اسے چکور کی چال والا شخص دکھایا تھا

تُری وچ راہ دے ہمراہ آہاں
میں ہی اس راہ پر اسکی ہمراہ رہی تھی!

سبھے بے آب تے بے کاہ راہاں
یہ سب بے آب وگیاہ راہیں تھیں!

جدّاں عرض آں پڑاں ڈاچی سُنڑایا
جب اونٹنی نے اپنی درخواست کہہ سنائی۔

نبی یعقوبؑ ہتھاں نوں اُٹھایا
تو یعقوبؑ پیغمبر نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے!

جو اے قیوم! مالک لامکاں دے
کہ اے حیّ وقیوم! اے مالک لامکان!

کرو ڈاچی دی جا وچ جنّتاں دے
اونٹنی کو جنت میں جگہ عنایت کیجئے!

کہیا یعقوب نوں قاصد وفادار
اس وفا شعار قاصد نے یعقوبؑ سے کہا۔

جو ہو وو بندی والے دے وی غمخوار
کہ قیدی کے ساتھ بھی غمخواری کیجئے۔

کرو زندانیاں دی عفو تقصیر
قیدیوں کے قصور بھی معاف کریئے۔

سوا تیڈے کریسی کون دِل دھیر!
آپ کے سوا کون ان کی دلجوئی کرے گا!

یوسفؑ کی دیدار کیلئے زلیخا کا قید خانے کی طرف جانا!

چلو عبدالحکیما! تا چلائیں
آیئے اے عبدالحکیم! چلیں۔

زلیخا دی خبر چل کے لے آئیں
اور جا کر زلیخا سے متعلق کوئی بات سن آئیں۔

بہانہ عشق کیہا کیتا اُسے نال
عشق نے اس کے ساتھ ایسی چال چلی ہے!

سبھو کجھ کر چھوڑے نشو دی دا پامال
کہ اس بیچاری کا سب کچھ برباد یا پامال کر دیا ہے!

جدّاں یوسف بندی دے وچ سُہایا
جب یوسف نے قید خانے کو جا بسایا۔

زلیخا نے ہجر دا بار آیا
تو زلیخا پر ہجر کی بلا آ لوٹی۔

محل اس نوں ڈِسیون قید خانہ
شاہی محل اسے قید خانہ سے لگتے!

ڈِسن کنڈے سرہانڑاں تے وچھانڑاں!
سرہانہ اور بستر خار کی طرح چبھتے!

زلیخا نوں لگی تلوار چھاتی
زلیخا کو چھاتی پر تلوار سی آ لگی۔

جو ہے ہے دلبرا مشکل حیاتی
کہے رو رو کے ہے ہے یار میتا!
میں کے کیتا؟ میں کے کیتا ہے کیتا!
پٹے رخسار ناخن نال ہر دم
ہمیشہ رووݨڑاں اس دا ہویا کم
تیں کیتی آپݨڑے تن نال آپے
جڈاں نوں پھیر کے ملسیں تاں جاپے
جے کر سینے دے وچ خنجر لیہوی
زلیخا کیا کیتوئی کیا کیتوئی!
کراں قربان میں اس بند تائیں
کیتا محبوس جس دلبند تائیں!
اساڈا یار اج کس کول ہوسی
میٹھا دلدار اج کس کول ہوسی
اج اس دا کون خدمتگار ہوسی
تے کون اس شاہ دے دربار ہوسی
کبک رفتار میڈے یار تائیں
زلف دی تار، گل رخسار تائیں
کیہڑا قربان اُس جند جان کرسی!
تے نازک تن مرورے کون بھرسی!
پچھے اس تھوں رہی طاقت نہیں مول
سُنیندا ہے جیویں مجنوں دا معمول!
جڈاں روندیاں گذاری ہک پہر رات

کہ ہائے وائے اے دلبر! زندگی دو بھر ہے!
اور رو رو کر کہے کہ اے مخلص دوست!
وائے افسوس! میں نے غلطی کی مجھ سے قصور ہوا!
ہر وقت اپنے گالوں کو اپنے ناخنوں سے نوچتی!
اس کا کام ہی ہمیشہ کا رونا ہو گیا تھا۔
تو نے اپنے تن کے ساتھ جو کچھ کیا ہے خود کیا ہے!
تو پھر سے ملے گی تو جب نہیں!
اگر اپنے سینے میں خنجر گھونپا ہے۔
تو اے زلیخا! تو نے کیا کیا ہے؟ کیوں کیا ہے؟
کیوں نہ اپنے آپ کو اس قید خانہ پر قربان کر دوں!
جس نے میرے محبوب کو قید کر رکھا ہے۔
میرا محبوب آج کس کے پہلو میں ہو گا؟
میرا دلدار آج کس کے قریب میں ہو گا؟
آج اسکی خدمتگذاری کون کر رہا ہو گا؟
اس بادشاہ کے حضور میں کون حاضر ہو گا!
چکور کی چال والے میرے محبوب پر،
زلف کی زنجیر والے اور پھولوں جیسے رخسار والے پر
کون دل و جان نچھاور کرے گا؟
اور اس کے نازک بدن کی کون مٹھی چاپی کرے گا۔
بعد میں اس میں اتنی طاقت بھی نہ رہی
جتنی ہم نے مجنوں سے متعلق سن رکھی ہے!
جب روتے روتے ایک پہر رات کٹ گئی

خیال آئیس سُنڑاں جو پیار دی بات!	تو اُسے فکر ہوئی کہ جا کر پیار بھری باتیں سنوں!
سڈ لیس دائی نوں جو آتا چلائیں	دایہ کو بلایا کہ آؤ چلیں
جو کیویں یار دا مکھڑا ڈِکھائیں	اور کسی طور محبوب کا جلوہ جا دیکھیں۔
گئی دائی زلیخا نال ھمراہ	دایہ زلیخا کے ھمراہ ہوئی
سڈ لئیس کوتوال نوں جو ہنڑ دسی لاہ	کوتوال کو بلایا کہ ابھی کھڑکی کھول دو
دری لاہی جڈاں کوتوال آکے	جب کوتوال نے آکر کھڑکی کھول دی۔
پئی قدماں اتے فی الحال جا کے	تو وہ شتابی سے یوسف کے قدموں پر جا گری
کرے زاری جو ہے یار ڈھولا!	آہ و زاری کی کہ اے میرے جانِ جاناں!
میں اپڑیں پیر تے ماریا کہولا!	میں نے اپنے پاؤں آپ کلہاڑی ماری ہے۔
نہیں تقصیر تیڈی وچ یار کائی	اے دوست! اِس میں تمہارا کوئی قصور نہیں
میں اپڑیں آپ نوں تلوار لائی	میں نے اپنے آپ کو تلوار کا گھاؤ دیا ہے!
تساں سینہ میڈا سو چاک کیتا	آپ نے میرا سینہ لخت لخت کر دیا ہے۔
تے لایو عشق دا بینوں پلیتہ	اور مجھے عشق کا فلیتہ دکھایا ہے
میں اِس گالھوں ایہو حیلہ اٹھایا	میں نے عشق کی وجہ سے یہ حیلہ کیا۔
ولیکن کارگر ہرگز نہ آیا	لیکن یہ ہرگز کارگر ثابت نہیں ہوا۔
جیکر دلبر کرو ہنڑ مہربانی	اے محبوب! اب مجھ پر مہربانی کیجیے۔
کرو راضی اساں نوں یار جانی!	اے جانِ جاناں! مجھے راضی کیجیے۔
زلیخا جو کہے یوسف نہ بھاوے	زلیخا جو بھی کہتی یوسف کو اچھا نہ لگتا
یوسف سنڑ کوہ توں وی ڈُور جاوے	بلکہ یوسفؑ کوسوں دُور بھاگتا!
جڈاں یوسف ڈِکھدے ہجر دے شیر	جب یوسف نے ہجر والی تند و تیز باتیں کیں۔
گئی روندی زلیخا گھر طرف پھیر	تو زلیخا روتی پیٹتی واپس گھر چلی آئی۔
گئی رم تک رات تے دل ڈُبنہ آیا	رات چھپ گئی تو دن نکل آیا۔

زلیخا تے ہجر دا شینہ آیا
زلیخا نے جو غم تے زور کیتا
دل اُس بھاہ نوں پُر شور کیتا
نہ اِیہ طاقت جو زنداں وَل سدھاوے
نہ دلبر دے کنوں آرام پاوے
فناں خبراں جو ہے ہے یار ملے
کسے حیلے میڈا دلدار ملے
بھیجے ہر دم اُسے نوں خوب کھانڑیں
جو چوری کوئی تا نہ پچھانڑیں
جداں باندی یوسف نوں پھیر آوے
زلیخا منہ اُتے پیراں دے پاوے
کرے اِس طور دی اُس نال بازی
کرے دل آپنڑاں ایں حال راضی
کہے میں منہ ڈیکھاں دلدار تیڈا!
جو توں وی ڈیکھ آئیں یار میڈا!
ڈیکھے اِس توں پچھے اِس طور دی گال
جو کجھ پچھدا آہا میڈا دی احوال
محلاں تے ونجے لاچار چڑھ کے
ڈیکھے دلبر دیاں دیواراں توں کھڑ کے
جو ہے ہے یار شش افکار میڈا!
کبک رفتار! گل رخسار میڈا!
شفق لب دار! شکر بار میڈا!

زلیخا کے لئے ہجر کا شیر آ وارد ہوا۔
زلیخا نے رنج و غم پر جو زور دیا،
تو اس کا دل عشق کی آگ سے بھر گیا۔
اس میں نہ یہ طاقت کہ قید خانے تک جائے۔
نہ یہ کہ دلبر کی طرف سے آرام ملے۔
گرتی پڑتی کہتی کہ ہائے وائے محبوب سے وصال ہو جائے!
کسی حیلے بہانے مجھے میرا دلدار مل جائے!
ہر وقت اسے اچھے کھانے بھیجتی!
چھپ چھپ کر بھیجتی کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔
جب کوئی کنیزہ یوسفؑ سے ہو آتی۔
تو زلیخا اس کے پاؤں پر منہ رکھ دیتی۔
اس طرح کا اس کے ساتھ سلوک کرتی۔
اور یوں اپنے دل کو قرار دیتی!
کہتی کہ اے پیاری خادمہ! مجھے اپنا منہ دیکھنے دے!
کیونکہ تو بھی تو میرے محبوب کی زیارت کر کے آئی ہے!
اس کے بعد وہ اس طرح بات چلاتی۔
کہ آیا وہ بھی میرا کچھ حال پوچھتا تھا۔
وہ شاہی محلوں پر ناچار چڑھ چڑھ جاتی!
اور دلبر کے زنداں کی دیواروں پر نظریں دوڑاتی!
کہ ہائے وائے اے میرے شش افکار محبوب!
اے میرے کبک رفتار اور گل رخسار محبوب!
اے شفق رنگ اور میٹھے لبوں والے میرے مالک!

طوطی گفتار، خوش کردار میڈا
اساں نوں چھوڑ کے وچ قید ملیو!
غماں وچ بوڑ کے دیغ قید ملیو!
پھسایو زلف نوں زنجیر کر کے
تے مژگاں نوں جگر وچ تیر کر کے
کڈاں ول آ، او سوہنے یار میڈے!
تے مرہم لاؤ سو دلدار میڈے!
اساں ہیں ہر زماں بیمار تیڈے!
کڈاں ہو سو لساں غمخوار میڈے؟
میں چھوڑ ناہی ہاں تیں قید گھل کے
کڈاں گھر آؤ سیں اے یار! ول کے
کڈاں گھر آؤ سیں اے یار بھل کے
اُلیسیں آ سخن میں نال کھل کے
گئیوں محلاں وچوں پرواز کر کے
تے اپڑیں ہجر دا در باز کر کے
بھلا اے دلبرا! ٹھہندی نہ آ ہی
غریباں نال تیں نوں ایہ تباہی!
تساں نوں کیہ دس میں ڈیواں کہیے حال
میں آپے آپ کیتی آپڑیں نال
کجھی کیتی ہے ایں بدکار گولی!
ڈھولن تے میں وچھاں لکھ وار گھولی!
رتیجھے آس تھوں دُکھی ہو کے دبوانی!

اے طوطی گفتار اور خوش کردار میرے محبوب!
ہمیں چھوڑ کر قید خانہ جا بسایا ہے۔
ہمیں غموں میں ڈبو کے اُدھر قیام جا کیا ہے۔
مجھے زلف کی زنجیر بنا کر پھانستا ہے
اور مژگاں کو تیر بنا کر جگر میں گھونپا ہے
اے میرے محبوب! کب تک واپس آنا ہوگا؟
اور اے جانِ من! کب مجھے مرہم لگاؤ گے۔
ہم ہر وقت تیرے عشق میں بیمار رہیں۔
آپ کب میرے غم خوار بنیں گے؟
میں تجھے قید میں ڈال کر پچھتا رہی ہوں۔
اے میرے حبیب! کب واپس گھر آؤ گے؟
اے محبوب! کب بھول کر بھی میرے گھر آؤ گے؟
اور مجھ سے گھل مل کر باتیں کرو گے؟
آپ شاہی محلوں سے پرواز کر گئے ہیں۔
اور اپنے ہجر کا دروازہ کھول گئے ہیں!
بھلا اے جانِ من! تجھے یہ زیب دیتا ہے!
کہ غریبوں کے ساتھ ایسا ظلم و ستم روا رکھو!
میں کس بات کا آپ کو دوش دوں۔
میں نے اپنے ساتھ جو کچھ کیا ہے، خود کیا ہے!
اس بدکارہ کنیزہ نے کتنا بُرا کیا ہے۔
میں تو جانِ جاناں پر لاکھوں بار قربان جاؤں!
اس کے بعد وہ پاگل ہو کر نیچے جا گری

لگائی عشق نے جو جوڑ کانی !
کیونکہ اسے عشق نے کس کر تیر مارا تھا

رہیا وچ قید دے یوسفؑ جتنی مُد
یوسفؑ جتنی مدت کے لئے قید رہا۔

زلیخا وچھڑاں لاچار زلابُد
زلیخا چارو ناچار جاتی ہی رہتی !

ہمیشہ رات دِلبر پاس جاوے
ہمیشہ رات کو اپنے محبوب کے پاس جاتی !

اتھاں وچ باریاں ہر دم سُہاوے !
وہاں جا کر ہمیشہ کھڑکی کو رونق بخشتی

یوسفؑ کے ساتھ قیدیوں کا بہت خوش رہنا اور یوسفؑ کا خوابوں کی تعبیر بتانا !

کریں عبدالحکیم احسان دی گال
اے عبدالحکیم ! اس احسان مندی کی بات کریں۔

جو یوسفؑ کیتی آہی بندیاں نال
جو یوسفؑ نے قیدیوں کے ساتھ کر رکھی تھی !

ڈِٹھا جو قیدیاں یوسفؑ دا دیدار
جب قیدیوں نے یوسفؑ کا جلوہ دیکھا

ہوئے خوش وقت تے خوشحال بسیار
ان کا وقت اچھا گذرنے لگا وہ بہت خوش ہوئے

پڑھن الحمدُ لِلّٰہ ماہ آیا !
الحمد للہ (سب تعریف اللہ کیلئے ہے) پڑھنے کہ چاند اتر آیا ہے

اساڈے وچ خدا دا شاہ آیا !
یعنی ہمارے پاس خدائے تعالیٰ کا خلیفہ آ گیا ہے

تمامی قیدی ہوئے وانگ گلشن
تمام قیدی باغ و بہار سے ہو گئے۔

ہویا وچ رات غم دی روز روشن
غم کی اندھیری رات میں روشن دن نکل آیا تھا۔

کہن قیدی عجب خوش دِہنہ آیا
قیدی کہتے کہ خوشی کے دن کیا خوب آئے ہیں۔

اساڈے سر کرم دا مینہ آیا !
کہ ہمارے سروں پر کرم و بخشش کی بارش ہونے لگی۔

جے کر قیدی کوئی بیمار ہووے
اگر کوئی قیدی بیمار پڑتا۔

اُتے یوسفؑ دا لطف اظہار ہووے
تو اس کے ساتھ یوسفؑ لطف و کرم کا اظہار کرتا۔

پیا وچ جیل دے یوسفؑ دا تھر تھل
قید خانے میں یوسفؑ کا خوب چرچا ہوا۔

ہوئی شادی تے غم سارے گئے بھُل
ہر طرف خوشی تھی، غم تو سب کو بھول گئے !

جو بھکے نوں بھوں روٹی کھواوے
تریہے نوں مٹھا پانڑیں پلاوے
ہیا تعبیر خواباں دی سنڑاوے
جے کر کوئی اگے اس دے آوے
ڈوں آہے بادشاہ دے خاص چاکر
سٹیا آہس ڈوہاں نوں قید اندر
آہے وچ بندے یوسفؑ دے ہمراز
ڈو ہیں شفقت اوسے دی توں سرافراز
ڈٹھا ہک رات وچ سٹیاں انہاں خواب
ہوئے تعبیر انہاں دی کان بیتاب
فجر ویلے اگے یوسفؑ دے آئے
جو کرو تعبیر خواباں دی سنڑائے
ڈتی یوسفؑ، ڈوہاں خواباں دی تعبیر
جو ہک چھٹسی، ہیا سولی دی تعزیر
ہک تھیسی او ہو ویسی شہ دا مصاحب
کرم کرسی لسے تے شاہ صاحب
بچھے ساعت کنوں سولی معذب
ہویا ہک تے ہیا شہ دا مقرب
ٹرنڑ ویلے کہیا یوسف اسے نوں
جڈاں جو شاہ ڈیوے بار تینوں
اساں نوں دی شتابی یاد کرنا
سخن تا ایں نہیں بر باد کرنا

وہ بھوکے کو سیر ہو کر روٹی کھلاتا!
اور پیاسے کو میٹھا پانی پلاتا!
کبھی خوابوں کی تعبیر بتاتا۔
بشرطیکہ کوئی اس کے پاس اس غرض کے لیے آتا
بادشاہ کے دو خاص نوکر بھی ایسے تھے۔
جنہیں اس نے قید میں ڈال رکھا تھا۔
وہ قید خانے میں یوسفؑ کے ساتھی بن گئے۔
دونوں ہی اس کی شفقت سے سرفراز تھے۔
ایک رات سونے میں دونوں نے خواب دیکھا۔
وہ ان کی تعبیر کی خاطر بہت بے تاب ہوئے۔
صبح ہوتے یوسفؑ کے پاس پہنچے!
اور کہا کہ ہمیں خوابوں کی تعبیر سوچ کر بتایئے!
یوسفؑ نے دونوں کو خوابوں کی تعبیر بتائی۔
کہ ایک تو آزاد ہو جائے گا دوسرا سولی پر چڑھے گا!
قید سے چھوٹنے والا بعد میں بادشاہ کا مصاحب بن جائیگا۔
اور بادشاہ اس پر لطف و کرم کرے گا۔
گھنٹے بھر کے بعد ایک کو سولی کا عذاب
دیا گیا اور دوسرا بادشاہ کا مقرب ہو گیا۔
چلتے وقت یوسفؑ نے اس سے کہا۔
کہ جب بادشاہ تجھے عزت بخشے!
تو ہمیں بھی پہلی فرصت میں یاد کر لینا۔
میری اس استدعا کو بھلا نہ دینا!

کیتی اس عرض اے صاحب اساڈا
میں ہاں دل جان تسیں خادم تساڈا
میں بندڑی گل کیویں برباد کرساں
جو اگے شاہ دے فریاد کرساں
جداں او مرد شہ دے کول آیا
نہ یاد اُس نوں یوسفؑ دا بول آیا
رہیا وچ بندی دے یوسفؑ بہوں سال
نمانڑاں کیا کرے جو رب ڈتی جال!

اس نے عرض کی کہ اے ہمارے آقا و مالک!
میں دل و جان سے تمہارا خادم ہوں؛
میں آپ کے کہے کو کیونکر بھول جاؤں گا!
میں ضرور بادشاہ کے سامنے فریادی ہوں گا!
لیکن جب وہ شخص بادشاہ کی مصاحبت میں آیا۔
تو اسے یوسفؑ کی بات یاد نہ آئی۔
اس لئے یوسفؑ کافی سال قید میں رہا۔
جب خود خدا نے مصیبت میں ڈال رکھا ہو تو بیچارہ کیا کرتا!

یوسفؑ کا مصر کے بادشاہ کے خواب کی تعبیر بیان کرنا

چلو عبد الحکیما! تا چلائیں
جو شہ دے خواب دا قصہ کرائیں
جو رب صاحب جداں دکھڑا کٹیندے
تاں اسباب اس دے پہلے خود بنڑیندے
خدا جوڑیا جداں یوسفؑ دا اسباب
ایا ہک رات شہ نوں نندر وچ خواب
ڈٹھے اس خواب وچ ست ڈاند موٹے
بہوں سوہنڑیں زور آور ہک چھوٹے
پچھے اس بیوں ڈٹھے وت ڈاند ست
سبھے لوڑھے اتے لاغر اتے پست
پچھے ڈانداں کنوں ست سٹے آہے
سراسر سبز قادر نے بنڑائے

آیئے اے عبدالحکیم، چلیں
اور بادشاہ کے خواب کا قصہ بیان کریں۔
جب اللہ تعالیٰ مصیبت کو دور کرنا چاہتا ہے۔
تو اس کے اسباب پہلے ہی خود سے پیدا کر دیتا ہے۔
خدا نے یوسفؑ کے چھٹنے کے اسباب یوں پیدا کئے؛
کہ ایک رات بادشاہ نے خواب دیکھا
اس نے اس خواب میں سات موٹے بیل دیکھے
بہت خوبصورت طاقتور مگر درمیانے قد کے!
اس کے بعد پھر سات بیل اور دیکھے
سارے اپاہج دبلے پتلے اور چھوٹے قد کے!
بیلوں کے بعد سات بھٹے دیکھے!
جنہیں قادرِ مطلق نے بالکل ہرے بھرے بنائے تھے

تے پچھے ساویاں ڈٹھے سات سکّے
ڈِٹھا جو ساویاں سکیاں نوں سُکّے
جدّاں پھر بادشاہ بیدار ہویا
سیانڑیاں کول پُچھنڑ ہار ہویا
سبھے تعبیر وچ دلبند ہوئے
تحیّر ناک سرافگند ہوئے
کہیا اُس مرد دانا قید والے
اُہا جو بندی وچ یوسفؑ دے نالے
جے ہووے حکم تاں زنداں نوں جاواں
تے اس تعبیر نوں حل کر کے آواں
کہیا شہ نے جو جلدی نال جاوٗ
تے اس تعبیر نوں حل کر لے آوٗ
سدھایا مرد، جا اظہار کیتا
یوسف نوں سب بیاں اسرار کیتا
ڈسایُس موٹیاں ڈھانداں دا احوال
جو آہے ڈھاند موٹے ہِن او ست سال
جو اُنھّاں وچ بہوں سو کال ہوسی
جہاں پُر مال تے خوشحال ہوسی
تے ہِن جو ڈھاند لاغر ہِن او ست سال
ولیکن وچ انھاں دے ہوسی کال
ہوسی پامال جملہ مال تے گنج
جو عالم ہوسی پُر درد، پُر رنج

ان سرسبز بھٹوں کے بعد سات سوکھے بھٹے دیکھے
سرسبز بھٹوں نے سوکھے ہوؤں کو دیکھا تو وہ بھی سوکھ گئے!
جب بادشاہ خواب سے بیدار ہوا.
تو سیانے لوگوں سے پوچھنا شروع کیا
سب نے اِس خواب کی تعبیر میں دلچسپی لی!
حیرت و پریشانی میں سر نہوڑے بیٹھے تھے!
کہ قید سے چھوٹ آنے والے اُسی مردِ دانا نے کہا
(جو قید خانے میں یوسفؑ کے ساتھ رہتا تھا)
کہ اگر حکم دیں تو قید خانے میں جاؤں
اور اس خواب کی تعبیر پوچھ آؤں
بادشاہ نے کہا کہ جلدی سے جاؤ
اور اِس کی تعبیر پوچھ لاؤ.
وہ شخص گیا اور جا کر صورتِ حال بیان کی
یعنی یوسف کو ساری تفصیلات جا سنائیں۔
اس نے موٹے بیلوں کی تعبیر یہ بتائی.
کہ جو موٹے بیل ہیں یہ ایسے سات سال ہیں
جن کے دوران میں ملک میں بہت ارزانی ہو گی!
دُنیا میں مال کی کثرت اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا!
جو سات دُبلے پتلے بیل ہیں وہ ایسے سات سال ہیں
جن کے دوران میں قحط پڑ جائے گا۔
تمام مال اسباب اور خزانے ختم ہو جائیں گے
سارا ملک پُر درد و پُر غم ہو جائے گا.

جداں اس مرد نے تعبیر پائی
شتابی جا بیگے شہ نوں سنڑائی
کہیا شہ نے اُسے نوں دی لے آؤ
جو مینوں ایہ سخن اُس توں سنڑاؤ
آیا اوہ مرد دانا شاہ دے کول
جو مینوں یاد کیتا شاہ ایڈے ڈول!
کہیا یوسفؑ کیویں ملاں میں شہ نوں
جو کیتس قید وچ ہیں بے گنہ نوں
ڈیوے اول اوہ شہ نردار مینوں
پچھے لے جاؤ تا دربار مینوں
کرے شفقت تیسے ذالاں نوں سنڑاوے
جنھاں ہیں کان دستاں پر کٹاوے
انھاں کولوں پچھے پاکی اساڈی
کرے دل دور غمناکی اساڈی
شتابی شہ نوں گل ساریاں سنڑائی
جو یوسفؑ دی نہیں تقصیر کائی
زلیخا آپ ہے اس دے پچھے خوار
کرائیس بے گنہ اس نوں گرفتار
زلیخا کوڑ دا سچ پھیر آئی
تے اس نوں لائی ہس تہمت اجائی
جداں شہ نے جو جاتا کوڑ آہا
جو متھے کوڑ دے سب دھوڑ آہا
کہیس جا پاکدامن نوں لے آؤ

جب اس آدمی نے خواب کی تعبیر لے لی۔
تو جلدی سے بادشاہ کو جا سنائی۔
بادشاہ نے کہا کہ تعبیر بتانے والے کو بھی یہاں لے آؤ
تاکہ مجھے یہ تعبیر اس کی زبانی سناؤ۔
وہ مرد دانا اُس آقا کے پاس آیا۔
اور کہا کہ اے جانِ جاناں! آپ کو بادشاہ نے یاد کیا ہے!
یوسفؑ نے کہ میں بادشاہ کو کیسے مل سکتا ہوں؟
کیونکہ اُس نے مجھے یہاں بے گناہ قید کر رکھا ہے!
پہلے وہ بادشاہ میرا انصاف کرے!
پھر مجھے اس کے دربار میں لے جانا!
مہربانی کر کے ان عورتوں کو بلایا جائے۔
جو میری وجہ سے اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھی تھیں!
ان سے ہماری پاکدامنی کے بارے میں پوچھا جائے۔
اور اس طرح میرے درد و غم کو ختم کرے۔
ان سب عورتوں نے جلدی سے بادشاہ کو یہ بات جا کہی۔
کہ اس میں یوسفؑ کا کوئی قصور نہیں!
زلیخا تو خود ہی اس پر لٹو ہے!
اس نے اس کو بے گناہ گرفتار کرایا ہے
زلیخا نے سچ کا جھوٹ بنا دکھایا ہے
اور اسے اس نے بلاوجہ تہمت لگائی ہے۔
جب بادشاہ کو پتہ چلا کہ یہ تو جھوٹ ہے۔
اور جھوٹا آدمی ذلیل و خوار ہی ہوتا ہے!
بادشاہ نے کہا کہ جاؤ اور اس پاکدامن شخص کو لے آؤ۔

تے لکھ تعظیم جناب نوں ڈیلو اوہ
اور ایسے سردار کو لاکھوں تعظیمات بجا لاؤ

بادشاہِ مصر کے فرمان کی رُو سے یوسفؑ کا قید سے رہائی پانا

چلو عبدالحکیما! تاں چلائیں
آیئے اے عبدالحکیم، چلیں

یوسفؑ نوں قید نوں باہر کڈھائیں
اور یوسفؑ کو قید خانے سے باہر نکلوا لائیں۔

جو رب مشکل کیتا آسان اُس دا
رب تعالیٰ نے اسکی مشکل آسان کر دی۔

کرو ہے بجا بیان احسان اُس دا
رب تعالیٰ کا احسان بیان کرنے کو الفاظ نہیں!

خُداوند آپ جو آسان کیتا
خداوند نے خود ہی آسانی پیدا کر دی

مصر دے بادشاہ ایہ فرمان کیتا
کہ مصر کے بادشاہ نے اُس کے چھوڑ دینے کا فرمان جاری کر دیا

سویرے پاس سبھ اُس شاہ دے گئے
صبح سویرے سب امرا و وزرا اس سردار کے پاس گئے

تے گھن پوشاک لائق ماہ دے گئے
اس مہتاب کے لائق پوشاک بھی ساتھ لے گئے!

کیتی تعظیم اُس نوں کئی ہزاراں
ہزاروں اس کی تعظیمات بجا لائے۔

امیراں امرا، پیادے تے سواراں
امرا بھی، پیادے بھی اور سوار بھی!

جداں ہوئی خبر جو ماہ آیا
جب خبر پہنچی کہ چاند جیسا سردار آ رہا ہے۔

اُس استقبال کارن شاہ آیا
تو اس کے استقبال کو بادشاہ بڑھا!

تے پا کے بادشاہ نے گلگڑی تنگ
بادشاہ خلوص کے ساتھ بغلگیر ہو کر۔

لے آیا تخت تے شمشاد گُلرنگ
اُس گلرنگ اور شمشاد قد کو تخت پر لے آیا۔

تے اُس مہتاب نوں کول بہالئیس
پھر اس مہتاب کو اپنے پہلو میں بٹھایا۔

سخن تعبیر والے نوں چلائیس
اور خواب کی تعبیر پر گفتگو کا آغاز کیا۔

پچھی جو شاہ نے خواباں دی تعبیر
جب بادشاہ نے خوابوں کی تعبیر پوچھی۔

یوسفؑ نے کر سنڑائی خوب تقریر
تو یوسفؑ نے بھی بہت اچھے ڈھنگ سے بیان کر سنائی

کہیا مڑ شاہ نوں میراں وزیراں
بادشاہ کو اُن امیروں اور وزیروں نے

جو ہن ہر کارے وچ دستگیراں
جو ہوسی کال عالم خوار ہوسی
جو بھک دی مار نوں بیمار ہوسی
کہیا یوسفؑ جوائے حاکم زمیں دے
جے تینوں سکھ وچ عالم دے چاہیندے
تاں شاہا! ملک نوں کر ملک بندے
تُسیں بے غم رہو ایہ ملک تیندڑے ا
نگہبانی جہاں دی میں کریساں!
خزانہ مال ایویں نہ وہجیساں
لگیا دِل شاہ دے نوں او سخن خوب
جو فرمایا بہوں دِلخواہ محبوب!
یوسفؑ تائیں کیتس سرور انہاں دا
کیتُس سردار تے برتر انہاں دا
پکڑ کے تخت شاہی دے بہالیُس
منادی نوں سدا ہو کا ڈیوایُس
ہویا تابع جو اُس دے ملک سارا
خدا اس نوں ڈِتا وڈا پسارا
کیتُس فرمان، عالم نوں سُنڑاو
جوائے لوکو! بہوں دانڑیں وہاؤ
جہاں واہی دے وچ مشغول ہویا
تے روکڑ کال دا معمول ہویا
ہویا پختہ جڈاں غلہ زراعت

جو ہر کام میں اس کے دستگیر و معاون تھے کہا۔
کہ کال پڑیگا تو دنیا مصیبت میں پھنس جائے گی۔
اور بھوک کے ہاتھوں کمزور و بیمار ہو جائیگی۔
یوسفؑ نے کہا کہ اے زمین کے بادشاہ!
اگر تجھے اس دنیا کا سکھ ہی چاہیئے۔
تو اے آقا! ملک کو میرے حوالے کر دے
ویسے فکر نہ کیجئے یہ ملک آپ کا ہی رہے گا!
میں اس ملک کی نگہبانی کروں گا۔
خزانہ اور مال و اسباب یونہی ضائع نہ ہونے دوں گا
بادشاہ کے دل میں وہ بات خوب بیٹھی۔
جو اس بہت چہیتے محبوب نے فرمائی۔
یوسفؑ کو ان کا سردار مقرر کیا۔
اور ان کا آقا اور اعلیٰ حاکم بھی!
ہاتھ پکڑ کر اسے شاہی تخت پر بٹھایا
منادی والے کو بلا کر منادی کرائی۔
جب سارا ملک اس کے تابع فرمان ہو گیا
تو خدا نے اس کو بہت وقار و مرتبہ بخشا!
اس نے فرمان جاری کیا کہ دنیا کو سنا دو۔
کہ اے لوگو! خوب اناج اگاؤ!
چنانچہ سارا ملک واہی بیجی میں لگ گیا!
اور قحط کے روکنے کی تدبیر ان کا معمول بنا!
جب کھیتی باڑی والا غلہ پک گیا۔

یوسفؑ نے چا شروع کیتی قناعت
لوکاں نوں قدر حاجت دے ڈیوایا
تے بابت کال دے باقی رکھایا
کیتی ست سال یوسفؑ نے ایہا کار
بنا حدّ دے ہویا غلے دا انبار
جدّاں ست سال آئے کال والے
ڈِٹھا عالم جو ہُن ہے جیون محالے
یُوسفؑ دی طرف پھر محتاج ہوئے
کرن غلے دے تائیں جُستجوئے
اول دے سال نقدی خرچیو نے
تے دُوجے سال گھیؤ بدلے لیو نے
ونجے ترتیجے غلاماں تے کنیزاں
مویشی مال چوتھے اے عزیزاں!
تے پنجویں سال وچ بھانڈے تے کپڑے
سوا رب دے اُنہاں نوں کون اپڑے
تے چھیویں سال وچ فرزند دلبند!
تے ستویں سال سر وچ بندگی بند!
جدّاں اس کال نوں اللہ ونجایا
یوسفؑ نے جا کے شہ نوں جتایا
ہو وے اے شہ جہاں دے کیا اعلانے
جوا یہ عالم سبھو تیڈا غلامے
کہیا اس شاہ نے تیرا اختیار ے!

تو یوسفؑ نے قناعت کرنا شروع کر دی۔
لوگوں کو انکی ضرورت کے مطابق اناج دِلایا۔
اور باقی اناج کو قحط سے نپٹنے کے لئے رکھوایا۔
یوسفؑ نے سات سالوں تک ایسا ہی کام کیا۔
چنانچہ غلے کا بے حد و حساب انبار لگ گیا۔
پھر جب قحط کے سات سالوں کے دن شروع ہوئے
جب لوگوں نے جانا کہ اب جینا دو بھر ہو گیا ہے
تو وہ حاجتمند بن کر یوسفؑ کے پاس آئے!
تاکہ غلے کے حصول میں تگ و دو کریں۔
پہلے سال نقدی خرچ کر کے گذارہ کیا گیا۔
دوسرے سال گھی کے بدلے میں چیزیں حاصل کی گئیں!
تیسرے سال غلاموں اور کنیزوں کو بیچا گیا۔
چوتھے سال اے عزیزانِ من! مال مویشی کو!
پانچویں سال کپڑوں اور برتنوں کو!
رب تعالیٰ کے سوا انکو کون دستگیری کرتا!
چھٹے سال میں خود پیارے بیٹوں کو عوض میں دیدیا!
اور ساتویں سال اللہ کی بندگی و استغفار میں جُت گئے!
جب اللہ تعالیٰ نے اس قحط کو دُور کیا۔
تو یوسفؑ نے جا کر بادشاہ کو اطلاع دی۔
کہ اے شاہِ جہاں! اب کیا اعلان کیا جائے۔
جبکہ یہ سارا عالم آپ کے تابع فرمان ہے!
بادشاہ نے کہا کہ تجھے ہر طرح کا اختیار ہے۔

سبھو عالم تُساڈا عذر دا اے
یوسفؑ عالم سبھو آزاد کیتا
مولیشی، نقد، زیور پھیر ڈِتّا
خدا صاحب جو ایہو کام پایا
تاں عالم مصر دا، بردہ بنڑ آیا
جدّاں بازار وِچ صاحب وِکانڑیں
ہویا بردہ اسبھو عالم وی جانڑیں
جو ایہ حکمت ہے وِچ ایہے سُخن دے
جو قادر نے لئے بدلے سبھن دے
جو یوسفؑ نوں خدا بھائی ملیندے
نبی یعقوبؑ دے دُکھڑے کٹیندے
ہویا کنعان دے وِچ کال ظاہر
لگی نکلنڑ خلق دی جان باہر
پُتر یعقوب دے وی تنگ آہے
نبی یعقوب دی خدمت سدھائے
جو اے بابا! مصر وِچ شہ سُنڑیندے
جو خدمت بے نواواں دی کریندے
جے کر فرمان ہووے تاں ونجائیں
اسے دربار توں اَن وِنج انائیں
کہیا یعقوب اے فرزند میڈے!
خدا دی آس اے دلبند میڈے!
مصر وِچ جو بھرا یوسفؑ دے آئے

سب لوگ تنہا سبھی گرفت میں ہیں۔
اس پر یوسفؑ نے سب لوگوں پر سے پابندیاں ہٹا دیں
ان کے مویشی، نقد، زیور وغیرہ واپس کر دیے
جب اللہ تعالیٰ نے ایسا کام ہوتا دیکھا
تو مصر کے سب لوگ اس کے جاں نثار بنا دیئے۔
حالانکہ یہی آقا! بازار میں بکے تھے!
اور ساری دنیا جانتی تھی کہ یہ زر خرید غلام تھے۔
اس معاملے میں یہ حکمت تھی
کہ یوں اس قادرِ مطلق نے لوگوں سے یوسفؑ کی قید کے بدلے لئے
اس بہانے خدا تعالیٰ یوسفؑ کو بھائیوں سے ملاتا ہے۔
اور نبی یعقوبؑ کے دُکھ بھی ٹالتا ہے۔
کنعان میں بھی کال نمودار ہوا۔
مخلوقِ خدا کی جان نکلنے لگی۔
جب یعقوبؑ کے بیٹے بھی تنگ دست ہو گئے۔
تو وہ نبی یعقوب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا
کہ اے والد بزرگوار! سنا ہے کہ مصر میں ایک ایسا بادشاہ ہے
جو بے نواؤں کی پرورش کرتا ہے۔
اگر اجازت ہو تو ہم بھی چلے جائیں۔
اور اس کے دربار سے غلہ لے آئیں۔
یعقوبؑ نے کہا کہ اے میرے بیٹو!
اے میرے جگر کے ٹکڑو! توکل بر خدا جاؤ۔
جب یوسفؑ کے بھائی مصر میں پہنچے

پوں ٹُرسٹ طرف یوسفؑ دے سدھائے
تو پہنچتے ہی یوسفؑ کی طرف چل دیئے۔

یوسفؑ نے بھائیاں تائیں پچھاتا
یوسفؑ نے تو بھائیوں کو پہچان لیا۔

نہ یوسفؑ نوں بھراواں پر سنجاتا
مگر یوسفؑ کے بھائیوں نے اسے نہ پہچانا!

تے کیتی رسم خدمت دی ادائے
وہ اُس کی خدمت میں آداب بجا لائے۔

جیویں خدام دے قانون ہائے
جس طرح کہ خُدّام کے لئے طریقہ مقرر تھا!

تسیں جاسوس ہو یوسفؑ کہیا پھیر
یوسفؑ نے پوچھا تم کوئی جاسوس تو نہیں!

جو گھدے شہر مصرے دا تساں گھیر
کیونکہ تم مصر کے شہر میں پھیل گئے ہو!"

کہیو نے رب اساں ڈھیوے پناہاں!
انہوں نے کہا "معاذ اللہ یعنی رب ہمیں بچائے۔

اسیں یعقوب کی اولاد آہاں
ہم تو یعقوب کی اولاد ہیں"۔

کہیا یوسفؑ تسیں کتنے بھرا ہو
یوسفؑ نے پوچھا "تم کتنے بھائی ہو؟

کیتو نے عرض باراں اے نکو خو!
انہوں نے عرض کی کہ "اے نیک شخص! ہم گیارہ ہیں!

جو ہک نوں نہر کھادا چھوٹیاں لا
کیونکہ ایک کو بچپنے میں بھیڑیئے نے کھا لیا تھا

جو آہا خوبرو تے سرو بالا
جو ہم میں حسین بھی تھا اور سرو کی طرح بلند بھی!

تے ہک نوں باپ دے کول چھوڑ آئے
ایک کو باپ کی خدمت میں چھوڑ آئے ہیں۔

تے باقی شاہ دی خدمت ابوسے"۔
اور باقی حضور کی خدمت میں آ حاضر ہوئے ہیں؟

کہیا یوسفؑ "جو ہک نوں چھوڑ جاؤ
یوسفؑ نے کہا، کہ ایک کو میرے پاس چھوڑ جاؤ

تے باقی یارھویں تائیں لے آؤ!
اور پیچھے چھوڑ آئے گیارھویں بھائی کو لے آئیں۔

جو بن یامین تائیں اِتھے لے آؤ"
اگر بن یامین کو یہاں لے آؤ گے۔

تاں میں توں ان زیادہ لے کے جاؤ"
تو مجھ سے اور بھی زیادہ اناج لے جاؤ گے۔

کہیا یوسفؑ غلاماں آپنڑیاں نوں
یُوسفؑ نے اپنے غلاموں کو کہا۔

ہنڑ ہی ڈھوو اِنھاں دے رخت انھاں نوں
کہ ابھی ان کا سامان ان کے حوالے کر دو۔

تاں دی رخت کنعانیاں دے جا کے
جاؤ اور کنعانیوں کا سارا سامان

رکھو اُٹھاں اُتے سب بھار چلکے
پڑھسن شاید میٹھے احسان اوہرت
تے آپے پھیر آون جو میڈی طرف
جداں پھر کے چلے کنعان دی وار
یوسف نے لدّ دِتے سب کوں اُٹھ بار
مصر وچ چھوڑ کے شمعونؑ تائیں
تے باقی دے گئے کنعان دائیں
جداں جاکے کھلونے بھار تائیں
لہیونے رخت اپڑیں لوں اٹھائیں
کہیونے ڈیکھ بابا آپنڑیں رخت
جو دِتے پھیر اساں کوں صاحب تخت!
بیا کیا ڈیکھسیں احسان اُس دا
عطا تے بخشش تے انعام اُس دا
تے اُس دے بعد قالوا یا ابانا
نہیں اَن ڈیوندا او شاہ دانا!
مگر ڈیو جو بن یامینؑ اساں نال
تاں مطلب پیسیں توں اے بابا فی الحال
فاَرسل ہیوساں معنا اخانا
مہرباں ہوسی او مرد دانا!
کہیا یعقوبؑ کیوں ڈیواں تساں کوں
جو کر ڈیو دیوسف دی کار اساں کوں
تساڈے آکھے جے فرزند ڈیساں

اٹھا کر ان کے اونٹوں پر لاد دو!
شاید اُنہیں میرا احسان یاد آجائے۔
اور وہ خود بخود میرے پاس واپس ہوں۔
جب وہ کنعان کی طرف واپس چلے۔
تو یوسف نے ان سب کو اونٹوں کا بوجھ دلا دیا۔
شمعون کو مصر میں چھوڑ کر
باقی بھائی کنعان کی طرف روانہ ہو گئے۔
جب جا کر اونٹوں کے بوجھ کو کھولا۔
اور اپنے سامان کو وہیں اتارا!
تو اُنھوں نے کہا کہ اے باپ ہمارا سامان دیکھا!
جو تخت کے مالک نے ہمیں دے دیا ہے۔
اس کے احسان اور کیا دیکھے گا!
اس کی یہ عنایت یہ بخشش، یہ انعام کیا کم ہیں!
جا کر کہا اے ہمارے والد بزرگوار!
وہ سمجھدار بادشاہ ہمیں اناج نہیں دیتا۔
اگر آپ بن یامینؑ کو ہمارے ساتھ کر دیں۔
تو اے باپ! فوراً اپنا مقصود و مطلب پائے گا۔
اے والد بزرگوار! ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ کر دیجیے!
وہ مرد دانا ہم پر مہربان ہو جائے گا۔!
یعقوبؑ نے کہا میں اسے تمہیں کیوں دوں!
کہ تم اس کے ساتھ بھی یوسف کا سا سلوک کر دو!
تمہارے کہنے پر اگر اپنے بیٹے کو دوں گا بھی سہی۔

مگر بیں قسم احمد دی چوٹیاں!
جو ہے سردار او کون ومکاں دا
اتے برتر تمامی مرسلاں دا!
جڈاں کیتا انھاں پیو نال پیمان
کہیُس ونجو ہوسے اللہ نگہبان!
خدا صاحب! نگہبانی کریسی.
او پتراں دی مصیبت نہ ڈکھیسی
چلن ویلے کہی یعقوب ایہ گل
جو تساں جاونڑاں نہ ہک دروں چل
تے بھلکہ جاونڑاں تساں اڈ واڈ
جو ایہ ڈیکھے کسے نہ بد کنوں رنج!

تو تم سے احمد مرسل کی قسم اٹھوا دوں گا.
جو کون ومکاں کا سردار ہے.
اور تمام رسولوں سے برتر و اعلیٰ ہے.
جب انہوں نے باپ سے یہ پیمان باندھا.
تو یعقوب نے کہا، بیٹا جاؤ۔ تمہارا اللہ نگہبان!
اللہ تعالیٰ ہی تمہاری نگہبانی کرے گا
اور مجھے بیٹوں کی مصیبت نہیں دکھائے گا.
جاتے وقت یعقوب نے یہ بات کہی.
کہ تم شہر کے ایک ہی دروازے سے نہ جانا!
بلکہ تم الگ الگ ہو کر ہی جانا.
تاکہ یہ کسی بدطینت کے ہاتھوں دکھ نہ اٹھائے!

یوسف کے بھائیوں کا اس کے سگے بھائی بن یامین کو اپنے ہمراہ یوسف کے پاس لانا

چلو عبد الحکیما! تا چلائیں
یوسف دے بھائیاں نوں لے کے آئیں
آیا یوسف طرف یوسف دا بھائی
بیٹھا ہا منہ اتے پردہ سٹائی
کہیا یوسف کتھوں دا ہیں جواناں!
کہیُس کنعاں دا، اے شاہ جہاناں!
کہیُس میں جان گھدم بیٹھ جاوَ
تے نوکراں نوں کہیُس خوانچے لے آوَ
حکم کیتُس جو چھی خوانچے لے آون
جو دو دو بھائی رل کے بیٹھ کھاون

آئیے! اے عبد الحکیم! چلیں.
اور یوسف کے بھائیوں کو لے آئیں.
یوسف کا بھائی یوسف کے پاس آ نکلا
وہ منہ پر پردہ ڈالے بیٹھا تھا.
یوسف نے پوچھا، کہ اے نوجوان! تم کہاں کے ہو؟
اس نے کہا اے شاہ جہان! میں کنعاں کا ہوں!
یوسف نے کہا، میں جان گیا ہوں بیٹھ جائیے.
اور نوکروں سے کہا کہ کھانے کے خوانچے لے آؤ.
حکم دیا کہ چھ خوانچے لائے جائیں.
تاکہ دو دو بھائی مل کر بیٹھ کے کھائیں!

بیٹھے خوانچیاں تے بھائی دو دو رل کے
رہا ہک کلھا بن یامین وَل کے
ہویا حیرت کنوں سر جوش پر جوش
نمانڑاں ہوگیا ہک پہر بے ہوش
جداں پھر ہوش وچ آیس برادر
کہیا یوسفؑ جو آیا کیا تیرے سر
کہیس میڈا آہا ہک بھائی اے شاہ!
جو شرماوے اُسے توں شمس تے ماہ!
سو بگھیاڑاں نے اسے تائیں لیا کھا۔
میں ہاں حیران اُس کارن اے شاہا!
کہیا یوسفؑ جو آئیں رل کھوائیں
تے ہک ڈوجھے دے بھائی وی ہو ہائیں
جداں اُس نوں یوسف کول بہلایا
تاں منہ پردے کنوں باہر ڈکھایا
ہویا بیہوش مڑ کے دوسری وار
کہیا یوسفؑ تینوں کیا پہنتے آزار
کہیس انگلیں جیویں ساڈے بھائی دیاں
اوہے انگلیں بعینہٖ سائیں دیاں!
کہیس کرنا نہیں اعلان بھائی!
میں ہاں یوسف تیڈا او پیارا بھائی!
یوسفؑ دی جو سنڑی اُس نے ایہا گل
یوسف تائیں پکڑ کے چا پئیس گل
کہیس ولسیاں نہ ول کنعان بھائی!

خوانچوں پر دو دو بھائی مل کر بیٹھ گئے۔
مگر بن یامین اکیلا رہ گیا!
تو وہ حیران و ششدر رہ گیا،
بے چارہ ایک پہر تک بے سُدھ بیٹھا رہا۔
جب اس کا بھائی ہوش میں آیا۔
تو یوسفؑ نے پوچھا، کہ تم پر یہ کیا سوار ہو گیا تھا؟
اس نے کہا کہ اے آقا! میرا ایک بھائی تھا۔
کہ اس سے شمس و ماہ بھی شرماتے تھے۔
اسے بھیڑیوں نے کھا لیا تھا۔
اے سردار! میں اسی کی یاد میں غمگین و پریشان ہوں!
تو یوسف نے کہا کہ آیئے، ہم اکٹھے کھائیں۔
اور ایک دوسرے کے بھائی بھی بن جائیں!
جب یوسف نے اس کو اپنے ساتھ بٹھالیا۔
تو پردے میں سے منہ باہر نکالا!
اس پر وہ دوسری بار پھر بیہوش ہو گیا۔
یوسفؑ نے پوچھا تجھے کیا صدمہ پہنچا ہے!
اس نے کہا کہ جس طرح ہمارے بھائی کی انگلیاں تھیں۔
ہو بہو وہی انگلیاں حضور والا کی ہیں!
اُس نے کہا کہ اے بھائی! اس بات کو مشتہر نہ کرنا۔
میں وہی تمہارا پیارا بھائی یوسف ہی ہوں!
جب اس نے یوسف کی یہ بات سنی!
تو یوسفؑ کو بھینچ کر گلے لگا لیا۔
اور کہا اے بھائی! میں کنعان واپس نہیں جاؤں گا۔

جو دل میڈا نہیں چہندا جُدائی!
کہیا یوسف تینوں کیویں رکھیوے
مگر جو بیں مَیں تینوں کر یوے
کہ میں ہیں تُوں اِسے توں باک ناہیں
ایہ دل میڈا اسے توں چاک ناہیں
کہیا یوسف جو کم کنعانیاں دا
کرو، ایہ ول وکّجن ایہہ ہیں گھراں دا
گھتو پیالہ چا بھاداں وچ چھپکے
لے آنڑاں قافلہ اس دا دلا کے
آہا پیالہ جو اھر دار موٹا
نے ہی یاقوت نوں سارا پر دتا
گھتیا پیالہ جو بن یامین دے پاس
ہوئے رخصت سبھے اللہ دی آس
جدّاں وکّجن انھاں آغاز کیتا
یوسف دے خادماں آواز کیتا
اگّے اے کارواں والو نہ جانا!
جو تسیں چور ہو ایہہ است چانڑیا!
کہیونے کیا اساں تیڈا چُرایا
کہیس جو بادشاہ دا قدح چایا
کہیونے بھائی اساں چور ناہیں
بُرائی ہو سیا جو ہور کیتے
کہیونے جے ہووے تساں چرائی

کہ میرا دل تم سے جُدائی نہیں چاہتا!
یوسف نے پوچھا، تجھے کیسے یہاں رکھا جائے؟
البتہ میں نے جو تجویز سوچی ہے، تجھے وہی کرنا ہوگا۔
اس نے کہا مجھے اس سے کوئی خدشہ نہیں ہے
نہ ہی میرا دل اس بات سے رنجیدہ ہوا ہے!
یوسف نے کہا، کہ کنعانیوں کے کام کاج
کر دو، تاکہ وہ واپس گھروں کی راہ لیں!
پیالہ سامان میں چھپکے رکھ دیا جائے!
پھر اُن کا قافلہ واپس موڑ کے لے آیا جائے!
وہ قدح جواہرات کا جڑاؤ تھا اور خاصہ تھا
وہ یاقوتوں سے سارا پرویا ہوا تھا۔
قدح بن یامین کے سامان میں ڈال دیا گیا۔
سب اللہ کے بھروسے رخصت ہوئے۔
جب انہوں نے روانگی شروع کی۔
تو یوسف کے خادموں نے انہیں آواز دی۔
کہ اے کارواں والو! ٹھہرو، آگے نہ جاؤ۔
کیونکہ تم چور ہو، ہم نے ٹھیک تفتیش کرلی ہے!
انہوں نے کہا۔ کہ ہم نے تمہارا کیا چرایا ہے؟
اس نے کہا کہ تم نے بادشاہ کی قدح چرالی ہے!
انھوں نے کہا کہ اے بھائی! ہم چور نہیں!
کسی اور شخص نے چُرائی ہوگی!
انہوں نے کہا، اگر تم نے ہی چرائی ہو۔

تاں کیا ہوسی جزا ایہدی بھائی!
کہیونیں جے کوئی چوری چرائے
تاں بندی ہووے ساں ایہی سزائے
جداں ہک سرونے پیالہ ڈھونڈایا
کسے دے بھاروں باہر نہ آیا
کھلائیس جاکے بن یامین دا بھار
آیا پیالہ اُسے ہمراز دے وار
بھراواں نے جداں ڈٹھی ایہہ کار
ہوئے سارے شرمسار و شرمسار
یوسف تائیں خدا الہام کیتا
جو بن یامین نوں اے یار میتا!
توں لے لیک پیو دے دین مطابق
جو دین اس شاہ دا نا ہیں موافق
بھراتائیں یوسف نے چا بہلایا
انھوں روئیل وچ غضبے دے آیا
کہیوس شاہا جے کر دیویں تاں وہ واہ
جے کرنا ہیں، کریساں دِل کنوں آہ
جو ذالاں حاملاں حملاں سٹیسن
بچے ہوئے سبھے ضائع کریسن
جداں روئیل وچ غضباں دے آیا
یوسف چا بھائی چھوٹے نوں سکھایا
جو اُس دی کنڈے تائیں جاکر دس

تو اے میرے بھائی! تمہاری کیا سزا ہونی چاہیئے؟
انہوں نے کہا۔ اگر کوئی بھی چوری کا اقدام کرے۔
تو اس کی سزا قید ہی ہے!
جب ایک شخص نے قدح کی تلاش کرائی۔
تو کسی کے بوجھ سے بھی نہ نکلا۔
اس نے جاکر بن یامین کا سامان کھلوایا!
پیالہ اسی بھیدی کے سامان میں تھا!
بھائیوں نے جب انکی یہ کارگذاری دیکھی،
تو سب کے سب نادم و شرمسار ہوئے!
یوسف کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا۔
کہ اے میرے مخلص دوست! تو بن یامین کو۔
اپنے پاس رکھ لے، لیکن باپ کے دین پر چلانا!
کیونکہ اس بادشاہ کا دین اس کے موافق نہیں!
یوسف نے بھائی کو اپنے پاس روک لیا۔
اس پر روئیل غصے میں آ گیا۔
اس نے کہا کہ اے سردار! اگر اسے واپس دے دیں تو اچھا ہوگا
اگر نہیں دیتے تو دل سے ایک ایسی آہ کھینچوں گا
کہ حاملہ عورتیں حمل گرا بیٹھیں گے۔
بلکہ بالکل تیار بچے بھی سبھی ضائع کر رہیں گی۔
جب روئیل بہت غضب ناک ہو اُٹھا۔
تو یوسف نے اپنے چھوٹے بھائی کو سکھایا۔
کہ جاکر اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دو!

کیتا جد جا بکے، غصّہ ہو یا بس
بھراواں نوں کہیں تساں کیتے ہس
کجتے جا اس خدا دے نام تے بس!
کہیس میں نوں قسم رب دی بھراواں!
میں ایہ یعقوبؑ دی اولاد پاواں!
رہے یعقوبؑ دا جایا اِتھا ہیں
شہر مصرے دے وچ، کجھ کوڑ ناہیں
آیا وچ غصے دے او دوسری وار
بدیں ہمت جو جلدے تخت دی وار
یوسف بھراگوں تے تشریف لایا
تے چا روبیل نوں پھڑ کے بہلایا
تے فرمایس جو اے کنعانیو!
تساں جاتے اساں نوں ڈاڈھا ایہھ کو؟
خدا نے جو اِتھاں خلقت اُپائی
سبھی تساں کنوں تلے بنڑ ائی!
جدّاں جاتا اُنھاں جو زور در پیش
نہیں کجھ جاوندا اے دوست دلریش!
کیتو نے عرض پھر اے صاحب من!
جو ہن اَبَاً لَہٗ شَیخاً کَبِیراً
ایندے معنے جو ساڈا پیو ضعیفے
لگے یوسف کیتا ڈاہڈا نحیفے
جو ہن سُنڑ سی اِسے دی حال دی گل

اس نے ایسے کہا، تو اُس کا غصّہ ٹھنڈا ہو گیا۔
بھائیوں سے کہا کہ تم نے اسے محض چھوا ہی ہے
مگر اس نے خدا کے نام پر غصّہ کرنے سے بس کر لی ہے۔
اس نے کہا اے بھائیو! مجھے خدا کی قسم!
جو میں یعقوبؑ کی اس اولاد کو قید میں رکھوں!
یہ یہیں مصر کے شہر میں ہی رہے گا!
اس بارے میں تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا
وہ دوسری دفعہ پھر غصّے میں بپھرا۔
یہاں تک کہ وہ تخت کی طرف بڑھا۔
لیکن یوسفؑ خود ہی آگے بڑھا۔
اور روبیل کو وہیں روک لیا۔
اور فرمایا کہ اے کنعان کے رہنے والو!
تم سمجھتے ہو کہ تم سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں ہو سکتا؟
اور کہ خدا نے اس جہان میں جتنی مخلوقات پیدا کی ہے
وہ سبھی تم سے نچلے درجے کی ہے؟
جب انہوں نے جان لیا کہ طاقت کے سامنے
کچھ نہیں چلتا، تو اے غمزدہ دوست!
انہوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے آقا!
ہمارا باپ بہت بوڑھا آدمی ہے!
اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا والد ضعیف العمر ہے۔
اور پہلے بھی یوسف کے غم سے نڈھال ہے۔
اب اگر اس کے حالات سے متعلق سنے گا۔

زیادہ ہوویسی اے شاہ جل بل !
اساں سبھڑاں کنوں ہک نوں لیو جی !
اتے بن یامین نوں جاون ڈیو جی !
کہیا یوسف مَعَاذَ اللہ یاراں !
جو نہ شرع دے وچ ہتھ ڈھیر ماراں !
نہ گوئیم کہ اِلَّا مَنْ وَجَدْنَا !
مَتَاعَنَا عِنْدَہٗ اے مردانا !
جڈاں یوسف کنوں نومید ہوئے
کیتی آغاز ہر ہک گفت گوئے
کہیا روبیل کیا نہیں یاد بھایاں
جو حضرت باپ ہن قسماں چوایاں
اسیں ہیوول کہڑے منہ نال جائیں
جو بن یامین نوں چھوڑی ونجائیں
تسیں بھائی اتھوں کنعان جاوو
جو حضرت باپ نوں حالت سنڑاوو
جو بن یامین نے کیتی ہے چوری
صحیح ہے پکڑیا نہیں کجھ زورا زوری
سنڑی یعقوبؑ جو فرزند دی گل
ہویا کولے زیادہ پھیر جل بل
تے فرمائس مکر اِیہہ ہن تساڈے
مصر دا شاہ نال جانڑیں ڈین ساڈے
امید ہے جو خدا امیڈا ڈیسی

تو اے آقا! وہ اور بھی جل بھن جائے گا۔
جناب والا! ہم سب میں سے کسی ایک کو رکھ لیجیے۔
اور بن یامین کو جانے دیجیے!
یوسف نے کہا اے یارو! خدا بچائے!
میں شرع میں زیادتی نہیں کرنے کا!
اس پر انہوں نے کہا، اے مرد دانا! ہم زیادہ نہیں کہتے
ہم نے تو اس کے پاس سے یہ چیز نکالی ہے
جب یوسف سے ناامید ہو گئے۔
تو ہر ایک نے اپنے طور بولنا شروع کیا۔
روبیل نے کہا، کیا بھائیوں کو یاد نہیں رہا!
جو باپ نے ان سے قسمیں اُٹھوائیں تھیں۔
ہم کس منہ سے باپ کے سامنے جائیں۔
بلکہ بن یامین کو یہاں چھوڑ چلیں!
تم بھائیو! یہاں سے کنعان چلے جاؤ!
اور حضرت والد گرامی کو حال جا سناؤ!
کہ بن یامین نے چوری کی ہے!
اور یہ سچ ہے کہ اسے زبردستی نہیں پکڑا گیا۔
یعقوب نے جو فرزند سے متعلق یہ بات سنی
تو دوبارہ کافی جل بھن کر کوئلہ ہو گیا۔
اور فرمایا کہ یہ تمہارے مکر و فریب ہیں
مصر کا بادشاہ تو ہمارے احسانوں کو جانتا ہے۔
امید ہے کہ مجھے میرا خدا بیٹا واپس دلائے گا

ڈوں پتراں دی مصیبت نہ ڈِکھیسی
ہویاں چشماں سفید اندوہ کولوں
ڈہیاوت ہجر والے کوہ کولوں
ڈِٹھا پتراں جڈاں یعقوب تائیں
کیتو نے عرض سُن لے باپ سائیں!
جو بہتا رووناں بہتا زیاں ہے
تے جاں دا سب کنوں وڈا زیاں ہے
کہیوس میں تاں گلہ اپڑیں اندوہ دا
خدا اپڑیں سوں بیٹھا ہاں کریندا
جو اوہ ہے بے گنہ دا کار پرداز
اتے بے چارگاں دے کار دا ساز
خدا یعقوب وَل بھیجا وحی نوں
جو فرماؤ تساں غمگیں نبی نوں
جو مینوں قسم اپڑیں دوست میڈا
موئے ہووِن جو ایہ فرزند تیڈے!
طفیل ایہے تساڈے آہ نالے
کریساں جیوندا تیڈے حوالے
اسے امید ڈیوہ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہ
وَمَا لَا تَعْلَمُوْنَ اے بندہ شالا!
کہ یعنی جو خدا مینوں جتایا
نہ تساں اس سخن دا راز پایا
کہے پُتراں نوں اے فرزند میڈے

ایک ساتھ دو بیٹوں کی مصیبت مجھے نہ دکھائیگا!
آنکھیں درد و غم کی وجہ سے بھی سفید ہو گئیں۔
اور ہجر و مفارقت کے پہاڑ ٹوٹنے سے بھی!
جب بیٹوں نے یعقوب کو اس حالت پر دیکھا
تو عرض کیا کہ اے والدِ بزرگوار! سُنئے۔
کہ زیادہ رونا مزید نقصان کی بات ہے
خاص کر جان کا نقصان تو سب سے بڑھ کر ہے۔
اس نے کہا کہ میں اپنے دُکھوں کا گلہ
اپنے خُدا سے بیٹھا کر رہا ہوں۔
کیونکہ وہی بے گناہ کے کام چلانے والا ہے۔
اور وہی بے بس لوگوں کے لئے کارساز ہے!
اس پر خدا تعالیٰ نے یعقوب کے پاس وحی بھیجی۔
کہ تم جا کر غمگین نبی سے جا کہو۔
کہ اے میرے دوست! مجھے اپنی ذات کی قسم!
اگر تمہارے یہ بیٹے مر چکے ہوں تو!
تمہارے ایسے آہ و نالہ کے طفیل
انہیں جیتے جی تمہارے حوالے کر دوں گا!
اُسے امید دلاؤ کہ اے معذور بندے!
اللہ نے جو مجھے بتایا ہے تم نہیں جانتے!
یعنی جو کچھ خُدا تعالیٰ نے مجھے جتلایا ہے
آپ اس چیز کا راز نہیں جان پائے۔
اس پر یعقوب نے بیٹوں سے کہا کہ اے میرے فرزند!

لے آؤ ڈھونڈ کے دلبند میڈے	جاؤ اور میرے لختِ جگر کو ڈھونڈ لاؤ۔
نہیں ہیں نا امید از رحمِ غفارؔ!	کیونکہ میں ربِّ غفور کے رحم و کرم سے مایوس نہیں
میڈا دل جانڑدے الّا کہ کفارؔ!	میرے دل کو ان کے مل جانے کا یقین ہے' نا امیدی کفر ہے!

یعقوبؑ کا مصر کے سردار یوسف کے نام اپنی پاکدامنی کا خط

چلو عبد الحکیما! نال چلائیں	آیئے اے عبد الحکیم! چلیں
طرف یعقوب سوں نامہ لکھائیں	اور یعقوب کی طرف سے چٹھی لکھوا لائیں
پچھے یعقوب لکھیا شاہ دی وار	بعد ازاں یعقوب نے شاہ کے نام لکھا۔
جو اے شاہِ جہاں! فرخندہ اطوار!	کہ اے فرخندہ اطوار شاہِ جہاں!
قوی طالع' جواں دولت' جواں بخت	خوش قسمت' دولت مند' جواں بخت بادشاہ!
جو دائم تر ہسن ہم تاج و ہم تخت!	تمہارا تاج و تخت قائم و دائم رہے!
ملک دے زیرِ فرمانِ تو بادا!	فرشتے تک تیرے فرمان کے تابع رہیں!
فلک در زیرِ فرمانِ تو بادا!	آسمان تک تیرے ہی حکم پر گردش کرے!
نہ لا اے شاہ توں چوری اساں نوں	اے مالک! تو ہمیں چوری کا الزام نہ دے۔
نہ کر بندی شہا زوری اساں نوں	اے آقا! ہمیں زبردستی سے قید میں نہ ڈال!
اسیں اولاد ہاں پیغمبراں دی	ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں!
نہ دے تہمت اساں نوں چوریاں دی	تو ہم پر چوری کا الزام نہ لگا۔
میں ابراہیم دی اولاد آہیں	میں حضرت ابراہیم کی اولاد ہوں!
جیہے تے ہو گیاں گلزار بھاہیں	جس کے لئے آگ تک گلزار بن گئی تھی۔
آہا یوسف مٹھا فرزند میڈا!	یوسف میرا پیارا بیٹا تھا۔
جو ہر فرزند توں دلبند میڈا!	بلکہ باقی بیٹوں سے بھی زیادہ پیارا تھا!
سو بھائی لے گئے ہن نوں جنگل دا	اے سردار! اسے بھائی جنگل میں لے گئے۔

کھہونے آئیکے ٹھہراں لیا کھا!
غم اُس دے میں ہویاں اگے گرفتار
نہ کر ملیوں مُن ٹُس آساں دے غم کنوں خوار
میڈا فرزند ڈیویں چاتاں وہ داہ
جے کر نہ ہک کریساں دِل کنوں آہ!
نہ رہسی بادشاہ مُولے نہ شاہی
تمانی ملک تے آسی تباہی
بھرا یوسف دے نامے نوں لے کے
جڈاں نزدیک یوسف دے سدھائے
کیتونے عرض جاکے صاحب تخت!
غریبی آئی ہے ساڈے اُتے سخت
لے آئے ہیں اسیں تھوڑے جہے رخت
ڈیواڈے غلہ ساکوں اے نکو بخت!
دفا کر شاہ میعاد آکڑیں دا
اساڈے نال اُن دے ڈیونڑیں دا
ایہو جو عرض اوّل جا کیتونے
ونچھے یعقوب دا نامہ ڈتونے
پڑھیا یعقوبؑ دا نامہ جو یوسفؑ
کیتی فریاد و نالہ بے توقّف
تے کہیس هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ
بے یوسفؑ دی خبر، کجھ نیک مردم!
بھراواں ڈیکھ کے اُس دا تاسّف

واپس آکر کہا کہ بھیڑیوں نے اسے کھالیا!
میں پہلے ہی اُس کے غم میں مبتلا ہوں.
اب دوسرے کے غم میں مجھے خراب و خستہ نہ کر!
میرا بیٹا مجھے دے دیں تو کیا کہنے!
دگرنہ دل کی گہرائیوں سے ایک آہ کھینچوں گا!
نہ ہی بادشاہ رہے گا اور نہ ہی بادشاہی!
بلکہ سارے ملک پر تباہی آجائے گی.
یوسف کے بھائی اس خط کو لے چلے
جب وہ یوسف کے پاس پہنچے.
تو جاکر عرض کی کہ اے تخت کے مالک!
ہم پر بخت بے سرو سامانی کا دور آیا ہوا ہے.
ہم تھوڑا سا زادِ راہ ساتھ لے آئے ہیں.
اے نیک بخت! ہمیں غلہ دلوائیں.
اے سردار! اپنے وعدہ کو پورا کیجیے.
جو آپ نے ہمارے ساتھ اناج دینے کا کیا تھا.
پہلے تو یہی عرضداشت پیش کی.
پھر یوسف کا خط اس کے حوالے کیا.
یوسف نے جب یعقوب کا خط پڑھا.
تو بلا توقّف نالہ و فریاد کی.
اور پوچھا کیا تم جانتے ہو جو کچھ تم نے کیا ہے؟
اے نیک بختو! تمہیں یوسف کی کچھ خبر ہے؟
بھائیوں نے اس کو اس قدر افسوس کرتے دیکھا.

کہیونے خود تُوں ہیں تحقیق یوسف	تو کہا کہ تو ضرور خود یوسف ہی ہے۔
کہیوس ہو بیلاں یوسف بھائی تساڈا	اس نے کہا ہاں میں تمہارا بھائی یوسف ہی ہوں
ہزاراں شکر تے احسان خدا دا	خدا تعالیٰ کا بہت ہی شکر و احسان ہے۔
خدا نوں جو کوئی تحقیق ڈرسی	بلاشک خدا سے جو بھی ڈرے گا۔
کم اس دے نوں خدا ضائع نہ کرسی	تو خدا اس کی نیکی برباد نہیں کرے گا۔
کہیونے قسم رب دی اے برادر!	انہوں نے کہا کہ اے بھائی ہمیں رب تعالیٰ کی قسم!
خدا تینوں اساں تے کیتے سرور!	واقعی خدا نے تمہیں ہمارا سردار بنایا ہے!
تے اے بھائی اساں آہاں گنہگار	اور اے بھائی! ہم گنہگار ہیں۔
طفیلوں فعل اپڑیں دے شرمسار	اور اپنے کئے پر شرمسار!
کہیوس کجھ سرزنش ناہیں تساں نوں	اس نے کہا، تمہاری کوئی سرزنش نہ ہوگی۔
اج اے بھائی! رحم پوسی خدا نوں	اے بھائی! آج خدا ہم پر رحم کھائے گا۔
کریسی بخش رب سارے بھراواں	رب تعالیٰ ہم سب بھائیوں کو معاف کر دے گا!
اوہ داستار تے غفار ناواں	کیونکہ اس کا نام ہی ستار اور غفار ہے!

مصر سے پیراہن لے کر بھائیوں کا یعقوب علیہ السلام کے پاس جانا

چلو عبد الحکیما! تا چلائیں	آئیے اے عبد الحکیم! چلیں
طرف یعقوب دی واگاں ولائیں	اور یعقوب کی طرف گھوڑے کی باگ موڑ دیں۔
جو پیراہن اسے دے ول پہنچائیں	اور پیراہن کو اس کے پاس پہنچائیں!
تے اس نوں طرف یوسف دے ولائیں	بلکہ خود اسے یوسف کے پاس گھیر لائیں؛
ایویں راوی روایت بولدا ہے	راوی اسی طرح روایت کرتا ہے۔
سخن دا راز سارا کھولدا ہے	اور معاملے پر سے سارا پردہ اٹھاتا ہے۔
ہویا جاں گفتگو توں فارغ البال	کہ جب یوسف بات چیت سے بالکل فارغ ہوا۔
کہیا ہُن پیرہن بھیجو دی کر گال	تو اس نے سوچا کہ اب پیراہن پہنچانے کی بات کی جائے۔

پچھے آکھیس پیراہن لے سدھاوَ
تے حضرت باپ دے تن نال لاوَ
جو تا ہووِیں اکھیں دی روشنائی
خدا صاحب کرے نیکی سوائی
جداں مصر کنوں باہر سدھائے
بھرا یوسف دے جنگل کول آئے
صبا اس وقت بو اس دی لے آئی
نبی یعقوب نوں جا کے سنگھائی
کہیا یعقوب مجلس والیاں نوں
جو اے ہم مجلسو ایک ہے اساں نوں
آئی ہے بو یوسف دی راست جانڑو!
جے نہ ناقص عقل میڈا پچھانڑو!
کیتو نے عرض اے صالح پیمبر!
اجنڑ ہیں توں قدیمی حالت اندر!
جداں آیا خبر شادی دی لے کر
یہودا گھن گیا اُتھ سکے برادر!
سروں پیروں برہنہ رووݨ آغاز
کیتس طرفے پیو دے دوروں آواز
گھتیس یعقوب دے منہ پیرہن نوں
خدا شادی دتی غم دے وکھنڑ نوں
ہوئی روشن اکھیں دی روشنائی
تے ظلمات اللہ نے اُس تھیں ونجائی

چنانچہ اس نے کہا کہ میرا پیراہن لے جایئے!
اور اسے حضرت والا کے جسم سے جا لگایئے!
تا کہ اسے آنکھوں کی روشنی نصیب ہو۔
اور خدا تعالیٰ اس سے بھی بڑھ کر اس کی بھلائی کرے!
جب (یوسف کے بھائی) مصر سے باہر نکل آئے،
اور ایک جنگل کے قریب پہنچے۔
تو اس وقت صبا اس پیراہن کی خوشبو لے اڑی۔
اور نبی یعقوب کو جا سنگھائی!
یعقوبؑ نے اپنی مجلس والوں سے کہا۔
کہ اے ہم جلیسو! ہمیں یقین ہے۔
کہ یوسف کی خوشبو آئی ہے جھوٹ نہ جانو!
اگر ایسا نہ ہو تو میرے عقل کا فتور سمجھنا!
انہوں نے کہا کہ اے نیک پیغمبر!
ابھی آپ پہلی سی دیوانگی کی حالت میں ہی ہیں!
جب یہودا خوشی دلانے والی یہ خبر لے کر
اپنے بھائیوں کے ہمراہ آگے بڑھا۔
تو ننگے سر اور ننگے پاؤں رونا شروع کر دیا
اور باپ کی طرف دور سے آواز پہنچائی!
پھر یعقوبؑ کے منہ پر جا کر پیراہن ڈال دیا۔
یوں خدا نے خوشی نصیب کی اور غم دور کیا
آنکھوں کی بینائی روشن ہو گئی۔
اور اللہ نے اس کا اندھاپن ختم کر دیا۔

کہیا یعقوبؑ اے فرزند جیڈرے!
کہیا نہ ہم ایہو دل بند میڈرے!
جو رب حبیب میڈڑے تائیں جتایا
نہ تساں اس سخن دا راز پایا
سو آہی یار دی وڈی حیاتی
سنڑ دلبر! اجنڑ ناہئی ممانی!
نبی یعقوبؑ دے فرزند سارے
پئے قدماں اتے جل کے بیچارے
جو اے حبیب توہیں ساڈا وسیلہ
کرو تقصیر بخشاونڑ دا حیلہ
جو اسیں بے شبہ آہے گنہگار!
موجب فعل آپنڑیں دے اے نکوکار!
کہیا یعقوبؑ میں سڈ ساں خدا نوں
اُسے دا عفو کر دیساں تساں نوں
جو رب میڈا غفور ہے تے رحیم تے
او ہے ستار، قادر تے کریم تے
ہوئی مقبول وچ درگاہ رب دی
دعا زاری کنوں فی الحال سب دی
صبا مانند ہوئے بوستان نے
جیویں شادی کنوں دل دوستاں نے
الٰہی کیا عجب گلزار کھلیے
بہار اس دی چمن دنجار کھلیے
وچے سردار پیغمبر خدا دا

یعقوبؑ نے کہا! اے میرے لخت جگر!
اے میرے بیٹو! کیا میں نے ایسا نہیں کہا تھا۔
اللہ تعالیٰ نے مجھے جتا دیا تھا۔
مگر تم اس راز کو نہ جان پائے تھے۔
پس میرے بیٹے کی عمر دراز تھی
اے پیارو سنو! ابھی اس کو موت نہیں آئی!
نبی یعقوب کے سارے بیٹے
باپ کے قدموں پر گر گئے۔
کہا کہ اے مالک! تو ہمارے لئے بڑا وسیلہ ہے
ہمارا قصور معاف کرانے کی صورت نکال!
اے نیک آدمی ہم بلاشک گنہگار ہیں۔
خصوصاً اپنے فعل کے لحاظ سے!
یعقوبؑ نے کہا میں اللہ کو پکاروں گا۔
اس سے تمہیں معافی دلواؤں گا۔
کیونکہ میرا رب غفور بھی ہے رحیم بھی!
ستار بھی، قادر بھی اور کریم بھی!
رب تعالیٰ کی درگاہ سے انکی دعا
آہ و زاری کی وجہ سے جلد تر قبول ہو گئی۔
باغ صبا کی مانند ایسے مہک اُٹھے۔
جیسے خوشی سے دوستوں کے دل!
اے اللہ تعالیٰ یہ کیسا عجیب باغ کھلا ہے۔
کہ اُس کی بہار سے چمن کا کاروبار چل پڑا ہے!
اس میں ان کا سردار یعنی وہ پیغمبر خدا بھی موجود تھا

جو ہے سردار جملہ انبیاء دا	جو جملہ انبیاء کا سردار ہے
شفیع اوہے گماں کل امتاں دا	وہ بلاشک عام اُمتوں کی شفاعت کرنے والا ہے
وسیلہ دُوں جہانیں خلقتاں دا	دونوں جہان میں مخلوقات کا وسیلہ ہے.
پچھے اس توں تیاری چا کیتو نے	اس کے بعد انھوں نے تیاری سونت لی.
عیال اطفال مصر ے لے چلیو نے	اور عیال و اطفال کو مصر کی طرف لے چلے!
قصہ کوتاہ مصر دے کول آئے	قصہ کوتاہ! وہ مصر میں پہنچ گئے.
تے استقبال نوں یوسف سدھائے	اور استقبال کے لئے یوسفؑ آگے بڑھا.
گئی تعظیم ڈیون کاݨ ہر جنس	تسلیمات و تعظیمات بجالانے کیلئے ہر ایک جنس حاضر ہوئی
ملخ کیا، مور کیا، جن و پری انس	کیا ٹڈی، کیا چیونٹی، کیا جن و پری کیا انسان!
گیا یوسف ہزاراں لشکراں نال	یوسف ہزاروں لشکروں کے ساتھ استقبال کو پہنچا
ہویا یعقوبؑ ڈیکھݨ نال خوشحال	جسے دیکھ کر یعقوب بہت خوش ہوا.
کیا اس دے گھوڑیاں دا حال آکھاں	میں اس کے گھوڑوں کی کیا تعریف کروں؟
کیا مصری، کیا عراقی، ترک لاکھاں	مصری، عراقی، ترکی، سب لاکھوں کی تعداد میں تھے
جو ڈیکھݨ نال ہووے خصم معدوم	جنھیں دیکھتے ہی دشمن برباد و معدوم ہو جائے.
کیا ترکی تازیاں، کیا شام کیا روم	ان میں ترکی و تازی بھی تھے، شامی بھی رومی بھی!
کیا تورانی، ہندوستانی، کیا چینے	کیا تورانی، کیا ہندوستانی کیا چینی! سبھی تھے!
مرصع نال گوہر دے جو زینے!	انکی زینیں جواہرات سے مرصع تھیں!
انھاں نوں ہین ملک آکھاں کہ گھوڑے	انہیں میں فرشتے کہوں کہ گھوڑے!
سراسر نور سوں اللہ تے جوڑے	اللہ تعالیٰ نے انہیں نور سے پیدا کیا تھا.
ڈٹھا یعقوب لشکر دا تجمل	یعقوبؑ نے لشکر کی شان و شوکت دیکھی
ہویا خوش وقت تے خوشحال بالکل	تو بہت خوش و خرم اور مسرور و شاداں ہوا.
شتابی دوڑ دا جبریل آیا	جبرائیل جلدی سے دوڑ کر آیا.
جو تیں کیا تعجب منہ ڈکھایا	پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے تعجب میں ڈال دیا ہے؟

ڈیکھو لشکر یوسف دا آسماں تے	یوسف کا لشکر دیکھا ہو تو آسمان پر دیکھیے
جو آگے وچ خوشی سارے جہاں تے	جو سارے جہاں میں خوشیاں منا رہا ہے۔
ملک حور پری لایاں قطاراں	فرشتوں، حوروں اور پریوں نے صفیں باندھ رکھی ہیں۔
ڈیون تحفے دروداں دے ہزاراں	درود و صلوٰۃ کے ہزاروں تحفے پیش کر رہے ہیں
ڈٹھا ہک بے دا جو پیو پتر دیدار	جب باپ اور بیٹے نے ایک دوسرے کا جلوہ دیکھا
ہوئے جلدی پیادے ہر دو اسوار	تو جلدی سے دونوں سوار گھوڑوں سے نیچے اُتر آئے۔
یوسف چاہا سلام آکھاں پیو نوں	یوسفؑ نے چاہا کہ اپنے باپ کو سلام کرے۔
بلند اقبال تے والا قدر نوں!	جو کہ بلند اقبال اور قدر و منزلت والے تھے!
کہیا جبریل نے فرخندہ اطوار	جبرائیل نے کہا کہ اے نیک اطوار!
شتابی نہ کرو، فرصت ہے درکار	جلدی نہ کیجیے ذرا تحمّل کرنے کی ضرورت ہے!
جو اول پیو سلام آکھے تساں نوں	اس لیے کہ پہلے باپ تم پر سلام بھیجے گا۔
جو الویں حکم ہے رب اساں نوں	کیونکہ اللہ کی طرف سے ہمیں ایسا ہی حکم ہے
سلام اول نبی یعقوب تائیں	نبی یعقوبؑ نے پہلے اپنا سلام
ڈتا اس آپڑیں محبوب تائیں	اس اپنے پیارے بیٹے سے کہا۔
پچھے یوسف سلام اس نوں ولایا	بعد میں یوسفؑ نے انہیں سلام کا جواب دیا
جیویں رب پاک دا فرمان آیا	کیونکہ ایسے ہی رب تعالیٰ کا حکم ہوا تھا۔
ڈھے سارے بھرا متھے دے بھر نے	سارے بھائی ماتھے کے بل گرے۔
لگے یوسف اگے او سجدہ کرنے	اور یوسف کے آگے سجدہ کرنے لگے۔
کہیا یوسف ایہو سجدہ تساڈا	یوسفؑ نے کہا کہ آپ کا یہ سجدہ
ڈسایا پہلے ہا ایہ خواب ساڈا!	ہمیں ہمارے خواب نے بتا دیا تھا۔
جو میں ڈٹھا ہا اپنے باپ سائیں	جو اے والد بزرگوار! میں نے ایک وقت میں دیکھا تھا
خدا کیتا سچا اس خواب تائیں	خدا نے اس خواب کو سچا کر دکھایا ہے
بابیوں ملایس توں کنے آن	نیز مجھے آپ سے آ ملاقات کرائی ہے۔

بھوں کیتا اساں تے رحم رحمان
نہ کیتس کھوہ والا ذکر اظہار
متاں ہوون پھر امیدڑے شرمسار
تے پچھے گل لا کے زار و زار رُنّے
ہوئے خوش حال مدت دے وچھنّے
اگے عاشق دے دفتر غم دا کھولیے
سخن احوال اپڑیں دا پھر ولیے
نبی یعقوب بھوں محبوب ملیا
تے یوسف نوں پدر یعقوب ملیا
خوشی ہے یار دا دیدار ڈیکھن
تے پچھے عمراں کنوں دلدار ڈیکھن
ملائک وی کہن اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
جو رب صاحب ملایا شاہ نوں شاہ
کہن حرفوں شکر تینڈا احدا یا
جو توں وِل وچھڑیاں تائیں ملایا
ہوئی شادی خدا غم دور کیتا
جو طالع یار دے مسرور کیتا
ہوئی شادی تے سب غم دور ہویا
گئی ظلمات، گھر پُر نور ہویا
تمامی ملک نوں شادی لیا مل
تمامی درد و غم ڈکھڑے گئے ٹل
جہاں شادی کنوں بے ہوش ہویا

خدائے رحمان نے ہم پر بہت رحم کیا ہے۔
اس نے کنوئیں والی بات نہ چھیڑی۔
شاید اس سے اس کے بھائی شرمسار نہ ہوں!
اس کے بعد ایک دوسرے سے لپٹ کر زار و قطار روئے
مدت کے بچھڑے ہوئے خوش و خورسند ہوئے
اپنے عاشق کے سامنے اپنے غم کے دفتر کھولے گئے
اور اپنے حال و احوال تفصیل سے بیان کئے گئے
نبی یعقوب کو اپنا محبوب بیٹا مل گیا تھا
اور یوسف کو اپنا پیارا باپ یعقوب!
کسی پیارے دوست کا دیدار کرنا خوشی کی بات ہے
خصوصاً کافی عرصے کے بعد اپنے دلدار کا دیدار کرنا!
فرشتے بھی الحمد للہ (سب تعریف اللہ کیلئے ہے) کہنے لگے۔
کہ رب تعالیٰ نے شاہ کو شاہ سے ملا دیا ہے۔
اے خدا، تیرے شکریے کا کلمہ ادا کر رہے ہیں۔
کہ تو نے بچھڑے ہوؤں کو پھر سے ملایا ہے۔
خوشی نصیب ہوئی خدا نے غم کو دور کر دیا۔
یعنی پیارے بیٹے کے بخت و اقبال نے اسے خوش کر دیا تھا
خوشی حاصل ہوئی تو سارا غم جاتا رہا۔
اندھیرے چھٹ گئے، گھر پر نور ہو گیا۔
سارے ملک کو خوشی نے گھیر لیا۔
تمام درد و غم دلدر ٹل گئے۔
ساری دنیا خوشی سے بیہوش ہو گئی۔

خوشی دے جام سوں مدہوش ہویا
بلکہ خوشی کے پیالے چڑھانے سے بدمست ہو گئی۔

عزیز مصر کے فوت ہو جانے پر، زلیخا کا بے سہارا ہو جانا اور یوسف کے فراق میں آہ و زاری کرنا!

چلو عبدالحکیما! تا چلائیں
آئیے اے عبدالحکیم! چلیں۔

جو قصہ عشق عاشق دا کرائیں
اور عاشق کے عشق کا قصہ چھیڑیں۔

جراللہ وچھڑیاں تائیں ملایا
یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بچھڑے ہوؤں کو اکٹھا کیا۔

مدت دے رونداں تائیں کھلایا
عرصے سے روتے ہوؤں کو ہنسایا!

زلیخا نوں بہوں ہی انتظاری
زلیخا کو بہت انتظار تھا۔

خدا دی راہ تے امیدواری
وہ خدا کی طرف سے امید رکھتی تھی!

عزیزے نے ڈٹھی بس سر اُتے موت!
عزیز نے بس موت اپنے سر پر سوار دیکھی

قضاء اللہ عزیزا ہو گیا فوت!
اللہ کی مرضی! کہ وہ فوت ہو گیا۔

عزیزے نوں یوسف دی گل نہ بھائی
شاید عزیز مصر یوسف ؑ الا واقعہ برداشت نہ کر سکا تھا!

کیتی جا اس جہانوں اُس وداعی!
اس لئے اس نے اس دنیا کو الوداع کہہ دیا تھا۔

زلیخا پر رہی زندہ انمانڑیں!
پھر زلیخا بے کس، ناچار زندہ سی رہ گئی۔

سُنڑ ہُنڑ درد و دریاں دی کہانڑیں
اب اس کے درد و درماں کی کہانی سُنیے۔

ہر اُس دے سخت درد اندوہ آہے
اس کے سر پر سخت مصیبتیں نازل ہوئی تھیں!

غم واندوہ دے بس کوہ آہے
سمجھیے کہ غم واندوہ کے بس پہاڑ آ گرے تھے!

فراقاں یار کیتا سخت بیمار
محبوب کے ہجر و فراق نے سخت بیمار کر رکھا تھا

دُکھاں درداں غماں سڑاں سٹیا مار
دکھوں، غموں اور دردوں نے مار ڈالا تھا۔

سراسر روونڑاں اُس دا ہویا کم
اس کا کام سراسر رونا ہی رہ گیا تھا۔

جوائے گھیر کے چو پھیرا یہ غم
غموں کے لشکروں نے انبوہ در انبوہ حملہ کر دیا ہے

رگئیس ہتھوں خزانہ، مال، تے گنج	ہاتھ سے خزانہ اور مال و متاع نکل گیا تھا۔
رکھے سینے دے وچ دلدار دا رنج	سینے میں پیارے محبوب کا رنج و غم بھرا تھا۔
کہئیس یوسف نوں ول قطیر کر کے	اس نے یوسف کو اپنا خاوند تصور کر کے کہا۔
جگر وچ ہجر والا تیر اڑکے	جگر میں ہجر کا تیر پیوست کر کے کہا۔
زلیخا عاجزہ کس طرف جاوے!	کہ عاجز و ناچار زلیخا کدھر جائے۔
حقیقت حال دی کس نوں سنڑاوے	اور حقیقت حال کسے سنائے۔
نہ کوئی راز دا محرم ڈسیوس	کوئی محرم راز اسے نظر نہیں آتا ہے۔
جو جلدی زخم شفقت نال سیوس	جو جلد اس کے زخموں کو شفقت و محبت سے سی دے!
غماں دے لشکر آئے کر کے بھیڑاں	غموں کے لشکروں نے انبوہ در انبوہ حملہ کر دیا ہے
خدا صاحب ونجا دے آپ پیڑاں	اب تو اللہ تعالےٰ خود ہی ان درد دل کو مٹائے!
لگے رو رو کہے ہے ہے آسمانا!	رو رو کے کہتی کہ وائے افسوس، اے آسماں!
ہیں تیڈی ذات ہتھوں سب ظلم جانڑاں!	بس یہ سارے ظلم تیری ذات سے ہی سمجھتی ہوں!
بلنوں بے دست تے بے پا کیتوئی	اے زمانہ! تو نے مجھے بے دست و پا کر دیا ہے!
زمانہ! کیا کیتوئی، کیا کیتوئی!	میرے ساتھ یہ کیا کیا ہے! کتنا برا کیا ہے؟
اکو یک بارگی دل ریش میں نوں	تو نے ایکا ایکی میرے دل کو زخمی کر دیا۔
کیتوئی لوٹ کے درویش میں نوں	مجھے لوٹ کر فقیر بنا دیا ہے!
ستم دی چوٹ سوں مظلوم کیتو	تو نے ستم کی چوٹ لگائی اور مجھ پر ظلم کیا!
ظلم دی تیغ سوں معدوم کیتو	تو نے ظلم کی تلوار چلائی اور مجھے نیست و نابود کر دیا!
زمانہ، ہے نہیں کجھ ترس تیں نوں	اے زمانہ! تجھے کچھ بھی ترس نہیں آتا۔
جو گذرے روندیاں بہے برس میں نوں	مجھے دیکھ کہ بہت سے سال روتے گذر گئے ہیں۔
سٹھے زلفاں ہتھاں دے نال پٹ پٹ	زلفوں کو ہاتھوں سے نوچ نوچ کر پھینکتی۔
جو میں نوں دلبرا کلھا گیوں سٹ	اور کہتی کہ اے دلبر! مجھے اکیلا چھوڑ گیا ہے!
کڈاہاں، وال طرف میں بھال بیلی!	اے محبوب! کبھی تو میری طرف توجہ کیجئے۔

جو تیڈے باجھ ہے سُنجی حویلی!
کیونکہ تیرے بغیر میری حویلی سونی پڑی ہے

ہوئی یوسف دے عشقے توں قلندر
وہ یوسف کے عشق میں قلندر سی بن گئی۔

گذارُس عمر ساری عشق اندر
اُس نے ساری عمر عشق میں گذار دی تھی۔

ڈیکھوں سوں ہو رہی معذور رنجور
دیکھتے ہیں معذور و رنجور سی بن کر رہ گئی۔

وسایا سر اُتے پنبہ کافور!
اس کے سر پہ گویا کافور کا پہاڑ رکھ دیا گیا تھا۔

توڑے بڈھڑی ہوئی تے وال چٹے
اگرچہ وہ بوڑھی ہو گئی تھی بال سفید پڑ گئے تھے

اجے وی یوسف دے عشقے نال پٹے
پھر بھی وہ یوسف کے عشق میں سر پٹختی تھی۔

کدائیں دلبرا واگاں دلاؤ
اور کہتی کہ کبھی تو اے دلبر! باگیں ادھر کو موڑیے

قدیمی ماڑیاں تائیں سُہاؤ
قدیمی مکانوں کو رونق بخشیے!

ملاقات کے حیلے کے طور پر یوسفؑ کے راستے میں زلیخا کا جھونپڑی بنانا!

چلو عبدالحکیما! تا چلائیں
آئیے اے عبدالحکیم! چلیں۔

جو رہ محبوب دے جھگڑے گنڈھائیں
اور محبوب کے رستے کے بکھیڑے گنائیں!

میں ایویں راہیاں تھوں رمز پائی
میں نے ایسے ہی یہ بات راویوں سے سنی ہے

معلم عقل دے ایویں سکھائی
اور عقل کے استاد نے بھی ایسے ہی سمجھائی ہے

جو جاں ہوئی پریشاں تے اکلی
کہ جب وہ اکیلی اور پریشان ہوئی۔

زلیخا یار دالی واٹ ملّی
تو زلیخا نے دوست کا راستہ آ روکا

کیتا بھاہ ہجر دالی مار جھگڑی
ہجر کی آگ نے جلا کر اُسے راکھ کر دیا تھا۔

جو بیٹھی راہ دے وچ پا کے جھگڑی
کہ وہ رستے میں جھونپڑی ڈال کے بیٹھ رہی۔

سبھو کجھ چھوڑ کے جیندیں زلیخا
سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر زلیخا۔

یوسف دے راہ تے بیٹھی جھگی پا
یوسف کے راستے پر جھونپڑی ڈال کے بیٹھ گئی

ونجایا حال رو رو کے زلیخا
زلیخا نے رو رو کر اپنے کو بد حال کر رکھا تھا

ویکھے پامال ہو ہو کے زلیخا!
جدّاں باہر کڈھے دل دی کوئی آہ
تمامی جنگلاں تائیں لگے بھاہ
ہک آہا شاہ دا گلرنگ گھوڑا
نہ پہنچے باد اُس، نہ وا جھلوڑا
جے کر ہووے جو شہ نوں سیر دا شوق
شمالوں تا جنوبوں تحت تا فوق
کراوے لحظے اندر سیر سارا
اجے اُس تھوں اگوں پہتا پسارا
جو یوسف ہک ذرہ واگاں ہلاوے
اُسے نوں لامکاں تیکر لے سدھاوے
زلیخا جو سُنڑے گھوڑے دا چھنکا
کہے بسم اللہ آیا یار دل دا یار
سُنڑن جو چھوکرے فریاد زاری
فغان و آہ و نالہ بے قراری
شتابی دوڑدے وچ راہ آون
زلیخا نوں اگے آ کے جگاون
زلیخا ڈیکھ جو دلدار آیا
نگہ کر ڈیکھ جو غمخوار آیا
کہے اے چھوکرو! کیوں کوڑ الاؤ
میں نوں کیوں نال کوڑاں ونڈ لاؤ
جدّاں نزدیک میڈا یار ہوسی
میں نوں اس یار دا چھنکار پوسی

زلیخا نڈھال سی ہو ہو جاتی۔
جب بھی دل سے کوئی آہ کھینچتی۔
تو تمام جنگلوں تک کو آگ لگ جاتی۔
اس کے سردار کا ایک خوش رنگ گھوڑا تھا۔
دوڑنے میں نہ اسے ہوا پہنچ پاتی نہ بگولا۔
اگر اُسے سیر کا شوق ہوتا۔
تو شمال سے جنوب اور نیچے سے اوپر تک
ایک ہی لحظے میں سب سیر کرا دیتا۔
ابھی تو بہت کچھ اور باتیں بھی سنئے!
اگر یوسف ذرا سی باگیں ہلا دیتا۔
تو یہ اُسے لامکاں تک اٹھائے جاتا۔
زلیخا جب بھی گھوڑے کی جھنکار سنتی۔
تو کہتی بسم اللہ! کہ یار پاس یار آ رہا ہے!
چھوکرے جب بھی زلیخا کی آہ وزاری۔
آہ و فغاں و نالہ یا بیقراری! سنتے!
تو جلدی سے دوڑ کر راستے پر آ جاتے
اور زلیخا کے پاس آ کر اسے جھوٹی امیدیں دلاتے!
کہتے کہ اے زلیخا! وہ دیکھ تیرا دلدار آ گیا!
آنکھ کھول اور دیکھ کہ تیرا غمخوار آ گیا!
وہ جواب دیتی کہ اے چھوکرو! کیوں جھوٹ بولتے ہو؟
جھوٹ بول کر مجھے کیوں بہکاتے ہو؟
جب میرا محبوب میرے پاس آئے گا۔
تو مجھے اس دوست کی دھمک سنائی دیگی۔

اساں ڈا یار ہے مہروں ہنوّر!
جسے دی جہان دا بیہوں تصوّر!
جدّاں یوسف دا لوپ وس کنّیں آواں
اسے دیلے کرے فریاد آغ تے
جو ہے ہے! دلبر! لا یو کٹاری
ہیں ساری رونہدیاں عمراں گذاری!
کیتی ہیں نال تیڈے عشق ٹھگی
تُساڈے عشق دی تن سانگ لگی
تُساڈا عشق ٹھگ بازار دا ہے
خُدنگاں نال ول ول ماردا ہے!
نہیں راتیں ڈینہاں آرام مینوں
جو پایا عشق تیڈے دام مینوں
توڑے بُڈھڑی ہوئی ہیں تے چٹے وال
نہ چھوڑے عشق تیڈے دا اجن خیال
ڈٹھے نہ عشق جیندے بابہ پورے خیال!
کیا بُڈھا کیا جواں کیا ذال کیا بال
جتھے چنبے کھلوئے چھوڑ کے عشق
نہ جائے تا قیامت چھوڑ کے عشق
ہیں بےکس ہو رہی نہ مار مینوں
ہیں ہاں لاچار کر نہ خوار مینوں
ایہا گل آکھ کے بیہوش ڈہندی
کتنی مدت اوویں مدہوش رہندی
آہی ایہا ہمیشہ کار اس دی

ہمارا محبوب تو سورج سے بھی زیادہ روشن ہے،
جس کے جسم و جاں کا مجھے پورا اندازہ ہے۔
جب کبھی یوسف کی آواز کانوں میں پڑتی۔
تو اسی وقت آہ و فریاد شروع کر دیتی۔
کہ ہائے وائے اے دلبر! تو نے ایسی برچھی ماری ہے
کہ مجھے ساری عمر روتے گذارنا پڑ گئی ہے۔
تمہارے عشق نے میرے ساتھ ٹھگی کی ہے
تمہارے عشق کی برچھی میرے تن کو آ لگی ہے۔
تمہارا عشق بازاری ٹھگ نکلا ہے۔
جو بار بار مجھے اپنے تیر مارتا ہے۔
رات دن مجھے آرام نصیب نہیں۔
کیونکہ تمہارے عشق نے مجھے اپنی گرفت میں لیا ہے!
اگرچہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں میرے بال سفید ہیں!
پھر بھی تیرے عشق کی دُھن ابھی تک نہیں چھوٹی۔
عشق جس کے بھی وہم و خیال میں پڑ جائے جاتا نہیں،
چاہے وہ بوڑھا ہے یا جوان چاہے عورت ہے یا بچہ!
جہاں بھی عشق پنجے گاڑ کر کھڑا ہو جائے،
قیامت تک اسے چھوڑتا نہیں!
میں بےکس و بےبس ہو چکی ہوں مجھے اور نہ ستایئے۔
میں ناچار ہوں مجھے خوار و خستہ نہ کیجئے!
یہ بات کر کے وہ بیہوش ہو کر گر جاتی!
کافی دیر تک ایسے ہی مدہوشی میں رہتی!
یہی اس کا ہمیشہ کا معمول تھا۔

جو آہی سخت نزہ بیمار اُس دی — کیونکہ وہ عشق کے ہاتھوں بہت بیمار و ناچار تھی،

زلیخا کا بتوں کے پاس آنا اور ان سے یوسف کے ہجر کی کیفیت بیان کرنا

چل اے عبدالحکیما! کھول قصہ! — اے عبدالحکیم! چلیئے قصہ کی تفصیل بتلایئے۔

بتاں دے پوجنے دا بول قصہ! — یوں بتوں کے پوجنے کی بات چلایئے۔

تمامی کھول ساری رات دا حال — ساری رات کا تمام حال کہہ سنایئے!

جو کیتی گفتگو اُس نے بتاں نال — یعنی جو جو گفتگو اس نے بتوں سے کی تھی!

بُتاں نوں پوجدی ہک رات آہی — ایک رات وہ بتوں کی پوجا کر رہی تھی!

کریندی اِس طرح دی بات آہی — اور اس طرح کے مطلب کی بات کر رہی تھی

تساں وچ میں ونجائی عمر ساری — کہ میں نے تمہاری پوجا میں ساری عمر ضائع کر دی ہے

تساں ذرہ نہ کیتی غم گساری — مگر تم نے ذرہ برابر غمگساری نہیں کی۔

میں جاتا ڈیسو چا مقصود مینوں — مجھے توقع تھی کہ تم مجھے میرا مقصود دلا دو گے

تساں کیتا ہتھوں بے سود مینوں — الٹا تم نے تو مجھے ناکام و نامراد کر دیا ہے۔

اُوندی حالت رہی ایہہ رات ساری! — زلیخا کی یہی حالت اس ساری رات قائم رہی،

کیتی یوسف فجر ویلے تیاری — اُدھر صبح کے وقت یوسف سیر کو روانہ ہوا!

ٹنکاریاں دی زلیخا نے سُنڑی ٹل — تو شکاریوں کی آواز زلیخا کے کانوں میں پڑی!

سُنڑو یاروا اساں توں عشق دی گل — اے دوستو! اب ہم سے عشق کا ایک واقعہ سُنیئے!

زلیخا جا گلی متراں دے مَلّی — زلیخا نے اپنے محبوب کی گلی جا روکی!

شمع دے سر پتنگے وانگ بلّی — بلکہ شمع کے اوپر پتنگے کی طرح جلنے

زلیخا یار دا لی واٹ مَلّی — زلیخا نے محبوب کا راستہ جا روکا۔

متاں کھولے یوسف امید کلّی — شاید اس طرح یوسف اس کی اُمید کی کلی کھلا دے!

جڈاں یوسف چلیا اس واٹ دے نال — جب یوسف اس راستے پر سے گذرا۔

کرے فریاد نالہ حال وبے حال — تو بری حالت میں خوب فریاد و نالہ کیا۔

جو اے شاہا! کنیوں ظلم ہیں نال
کہ اے مالک! تم نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

بنیوں ٹھنڈی ہیں دلبر! ایہا گال
اے پیارے محبوب! تجھے یہ بات زیب نہیں دیتی۔

توڑے کیتا زلیخا سخت نعرہ!
اگرچہ زلیخا نے اونچی آواز میں نعرہ لگایا۔

نہ کیتا ذرّہ بھی یوسف نظارہ!
مگر یوسف نے ادھر بھول کر بھی نہ دیکھا

بُتاں نوں جو تھئی دل خستہ وَل وَل
وہ بتوں سے جو بار بار دل شکستہ ہوئی۔

اُنہاں دے آکڑ دے کُبن توڑے وَل
تو اُس نے سب کو توڑ کر ان کے کس بل نکال دیئے۔

زلیخا کا بُتوں سے ناامید ہونا، اُنھیں توڑنا اور مسلمان ہو جانا!

چل اے عبدالحکیما! تا چلائیں
آئیے اے عبدالحکیم! چلیں

جو بت خانہ زلیخا توڑ آئیں
اور زلیخا کا بُت خانہ توڑ آئیں۔

متاں تینوں خدا ایمان ڈیوے!
شاید تجھے بھی خدا تعالیٰ ایمان نصیب کر دے

تیڈا مطلوب بے حرمان ڈیوے!
اور تیرا مطلب و مقصود بھی پورا ہو جائے!

زلیخا نوں خدا کر کے مسلمان
اللہ تعالیٰ نے زلیخا کو مسلمان بنا دیا

کرے بخشش اُسے نوں نورِ ایمان!
اور اسے نورِ ایماں بخش دیا۔

سمجھ پائی میں ایویں عاقلاں تھیں
میں نے عقلمندوں سے بھی یہی بات سنی ہے۔

سخن دی معرفت صاحب دلاں تھیں۔
خداشناس لوگوں کے کلام سے بھی یہی معلوم کیا ہے!

جو جاں بی بی بہوں زاری سُنڑائی
کہ جب بی بی زلیخا نے بہت آہ و زاری کی۔

نہ اس دی بھاہ یوسف نے بجھائی
پھر بھی اس کی لگی آگ یوسف نے نہ بجھائی!

بھریاں پُر جوش آہیں ہو کے غمناک
تو اس نے بڑے جوش سے غمناک آہیں بھریں۔

بُتیں نوں جوش سوں بت توڑ کے خاک
غصہ میں آ کر بتوں کو توڑ خاک میں ملا دیا۔

متے پچھے حق دی طرف کیتیں مناجات!
اس کے بعد حق تعالیٰ سے مناجات کی۔

جو اے میڈے خدا! قاضی حاجات!
کہ اے میرے خدا! اے میرے قاضی الحاجات!

تساڈا نام ہے ستّار غفّار
آپ کا نام ستّار بھی ہے غفّار بھی!

میں ہاں اے صاحبا بیکس گنہگار
نہیں کوئی تیڈے باجھوں ہے اساڈا
جو ہے سب خلقتاں عالم تساڈا
رحم کرتے ملا دلدار مینوں
کرم کر میل گل رخسار مینوں
بشرط آنکہ ہووے جو مہربانی
مینوں بخشیں نویں مڑکے جوانی
کریں کافور کولوں مشک ظاہر
لے آویں رات کولوں روز باہر
میڈیاں اکھیاں نوں ڈیویں روشنائی
شیشے پر گرد نوں مڑکے صفائی
کریں صاف آئینہ صیقل لگا کے
دھریں یوسف اگے آہو بنا کے
دلاں وچ کان لعلاں دے تحیر
جواہر سوں کریں ڈبے ولا پر
ملائیں ول مینوں شمشاد تائیں
کریں ول راست سرو آزاد تائیں
میڈے ہو گئے رہن ہتھ پیر جو سست
کریں ول بخش کے قوت انھاں چست
جوانی بخش کے پیری کریں دور
تمام اندوہ دلگیری کریں دور
قوت ڈیویں توں ایجھی سخت تن نوں
جو بخشے پھیر کے چستی بدن نوں

اے آقا و مولا! میں بیکس ہوں اور گنہگار ہوں۔
تمہارے سوا ہمارا کوئی بھی نہیں۔
یہ تمام مخلوقات تمہارا بنایا ہوا جہاں ہے!
رحم فرما اور مجھے میرا دلدار ملا دے۔
مہربانی فرما اور میرے گل رخسار سے میرا وصال کرا دے!
لیکن شرط یہ ہے کہ کچھ ایسی ہی مہربانی ہو،
کہ مجھے دوبارہ نئی جوانی مل جائے۔
تو کافور سے مشک ظاہر کرتا ہے۔
رات ہیں سے دن کو باہر نکال لاتا ہے۔
میری آنکھوں کو روشنی عطا کر دے!
مٹی سے لتھڑے اس شیشے کو پھر سے صاف کر دے
تو شیشے کو سان پر لگا کر چمکا دیتا ہے۔
مجھے بھی یوسف کے سامنے ہرنی بنا کے چھوڑ!
میرے دل میں لعلوں کی سی حیرت سما جائے!
میرے ڈبے زرد جواہرات سے دوبارہ پر کر دے۔
مجھے پھر سے شمشاد کے قد والے سے ملا دے!
اور آزاد سرو کی طرح سیدھا بنا دے!
میرے ہاتھ اور پاؤں جو ڈھیلے ہو گئے ہیں
تو انھیں قوت بخش کر چست و توانا کر دے!
مجھے جوانی بخش کے بوڑھاپے کو ختم کریں!
مایوسی و اداسی کے بغیر تمام اندوہ دور کر دیں!
تو میرے جسم میں ایسی سخت قسم کی قوت بھر دے!
جو پھر سے دوبارہ میرے بدن کو چستی دے دے!

توں ایں پُر درد دی کر دستگیری
ونجاسٹ سوز دستی ضعف پیری
بڑھاپے نوں جو چا بخشیں جوانی
چہ کم ہوسی اساڈی مہربانی

تو اس دردمند کی دستگیری فرما!
میرے درد و غم سستی اور ضعف پیری کو مٹا دے!
اگر بوڑھاپے میں بھی جوانی بخش دے
تو کیا اس سے تیری عنایات میں کمی پڑ جائیگی؟

زلیخا کا یوسفؑ کے راستے پر ایک فریادی کے طور آ کھڑے ہونا اور اپنا حالِ زار عرض کرنا۔!

چلو، عبدالحکیما اتاں چلائیں
جورہ دلدار دا جا کر ملائیں
متاں کوئی خدا اسباب جوڑے
تے دلبر طرف ساڈی واگ موڑے
ہے ہیں اس طور دا ارشاد پایا
معلم عشق دے سبقا پڑھایا
جو یوسفؑ جاں شکاروں پھر آیا
زلیخا سُن بہوں نالہ اٹھایا
جو تیڈے عشق دلے تیر پھٹیاں
سوا تیڈے جو بدھے کون پٹیاں
ستم پھبندا نہیں اے شاہ تیئوں!
ایہا گل کیں پڑھائی ماہ تینوں؟
تُساں نوں جو خدا نے شہ بنڑایا
سو اے شاہا! عدل پچھنڑ تے آیا
تساں کیتے غریباں تے ستم اگر
جو گذری ہو گئی اگے ختم کر

آیئے اے عبدالحکیم! چلیں۔
اور محبوب کا راستہ جا گھیریں۔
شاید اس طرح خدا کوئی اسباب پیدا کر دے!
اور محبوب ہماری طرف باگ موڑ دے!
ہمیں اس قسم کی ہدایت پائی ہے۔
عشق کے استاد نے سبق کے طور یہی پڑھایا ہے۔
کہ جب یوسفؑ شکار سے واپس آیا
تو زلیخا نے اب کے بہت نالہ و فریاد کی۔
کہ میں تیرے عشق کے تیر سے زخمی ہوئی ہوں
تیرے سوا میری مرہم پٹی کون کرے گا؟
اے آقا! تجھے ستم کرنا زیب نہیں دیتا۔
اے میرے مہتاب! یہ طریقہ تمہیں کس نے سکھایا ہے؟
اللہ تعالیٰ نے جو تجھے سردار بنایا ہے۔
تو اے آقا! اسی لئے تجھ سے انصاف کی دُہائی ہے!
اگرچہ آپ نے غریبوں پر ستم کیا ہے۔
لیکن جو کچھ ہو گیا سو ہو گیا! آگے لئے ختم کیجئے!

جے نہ کرسیں تاں سُن جو روزِ محشر
ہوسی مینڈا خداوند آپ قادر
میں تینڈی زہ وردامن گیر ہوساں
اگے اُس شاہ دے جا کر کھڑوساں
کرلیساں عرض یا جبّار و قہّار
ہتھوں دلدار نوں لے کے ڈُبو دار
جداں میں وچ جہاں دنیا دے آئی
آئی ہیں کال اِن زلفاں دی پھائی
کیتا پھر ابرواں نے لے کے تلوار
ذبح مینوں اتوں سُن مینڈے شہریارا!
جے میں پھڑکاں مینوں پھڑکن نہ دیوے!
کرے قابو جرا یہ وت نہ غرّہ لیوے!
پچھے ایں دے ہدف مینوں بنڑا ایس
نے لشکر نین والے نوں چڑھایس
پچھے جند جان بندی نوں پھسایا
ایہو مسئلہ اسے نوں کیں سکھایا
نیناں دی فوج او کیتے ہیں نالے
کٹھے نوں ول کہن گرن نہ ٹالے
نیناں دی فوج تاں آہی اندھاری
جو کس کس کے لگاوے تیر کاری
سجن دے نین شیریں العل دستے
سو ہر دم خوں بندیاں دے کستے
سجن دے نین جو آہے مریلے

اگر ختم نہیں کرے گا تو پھر محشر کے دن
جبکہ خود قادرِ مطلق ہی میرا انصاف کرنیوالا ہوگا!
میں سختی سے تیری دامنگیر ہوں گی۔
اُس بادشاہِ حقیقی کے پیش ہو جاؤں گی!
اور عرض کروں گی کہ اے جبار و قہار!
مجھے میرے محبوب سے بدلہ دلا دو!
میں جب سے اِس دنیا میں آئی ہوں۔
میں اِس کی زلفوں کے پھندے میں پھنسی ہوں
یہی نہیں اِس کے ابروؤں نے تلوار لے کر مجھے
ذبح کر دیا! اے میرے شہریار سُنتے جایئے!
اگر میں تڑپوں تو تڑپنے نہیں دیتا۔
ایسا قابو کرتا ہے کہ پھر غرّہ نہ ہو سکوں!
اس کے بعد مجھے نشانہ بنالیا۔
اور نینوں کے لشکر کو چڑھا دیا۔
اِس کے بعد میرے جسم و جاں کو پھنسا لیا۔
یہ شیوہ اسے کس نے سکھایا ہے؟
نینوں کی فوج نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے،
کہ اِس ذبح شدہ کو پھر سے ذبح کرتی اور ٹلتی نہ تھی!
نینوں کی فوج تو بس ایک آندھی ہی تھی!
کہ جس نے کس کس کر کاری تیر لگائے۔
ساجن کے نین ایسے شیریں سرخ اور لال تھے
جیسے وہ ہر دم بندوں کے خون سے کھیلتے رہے ہوں،
ساجن کے نین مار ڈالنے والے ہی تھے!

ہوہاں نوں مار دے کر کر کے حیلے
سجن دے نین آہے جو لوبیرے
جو ٹھیاں نوں لٹن کر کر کے دیرے
سجن دے نین جو آہے اوبڑے
کیتے میں نال ہر دیلے جھیڑے
سجن دے نین جو آہے ستمگر
غریباں تے پون انبوہ کر کر
سجن دے نین جو آہے کرارے
نمانڑیاں نوں کہن مارن او دھاڑے
سجن دے نین جو آہے سپاہی
ہزاراں دل کران پے داد خواہی
نہ مژگاں بلکہ آہے تیز خنجر
جو کٹھیاں نوں کہن اللہُ اکبر!
نہ مژگاں بلکہ خنجر تیز آہے
جو میں مسکین دے خونریز آہے
جداں مژگاں کنوں ناوک چلاون
میڈی لوں لوں دے وچ پاون لنگھاون
نہ مژگاں بلکہ آہے باز و چنگ
شکاراں نوں سٹن ول ول جیویں سنگ
جداں گولی کیتی فریاد شاہا!
آپے پوسی خبر اے بادشاہا!
کریسی خود خدا ہر وار میڈی
اپیں در آ دیسی سرکار میڈی

مرے ہوؤں کو بھی بہانے کر کر کے مارتے تھے۔
ساجن کے نین ایسے بے پرواہ تھے!
کہ لٹے ہوؤں کو وقفہ وقفہ سے لوٹتے!
ساجن کے نین ایسے اوچھے تھے۔
کہ میرے ساتھ ہر وقت جھگڑا کرتے تھے۔
ساجن کے نین ایسے ستمگر تھے۔
کہ غریبوں پر انبوہ در انبوہ حملہ کرتے تھے۔
ساجن کے نین ایسے طاقتور تھے۔
کہ بے کسوں کو ذبح کرتے اور دھاوا بول دیتے تھے
ساجن کے نین ایسے سپاہی تھے۔
کہ ہزاروں دل اُن کی بے انصافی کے طلبگار تھے
وہ پلکیں نہیں تھیں بلکہ تیز خنجر تھے۔
جو ذبح شدگاں کو بھی اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کر دیتے!
وہ پلکیں نہ تھیں بلکہ تیز خنجر تھے۔
جو مجھ مسکین کا خون بہاتے رہتے۔
جب وہ پلکوں سے تیر چلاتے
تو میرے روئیں روئیں میں چبھوتے اور پار کر دیتے
وہ پلکیں نہ تھیں بلکہ بازو اور پنجے تھے۔
جو شکار شدگاں کو بار بار ایسے پھینکتے جیسے پتھر ہوں!
اے سردار! جب اس کنیز نے خدا سے فریاد کی
تو اے بادشاہ! تجھے خود ہی پتہ چل جائے گا۔
خدا خود میرا انصاف کرے گا۔
اور میری سرکار! آپ خود میرے پاس آ جائیں گے

تچھے آکھیس خُدا کیا ٹُ نیازے
سٹے شاہاں غلاموں نوں نوازے
شہاں نوں چاہے کڈھے تختوں اتارے
غلاماں نال تختاں نوں سنگھارے
جداں یوسفؑ سُنّڑی اس دی ایہا گل
دِل اس دا خوف ربّ دے تھوں گیا ہل
کہیا دربان نوں اس شخص لے آؤ
محلاں خاص وچ اس نوں بہاؤ
خبر کرنی اساں نوں زود تر زود
کریئے اس دا جو معلوم مقصود
جداں یوسفؑ محل اندر سدھایا
شتابی دوڑدا جبریل آیا
جو اے فرخندہ بختا! جہاں پناہا!
بلند اقبال! عالیجاہ شاہا!
میں لے آیاں اوہ بڈھی جہی خال
خدا صاحب کیتی ہمراہ میں نال
کہیا جا حاجت اس دی توں روا کر
جے کر بیمار ہے اس دی دوا کر
کہیا یوسفؑ لے آؤ، میرے کول لے
جو گجھڑا راز ہس ہیں نال پھولے
شتابی سیں زلیخاں نوں لے آیا
تے شہ دے کول جا اس نوں بہلایا

اس نے مزید کہا کہ خدا کتنا بے نیاز ہے
کہ بادشاہوں کو چھوڑ کر غلاموں کو نوازتا ہے
بادشاہوں کو وہ تخت سے اتار دیتا ہے
اور غلاموں کو بٹھا کر شاہی تخت کی رونق بڑھاتا ہے،
جب یوسفؑ نے اس کی یہ بات سُنی۔
تو اس کا دل رب کے خوف سے دہل گیا۔
یوسف نے دربان سے کہا کہ اسے لے آؤ۔
اور خاص محل میں جا بٹھاؤ۔
پھر فوراً سے پیشتر مجھے اطلاع کرو۔
تاکہ میں اس کا مقصد معلوم کروں!
جب یوسفؑ محل میں سدھارا۔
جبرائیل جلدی سے دوڑتا ہوا آیا۔
اور کہا کہ اے نیک بخت! اے جہاں پناہ!
اے بلند اقبال، اے عالی مرتبہ سردار!
میں اس بوڑھی سی عورت کو لے آیا ہوں۔
جو اللہ تعالےٰ نے میرے ساتھ کر دی تھی۔
اور کہا کہ جا کر اس کی حاجت روائی کرو!
اگر اسے کوئی بیماری ہے تو اس کا علاج کرو۔
یوسف نے کہا کہ میرے پاس لے آؤ۔
تاکہ اس کا جو پوشیدہ بھید ہے وہ مجھ پر ظاہر کرے!
وہ جلدی سے زلیخا کو لے آیا۔
اور سردار کے پاس اس کو جا بٹھایا۔

کہیا یوسف "زلیخا ہیں"؟ کہیا "ہاں"!
اُوہا تیڈی غلام ہاں بندے شاہا!
جڈاں رب بخشیا تینوں لپسارا
مینڈا یکبار گئی کیتو وِسارا!
زلیخا دا جو ڈٹھس حال چھوٹا
ڈیکھن سیتی سوز زار رُنا
پچھے اس ڈے کہیا "ایہ کیا حال ہے؟"
کہیا "رب دے اگے کس دی مجال ہے"!
جڈاں یوسف کہیا جوالے زلیخا!
"جوانی حسن توں کیا لوں کھیتائی؟
کہیا: "وچ عشق تیڈے دے ونجائی"!
کہیا: "کتھے گئے زر لعل و گوہر"؟
کہیا: "ڈتے ہیں تیڈے راہ اندر"!
جو تیڈا نام ہیں اگے لے آوے
جو تیڈی صفت آمیں توں سنڑاوے
ہیں اس نا ہیں کراں پُریاں دے نال
گہر سُوں لعل سُوں کرُ شوق و خوشحال
کہیا یوسف: "سنڑا مقصود میں توں"
اینڈا اللہ ڈیوسی سُو ڈتیں توں"
کہیا: "جو صاحبا! مقصود پاواں"
قضیہ کھول کے تیں توں سنڑاواں
لے آدیں وچ ریاں سوگند ناہیں

یوسف نے پوچھا "تو زلیخا ہے؟" اس نے کہا "ہاں"!
اے میرے مالک! میں وہی تیری کنیز ہوں!"
جب سے رب تعالیٰ نے تجھے اتنا کچھ بخشا ہے۔
تو تو نے مجھے بالکل بھلا دیا ہے۔
جب اس نے زلیخا کی یہ بُری حالت دیکھی
تو دیکھتے ہی زار و زار رونے لگا۔
اس کے بعد پوچھا کہ "تو نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے"!
اُس نے کہا کہ "رب تعالیٰ کے آگے کسی کی کیا مجال ہے"!
جب یوسف نے کہا کہ اے زلیخا!
"پوچھا کہ "جوانی اور حسن کو تو نے کیا کیا؟"
اس نے کہا "تیرے عشق میں برباد کر دیا ہے"!
پوچھا "وہ زر و لعل و گوہر کہاں گئے"؟
اس نے کہا "میں نے تیرے راہ میں دے دیئے۔
جو بھی تیرا نام میرے سامنے لیتا۔
جو بھی تیری صفات مجھے بیان کرتا۔
میں اس کو مالا مال کر دیتی۔
گہر و لعل سے اسے خورسند و خوشحال کر دیتی"
یوسف نے پوچھا "مجھے اپنے آنے کا مقصد بتا
اللہ تعالیٰ تیرے لئے اُسے پورا کر دے گا"!
اس نے کہا: "اے آقا! اگر مدعا پورا ہو،
تو کیوں نہ تجھے سارا قضیہ کھول سناؤں
البتہ حضور اس سلسلے میں قسم اٹھائیں،

کریں جو آپ کچھ ں پابند سائیں،
وگرنہ چپ بھلی اس بولنے تھوں
جو آکے ڈھانڈ پائی بولنے سوں!
کیتی یوسف قسم پھر کے نہ وِلسیاں!
جو مولا چاہیا مقصود دلبساں"
کہیا "اول ذلیخا بینوں جوانی
اکھیں دی روشنی کر مہربانی
ہویا یوسف اگے رب دے سوالی
جو ہوئی حسن دی ثابت بحالی
ہوئی اکھیاں دی مڑ کے روشنائی
گئی ظلمات جاں پربھات آئی
زلف دے ناگ خونخوار مڑ کے آئے
عاشق دی جان منگن مڑ کے آئے
بہار آئی حسن دے تار آئے
زمانے تے عجب گلزار آئے
اکلھڑی جان تے طوفان آیا
کسے عاصی کنوں کفران آیا
ہویا کافور کولوں مشک باہر
سوا یوسف دے ہووے کون ماہر
کہیا یوسفؑ نوں وجھی واری جو آ حور!
دسا مینوں جیہڑی حاجت کائی ہور؟
کہیا "مطلب میڈا تینڈا وصالے!

اور اپنے آپ کو اس پر پابند رکھیں!
وگرنہ یونہی بولتے رہنے سے چپ بھلی!
چاہے جو آپ نے مجھ میں بولنے کی آگ سلگا دی ہے"
یوسف نے قسم اٹھائی کہ میں اپنے وعدہ سے نہ پھروں گا۔
اللہ کو منظور ہے تو تیری خواہش پوری کروں گا"
اس نے کہا: پہلے تو مجھے میری جوانی دلوا دیجئے
اور آنکھوں کی روشنی بھی عنایت کرائیے۔
یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ کے آگے التجا کی۔
اس کا حسن پورے طور بحال کر دیا گیا!
پھر آنکھوں کا نور عود کر آیا!
جب پو پھٹی تو ظلمات چھٹی!
زلف کے ناگ پھر سے ڈنک لگانے کو بڑھے
پھر سے عاشق کی جان لینے کو دوڑے۔
بہار آ گئی، حسن کی باتیں پھیلیں۔
دنیا پر عجیب باغ کھل اٹھے۔
اکیلی جان پر طوفان سا امڈ آیا۔
جیسے کسی گنہگار سے ناسپاسی ہو جائے۔
کافور سے مشک تمام تر ظاہر ہوا۔
سوائے یوسف کے اس سے کون واقف تھا؟
یوسفؑ نے پھر ایک بار کہا کہ "اے حور!
مجھے بتا کوئی اور آرزو بھی ہے؟"
اس نے کہا، میری آرزو تمہارے وصال کی ہے!

راہاں راتیں ڈِٹھیاں قدماں دے نالے
ہو یا یوسف اِتھوں ذرہ چُپیتا!
جو جبرائیل نے آوازہ کیتا
پیام آندہ تیڈا شاہِ شرفناک!
سلام ہے آکھدا تینوں خدا پاک!
تے فرماندے جو اے محبوب میڈا!
ازل دے روز دا مطلوب میڈا!
زلیخا نوں نکاح اندر لے آ توں
دل اس دا وصل سوں خرم کرا توں

اور یہ کہ رات دن تمہارے قدموں میں پڑی رہوں۔
اس پر یوسف کچھ خاموش سا ہو گیا۔
تو جبرائیل نے آواز دی۔
کہ اے عزت وشرف والے! میں تیرے لئے ایک پیام لایا ہوں!
خدائے پاک تمہیں سلام کہتا ہے۔
اور فرماتا ہے کہ اے میرے محبوب!
اے ازل کے روز کے میرے پیارے!
تو زلیخا کو اپنے نکاح میں لے لے۔
اور اس کے دل کو اپنے وصال سے خرم وشاد کر دے!

زلیخا کے نکاح کے سلسلے میں یوسف کا شادی و طرب کا سامان جوڑنے پر آمادہ ہونا!

چلو عبد الحکیما! تاں چلائیں
تے دریا نیل وچ غم بوڑ آئیں
تے دِل خرم اتے دلشاد ہو کے
تمامی رنج سوں آزاد ہو کے
مفصل شاہیاں دا کھول قصہ!
متاں تینوں ڈیوے رب پاک حصہ!
جداں یوسف سنڑیا فرمان رب دا
ہویا خوشدل کیتس سامان طرب دا
زمین دے بادشاہاں نوں سدا کے
شاہاں نوں نال تعظیماں رلا کے

آیئے اے عبدالحکیم چلیں۔
اور غموں کو دریائے نیل میں ڈبو آئیں۔
خرم و دلشاد ہو کر۔
تمام درد و رنج سے آزاد ہو کر۔
شاہیوں کا قصہ تفصیل سے بیان کر۔
شاید اللہ تعالیٰ تیرے بھی بھاگ جگائے۔
جب یوسف نے رب تعالیٰ کا فرمان سنا۔
تو بہت خوش ہوا اور خوشی منانے کا سامان جوڑا۔
زمین کے بادشاہوں کو دعوت دی!
سرداروں کو تعظیمات دیکر ساتھ لیا۔

تمام اسباب شادی دے بنڑائے	شادی کے تمام لوازمات اکٹھے کئے۔
نقارے ڈھول سے حاضر کرائے	بہت سے نقارے اور ڈھول منگوا لئے۔
کرن شادی کنوں سب ذکر اعلیٰ	خوشی میں سب اعلیٰ ذکر کرتے تھے۔
تعالیٰ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ	یعنی تعالیٰ اللہ (خدا برتر ہے) کا ورد کرتے تھے
نقارے دی کرن آواز توں توں	نقارے بھی توں توں کی آواز نکالتے۔
توں ای توں ہیں توں ای توں ہیں توں ای توں	یعنی تو ہی تو ہے، تو ہی تو ہے، تو ہی تو!
ڈھون ہر دم دمامے خوب کوڑیں	دمامے بھی ہر وقت اونچی دھمک دیں
جو رباً خیر والا جوڑ جوڑیں	کہ اے اللہ تعالیٰ خیر و عافیت والا سلسلہ جوڑنا!
تے عود آکھے ایہو سن کے خدایا	بربط کہتا، کہ اے خدا تعالیٰ!
جو بے مقصود سنے مقصود پایا	بے آس نے اپنی آس پوری کر لی ہے!
تیں بخشی پھیر پیراں نوں جوانی	تو نے بوڑھوں کو پھر سے جوانی بخشی ہے۔
نہیں کوئی تساڈا ہور ثانی	تیرا کوئی ثانی ہی نہیں!
جنڈاں پھیریں جہان وچ شور پاون	جب پھیریں دنیا میں شور مچاتیں۔
تمامی مردیاں تائیں جواون	تو تمام مُردوں کو پھر سے جان پڑ جاتی۔
توں ای ربا رسیاں نوں منڑ بلائیں	اے رب تعالیٰ تو ہی روٹھے ہوؤں کو پھر سے ملا رہا ہے
امید امیدواراں نوں پچائیں	امیدواروں کی امیدیں پوری کرتا ہے۔
کرے ایہ ذکر سر منڈل سر زندہ	سر منڈل بجانے والا یہی تذکرہ کرے
کریں توں موئیاں نوں پھیر زندہ	کہ تو مُردوں کو پھر سے زندہ کر دیتا ہے!
توں ای اندھیر نوں روشن کریندا	تو ہی اندھیرے سے روشنی پیدا کر دیتا ہے
زمیں پُرشور نوں گلشن بنڑیندا	کلر والی زمین کو گلزار بنا دیتا ہے۔
سُنڑاوے سارنگی مرغوب سودا	سارنگی دلپسند خیال پیش کرتی۔
جو اج بنڑیا دلاں دا خوب سودا	کہ آج دلوں کا معاملہ خوب نپٹ رہا ہے!

جڈاں طنبو ستھوں آوے خوش آواز
سُنڑاوے سے قسم دے راز دیراز
جڈاں مطرب سَٹن ڈھولک اُتے دست
ملک، حوراں، پری ہوکے رہن مست
جڈاں شادی ڈِکھاون بین تے چنگ
ڈیون شادی کنوں عالم سبھو رنگ
ہزاراں جنس دے پکھی ھزاراں
بیٹھے شاخاں اُتے لاکے قطاراں
ککڑ نسے صبح دیاں بانگاں سُنڑاوے
تتر سے قسم دیاں چالاں لے آوے
بٹیر ادی لے آوے خوب آواز
کبوتر وی سُنڑاوے راز دراز
عجب بطخاں لاون زیر تے بم
اتے کبکاں اَجن کھاون بہوں غم
جو ہے ہے جان ہک سو جان ہوندی
نبی دی راہ تے قربان ہوندی
تمام اقسام دے میوے منگائے
جو دنیا تے خدا صاحب اُپائے
سبھے لشکر غماں والے گئے ٹل
جو پڑ اندوہ دا شادی لیا مل
زلیخا نوں نکاح اندر لے آیا
عماری پا کے گھر نوں چلایا

جب تنبورے سے سریلی آواز نکلتی
تو وہ کئی قسم کے راز درراز کی باتیں سناتی۔
جب مطرب ڈھولک پر تھاپ دیتے۔
تو فرشتے، حوریں اور پریاں مست ہو جاتیں۔
جب بین اور چنگ شادیانے بجاتے۔
تو سارے جہاں کو خوشی میں رنگ دیتے۔
ہزاروں جنس کے بے شمار پنچھی
شاخوں پر صفیں باندھے بیٹھے تھے۔
مرغا صبح صادق کی اذانیں سناتا۔
تیتر کئی قسم کی چالیں پیش کرتا۔
بٹیرا بھی دلکش آواز نکالتا۔
کبوتر بھی گہرے راز بیان کرتا۔
بطخیں بھی عجب زیر و بم پیدا کرتیں۔
اور چکورا بھی تک رشک و غم کھا رہے تھے
کہ ہائے وائے، ایک کی بجائے سو سو جانیں ہوتیں۔
تو نبی کے راہ پر نچھاور کر دی جاتیں۔
اُن تمام قسموں کے میوے منگائے گئے تھے
جو خدا تعالیٰ نے دنیا میں پیدا کئے تھے۔
غموں کے سارے لشکر کوچ کر گئے تھے۔
غم و اندوہ کا الاؤ خوشیوں نے گھیر لیا تھا۔
یوسف نے زلیخا کو اپنے نکاح میں لے لیا۔
عماری میں بٹھا کے گھر میں لے چلا۔

پچھے اگے لگے گوہر وساون
مصر دے شاہ تھوں ویلاں گھماون
ہزاراں گل رخاں ہم مثل سیّاں
جو استقبال سینی دوڑ پئیاں
گئی ول خلق جاں ساری شہر دی
کیتا پھر قصد یوسف طرف گھر دی
زلیخا انتظار آہی چھکیندی
یوسف دا راہ آونڑ دا تکیندی
جو ہنڑ مطلوب میڈے پاس آسی
میڈا محبوب میڈے پاس آسی
کھے یا رب جے ہاں اس طور خوشحال
متاں وچ خواب دے ہووے ایہو حال
جو اچن چیت سچ کیتا پسارا
ہویا روشن بہوں کھوہ دا اندھارا
ڈٹھس دلدار خرّم حال ہوئی
نہال اس حال ڈیکھنڑ نال ہوئی
فرشتہ سامنڑیں جاں حور ہویا
یقین آیا، گماں شک دور ہویا
پچھے آکھے خدا دا لطف عامے
خدا توں ہونڑ ناں نومیدی حرامے
جڈاں رب پاک غم نوں دور کیتا
زلیخا نوں بہوں مسرور کیتا

آگے پیچھے زر و گوہر لٹائے جانے لگے ۔
مصر کے سردار پر سے نذرانے نچھاور کئے جانے لگے
گل رخ و مہوش سہیلیاں ہزاروں کی تعداد میں
استقبال کی خاطر دوڑ پڑیں ۔
جب شہر کے سارے لوگ واپس ہو گئے ۔
تو پھر یوسف نے گھر پر جانے کا ارادہ کیا ۔
زلیخا ہمہ تن انتظار بنی بیٹھی تھی ۔
یوسف کے راستے پر نگاہیں بچھائے ہوئے تھی ۔
کہ اب میرا مطلوب و مقصود میرے پاس آئے گا
میرا محبوب و معشوق میرے پہلو میں آ بیٹھے گا ۔
کہے کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے جو اس قدر خوشی ملی ہے
کہیں یہ سارا معاملہ خواب کا تو نہیں ؟
پھر اچانک حقیقت نے قدم بڑھائے ۔
کنوئیں کا گہرا اندھیرا روشنی میں بدل گیا ۔
اپنے دلدار کو دیکھا تو بہت خوش و خرّم ہوئی ۔
ایسے حال میں اسے دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی !
جب فرشتہ ایک حور کے سامنے آ کھڑا ہوا ۔
تو حقیقت کا یقین آیا شک و گماں ختم ہو گیا ۔
پھر کہے کہ خدا کا لطف و کرم عام ہے
خدا سے نومید ہونا تو حرام ہی ہے ۔
جب اللہ تعالیٰ نے اس کے غم کو بھگا دیا
تو زلیخا کو بہت خوشی نصیب ہوئی ۔

ملاوݨ یار دا مطلوب ہویا
جب یار کا وصال ہی ہو رہا ہو۔

زیادہ پولنگراں کیا؟ خوب ہویا!
تو پھر زیادہ باتیں فضول ہیں! بہتر ہی ہوا!

یوسف کا زلیخا سے اظہارِ شوق، زلیخا کا اس سے دامن چھڑانا

یوسفؑ کا والدین کو خواب میں دیکھنا

چلو عبدالحکیما! تا چلائیں
آئیے اے عبدالحکیم! چلیں

پیالہ معرفت والا پلائیں
اور معرفت والا پیالہ پئیں

سچے دل نال جو عشق اندر آئے
سچے دل سے جو عشق میں پھنستا ہے

خدا معشوق عاشق نوں ملائے
خدا ایسے عاشق و معشوق کو ضرور ملاتا ہے۔

زلیخا دا جو آہا عشق صادق
کیونکہ زلیخا کو بھی عشقِ صادق تھا۔

یوسف وی ہویا اس دا پھیر عاشق
اس لئے یوسف بھی آخر میں اس کا عاشق بنا۔

زلیخا دا ہویا مفتون یوسف
یوسف زلیخا کا والہ و شیدا ہی نہ بنا

زلیخا وانگ ہا مجنون یوسفؑ
زلیخا کی طرح مجنون و مفتون بھی ہوا۔

دل اِس دا یار نے رنجور کیتا
محبوب نے اِس کے دل کو اپنا بیمار بنا لیا۔

دل اُس دا معرفت پُر نور کیتا
تو اِس نے بھی اُس کے دل کو معرفت کے نور سے بھر دیا۔

بھنّی یوسف کنوں ہک روز نس کے
ایک دن زلیخا یوسف سے روٹھ کر بھاگی۔

دل اس دا لے کے زور و زور کھس کے
اس کا دل زبردستی سے چھین کر کے۔

پچھے یوسف بہوں چالاک ہویا
یوسف بھی اس کے پیچھے تیزی سے لپکا۔

تے دامن پُشت کولوں چاک ہویا
نتیجہ کے طور پر زلیخا کا دامن پیچھے سے چاک ہو گیا۔

زلیخا نے کہیا اے پاک دامن!
زلیخا نے کہا کہ اے پاکدامن!

جو میں کیتا تساڈا چاک دامن!
اگرچہ میں نے بھی تمہارا دامن چاک کیا تھا،

تساں وی چھوڑی نہیں کول واری
مگر تم نے بھی مجھ سے بدلہ لے ہی لیا۔

مگر میں کول آہی ایہ اُدھاری!
نہ چھوڑیاں داریاں اجے لبھان تیں
بہوں شکر ہے! خُدا انھوں واریاں میں!
جدّاں یوسف سُنڑی اُس دی ایہا گل
یقیں جاتُس جو دل اِس دا ہے میں وَل
مکاں ہک خوب خرم خوش بنڑایا
وچ اس دے جا کے اس نوں بہلایا
رہے مشغول اس دے نال ہر دم
پرستش سوں سوا اس دا نہ ہا کم
جدّاں چالیہہ ورہیں لوں ڈھیر ہوئے
پُتر دِھی پوترے دی بھیر ہوئے
ڈِٹھا وچ نندرے یوسف جو سُفنہ
نظر آیا اُسے نوں ماپیو اپڑاں
کہیو نے اے جگر گوشہ اساڈا
ہوئی مدت تکیندیں اوتساڈا
چھوڑ دو دُنیا اساڈی طرف آؤ
فنا چھوڑ دو، لقا دا حرف پاؤ
ہویا یوسف جدّاں خواباں توں بیدار
زلیخا نوں کیتُس جا کے خبردار
زلیخا نے جدّاں سُنڑیا ایہو خواب
ہوئی اس خواب توں پُر رنج و بیتاب
ہوئی بیتاب سُن کے خواب دی گل

چلو، میری یہ اُدھار اُتری!
تم نے بھی معاف نہ کیا، آج اپنی باری پوری کرلی۔
خدا کا لاکھ شکر ہے کہ میں نے بھی خدا کو راضی کرلیا!
جب یوسفؑ نے اس کی یہ بات سُنی۔
تو اسے یقیں ہوا کہ اس کا دل مجھ سے اٹکا ہے!
ایک بہت خوبصورت وخوشنما مکان بنوایا
اسے اس میں لے جاکر بٹھایا۔
ہر وقت اس کی صحبت میں رہتا۔
اسے دیکھتے رہنے کے سوا کوئی کام نہ تھا۔
جب چالیس برس سے زیادہ عمر ہوئی۔
تو بیٹا بیٹیاں پوتے وغیرہ بھی ہو گئے۔
تب نیند میں یوسفؑ نے ایک خواب دیکھا۔
اسے اپنے ماں باپ نظر آتے۔
انھوں نے کہا کہ اے ہمارے جگر گوشے ما
تمہارا راستہ تکتے تکتے ایک مدت ہوگئی ہے
دُنیا کو چھوڑو اور ہمارے پاس آجاؤ
فنا کو چھوڑو، لقا کی بات کرو۔
جب یوسفؑ خواب سے بیدار ہوا۔
تو جاکر زلیخا کو اس سے مطلع کیا۔
جب زلیخا نے یہ خواب سنا۔
تو اس سے بے چین و بے تاب ہوگئی۔
بلکہ خواب کی بات سن کر اتنی بے قرار ہوئی۔

رہن نہ تن ڈِیہاڑے ہوش دی گل
گئی شادی، سبھو آرام بھلیا
جو دروازہ غماں دا پھیر کھلیا
اکھیں نوں خون دے دریا اُچھلے
پٹے زلفاں، پٹے منہ، خاک ملے
جو ہے ہے دلبرا! ٹھنڈی نہ آہی
ایہہ بیکس نال تینوں ایہ تباہی!

کہ تین دن تک کوئی سُدھ ہی نہ رہی۔
خوشی چھن گئی، اور سب آرام بھول گئے
غموں کا دروازہ پھر سے کھل گیا تھا۔
آنکھوں سے خون کے دریا اُبلے۔
زلفیں کھینچتی، منہ نوچتی، اپنے پر خاک ڈالتی!
کہ ہائے وائے اے محبوب! یہ بات ٹھیک نہ تھی
کہ مجھ بیکس کے ساتھ تجھے بھی تباہی کا سامنا ہوا!

یوسفؑ کی روح قبض کرنے کے لئے جبرائیل کا آنا، زلیخا کا بے ہوش ہو جانا اور فراق میں مر جانا

شتابی دوڑ دا جبریل آیا
ایہو پیغام یوسف نوں سُنڑایا
کہ اے صاحب! نہیں وکھڑاں گیرے
جو موت آئی ہے تینوں کر کے گھیرے
جداں یوسفؑ سُنڑی جبریل دی گل
سُنڑن سیتی پیا گھر دی طرف ول
مصر دے ملک دا وارث سنڑا کے
جو اس نوں تخت شاہی دے بہا کے
پچھے کہیا، زلیخا نوں لے آؤ
اساں نوں یار دا مکھڑا دکھاؤ
زلیخا نوں کہیو نے آ وداع کر

جبرائیل جلدی سے دوڑتا ہوا آیا۔
اور یوسفؑ کو یہ پیغام آ سنایا۔
کہ اے آقا! آگے نہیں بڑھنا!
کہ موت تمہیں گھیر گھار کے آ گئی ہے۔
جب یوسفؑ نے جبرائیل کی بات سنی۔
تو سنتے ہی گھر کی طرف واپس چلا آیا۔
مصر کے ملک کے وارث کو بلایا۔
اسے شاہی تخت پر بٹھایا۔
پھر کہا کہ زلیخا کو بلایا جائے!
ہمیں اپنے محبوب کا جلوہ دکھایا جائے
زلیخا کو اطلاع گئی کہ آ کر الوداع کرو۔

جو تیڈا باندا ہوندا ہے مُسافر!
ہتھاں جبریل کے ہک سیب آہا
تمامی جنتاں دا زیب آہا
جنہاں جبریل یوسفؑ نوں سُنگھایا
شتابی سیب جان دا باہر آیا
پیا غوغا و واویلا جہاں تے
پیا تھر تھل زمین آسماں تے
جو ہے ہے دین نالے ایمان ساڈا
تمامی درداں دا درمان ساڈا
زلیخا جاں سُنڑی فریاد و زاری
ہوئی حیران، جو کیا آئی اندھاری
کہیا خلق: اے ہجر دی تیغ ماری!
تساڈے یار ہے کیتی تیاری!
فنا کولوں بقا دے ملک دی ول.
جو ہے لاچارگی جانڑاں اُسے وار
سُنڑن سیتی ہوئی بیہوش اوہ پھیر
جو ہر طرفوں گھدا غم یار دے گھیر
پٹے پٹ پٹ سبھے زلفاں سیہ فیں
تے مُڑ مُڑ ویکھے اُپڑیں مہر و مرنوں
گریباں پاڑکے سو چاک کیتا
بدن نوں خاک دے وچ خاک کیتا
کرے فریاد و واویلا پکارے

کہ تمہارا خادم اب مسافر بنا چاہتا ہے
جبرائیل کے ہاتھ میں ایک سیب تھا.
جو تمام جنتوں کیلئے فخر و زیبائش کا باعث تھا.
جب جبرائیل نے اسے یوسفؑ کو سنگھایا
تو جلدی سے روح کا سیب باہر آگیا
دُنیا میں غوغا و واویلا پڑا.
زمین و آسماں میں ہلچل سی مچ گئی.
کہ ہائے وائے! ہمارا دین و ایمان چل دیا.
ہمارے سارے دردوں کا درمان چل دیا.
زلیخا نے جب یہ آہ و فغاں سُنی.
تو حیران رہ گئی کہ کیسا واویلا مچ گیا.
لوگوں نے بتایا کہ اے ہجر کی تلوار کی بسمل
تمہارے محبوب نے کوچ کی سونت لی ہے!
فانی دنیا سے بقا کے ملک کی طرف سدھار گیا ہے.
ہر ایک کو ناچار اُسی طرف جانا ہی پڑتا ہے!
سُنتے ہی وہ پھر سے بیہوش ہو گئی.
اُسے ہر طرف محبوب کے غم نے گھیر لیا تھا.
روتی پیٹتی، اپنی زلفوں کو نوچ نوچ ڈالتی.
بار بار اپنے مہر و ماہ جیسے محبوب پر نظریں گاڑتی!
گریباں کو پھاڑ کر سو پرزے کر ڈالے.
بدن کو خاک میں ملا کر خاک کر ڈالا.
فریاد کرتی، واویلا مچاتی.

پٹے زلفاں، پٹے نُنہ، دست مارے
جو لے دلبر میٹوں تنہا گئیوں چھوڑ
غماں دے بحر وچ میٹوں گئیوں بوڑ
حیاتی کوڑ ہے محبوب باجھوں!
جہاں بُر دھوڑ ہے محبوب باجھوں!
انھوں درکار ہے لاچار چلڑاں
جو ہے تحقیق دلبر باجھ گلڑاں
مٹھا دلدار جاں ہر یا شتاباں
میں کیوں نہ دوڑتے پکڑیاں رکاباں
قیامت توڑیں میٹوں داغ ہوسی
میں ہے ہے کیوں نہ کیتی قدمبوسی
کیتی برباد وچ عشرت جوانی
تمامی عیش و عشرت، کامرانی!
جڈاں میں خاوندے دے وار آئی
پچھوں نال دُکھاں تلوار لائی
گئے سُکھ جو میڈی جند جان آہے
مگر ہک رات دے مہمان آہے
پچھے آکھیس عماری دار آوے
جو منزل گاہ یوسفؑ دی ڈکھاوے
جڈاں روندی قبر دے کول آئی
نشانی آپنڑیں شہ دی پچھائی
نہ پائی آپنڑیں شہ دی نشانڑیں

زلفیں نوچتی منہ پر پیٹتی، دو ہتھڑ مارتی۔
کہ اے دلبر! تم مجھے اکیلا چھوڑ گئے
مجھے غموں کے سمندر میں ڈبو گئے۔
محبوب کے بغیر تو جینا فضول ہی ہے۔
محبوب کے بغیر دنیا خاک و خاکستر ہے
اس جہاں سے ناچار چلنا ہی پڑتا ہے!
یہ سچ ہے کہ محبوب کے بغیر جینا گلنے سڑنے کے برابر ہے!
میرے دلدار نے جب اتنی جلدی کی ہے۔
تو میں نے دوڑ کر کیوں نہ اس کے گھوڑے کی رکابیں پکڑ لیں
قیامت تک مجھے حسرت رہے گی۔
کہ ہائے وائے میں نے قدمبوسی کیوں نہ کر لی!
میں نے حظ نفس میں جوانی برباد کر لی ہے!
سب عیش و عشرت کو انتہا تک پہنچایا ہے۔
جب سے میں اپنے خاوند کے پاس آئی تھی۔
تو پیچھے پیچھے دُکھوں نے تلوار سونت لی۔
وہ سکھ ختم ہو گئے جس سے مجھے راحت تھی!
شاید وہ ایک رات کے ہی مہمان تھے!
پھر کہا کہ عماری دار کو لے آؤ۔
تاکہ مجھے یوسفؑ کی آخری آرام گاہ دکھائے۔
جب روتی پیٹتی قبر کے قریب پہنچی!
تو اس نے اپنے آقا کا نشان قبر پوچھا!
وہاں! اپنے سرتاج کا کوئی نشان نہ پایا۔

کجے رو رو دیندیکے سوز دی نیاز دیں
جو اے شہ! نال بیڈے گالڑی کر
دگرنہ خاک بیڈی جالڑی کر
پچھے اکھیں دے وچ انگل ڈبا کے
سیہ بادام ڈوڈں باہر لے آکے
نذر اس یار پیارے دے رکھیس!
پچھے جاں بخش نوں جاں سونپیس!

بیچاری سوز و درد میں رو رو کر کہتی تھی۔
کہ اے مالک! میرے ساتھ تھوڑی سی بات تو کر!
یا پھر مجھے بھی خاک میں چھپا نصیب کر!
بعد میں آنکھوں میں انگلی گھسیڑ کر
دو کالے بادام سے باہر نکال لیے۔
اس پیارے محبوب کے نذرانہ کے طور وہاں رکھوائے
اور اس کے بعد اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی!

بطور خاتمہ ناظرین کو نصیحت!

ہیں ایویں راویاں قصہ سب کھایا
معلم جامیؒ رحمت لکھایا
جو جاں یوسف زلیخا تھوں سدھایا
بقا دے ملک وچ ڈیرہ جا پایا
زلیخا نوں اکلھیاں جال آہی
فلک ڈیکھو جو کیتی بے وفائی
نہ کیتس خاک دے وچ خیر اُنہاں نال
ہیں کیا جانڑاں ہاسی کیا ویر انہاں نال
سمجھ اے خاکیا! رہنڑاں نہیں دیر
جو آکھر خاک ہوسیں خاکیا! پھیر
اتھے رہنڑاں نہیں، چلنڑاں ضروری
وطن دی طرف ولڑاں ضروری
اتھے ناہیں اساں گھر جاونڑاں ہے

مجھے ایسا ہی سب راویوں نے بتایا ہے
استاد مکرم جامیؒ علیہ الرحمت نے بھی ایسا ہی لکھا ہے
کہ جب یوسف زلیخا سے وداع ہوا۔
تو سیدھا بقا کے ملک میں پاؤں جا رکھا۔
زلیخا کو اکیلے جینا پڑ گیا تھا۔
دیکھیے تو آسمان نے ان سے کتنی بے وفائی کی ہے!
زیر زمین بھی ان کے ساتھ بھلائی نہ کی!
زیر زمین بھی ان کے ساتھ بھلائی نہ کی!
اے مٹی کے پتلے! سمجھ رکھ کہ یہاں تا دیر نہیں رہنا!
اے خاکی بندے! تو نے پھر سے خاک ہی ہونا ہے!
یہاں رہنا نہیں! یہاں سے چل دینا ضروری ہے
اصلی وطن کی طرف پھر واپس جانا ضروری ہے
یہاں رہنا نہیں بلکہ ہمیں اپنے گھر جانا ہے

پرائے دیس ہن آخر پرائے
جے توں ہیں آدمی دُنیا کنوں ہٹ!
جو دُنیا ہے ہڈی کُتیاں اگوں سٹ!
نہ ہو دیوانہ کُتیاں وانگ ہڈ تے!
نہ ہو مستانہ شیطاناں دے سڈ تے!
جو وی مخلوق ہے آخر فنا ہے!
جو کُلی لا بقا ہے، لا لقا ہے!
تُسیں کس چیز تے ہو مست یارو!
جو ہر دم حرص دے وچ دست مارو!
خدا یا ایھا الناس اعبدوا گفت
تساں نے سمجھیا کھاون پیون مفت!
خدا آکھے بہوں کھلو، نہ رووو!
پرایا مال وی ہُولے نہ کھووو!
تُساں دل دا بنڑایا ورد ہسنڑاں
پرایا مال کیتا فرض کھسنڑاں
خدا دا فرض ہے صوم و صلواتاں
غنی دے مال تے واجب زکواتاں
ہووے جے تینوں قدرِ علم بُہتا
پڑھا وو نام رب دے علم بُہتا
مگر ہک طور مینوں یاد رکھڑاں
کمینے تے اصیلاں نوں پرکھڑاں
سبق گمراہ سگ نفس نہ پڑھائیں
کُتے بھتوں ننگ اپڑاں نہ چرائیں

یہ پرایا دیس آخر پرایا ہی ہے۔
اگر تو آدمی ہے تو مال و دولت سے ہٹ جا۔
کہ مال و دولت تو ایک قسم کی ہڈی ہے اسے کتوں کے آگے ڈال!
کتوں کی طرح ہڈی پر دیوانہ نہ ہو۔
شیطانوں کے بُلاوے پر مست ہو کے خود نہ ہو جا!
جو کچھ بھی پیدا کیا گیا ہے اسے آخر فنا ہی ہونا ہے
کیونکہ کسی بھی شے کو بقا نہیں، فنا ہی فنا ہے!
اے دوستو! تم ایسی کس چیز پر مست ہو گئے ہو؟
کہ ہر وقت حرص میں جُتے رہتے ہو۔
خدا نے کہا ہے کہ اے لوگو عبادت کرو۔
لیکن تم نے مفت کے کھانے پینے کو ہی زندگی سمجھ رکھا ہے!
خدا نے حکم دیا ہے کہ نہ زیادہ ہنسو، نہ زیادہ روؤ!
پرایا مال بھی ہرگز ہرگز نہ چھینو!
تم نے تو ہنسنا ہی دل کا معمول بنا رکھا ہے۔
پرائے مال کو چھین لینا ہی اپنا فریضہ بنا لیا ہے۔
روزہ اور نماز خدا نے فرض کئے ہیں!
مالدار کے مال پر زکوٰۃ بھی واجب ہے
اگر تمہیں علم کی قدر و منزلت کا اندازہ لگ جائے
تو تم اللہ کے نام پر بہت سا علم پڑھاؤ!
مگر ایک بات کے طور مجھے بھی یاد رکھنا۔
یعنی کمینے اور شریف کی پہچان رکھنا!
کسی گمراہ و بدذات کو سبق نہ پڑھانا۔
ایسے کتے سے کہیں اپنا جسم نہ چروا بیٹھو!

سبق گمراہ نوں ایویں دبا بے
جیویں خنزیر نوں جانڑن حلالے
کمینہ عاقبت ہووے کمینہ
رکھیندے نال اُستاداں دے کینہ
کمینے نُوں بھجاؤ مار کھُتے
متاں کُتے اصیلاں نال رَتے
جے کر پیدا تیڈے گھر بال ہووے
مبارک پیر فرخ فال ہووے
کمینے دی نہ صحبت بھیج اس نُوں
نہ پاہیں تُوں کمینے ہیچ اس نُوں
الٰہی بخش مینوں زندگانی
جمیعت ڈُوں جہاناں کامرانی!
میڈے دشمن کریں مقہور یا رب!
میڈے بدخواہ کر ڈوے چُور یا رب!
میڈے فرزندیاں عمراں دراڈیاں کر
تے اوکوں در دو عالم شادماں کر
الٰہی معرفت اپنی ڈُسائیں
شفیع ساڈا رسول اللہ کرائیں!

گمراہ کیلئے اچھی بات کا سبق ایسا ہی وبال جان ہوتا ہے
جیسے ہمارے لئے سوئر کو حلال سمجھنا!
کمینہ آخر کار کمینہ ہی ثابت ہوتا ہے
وہ استادوں سے کینہ ہی رکھتا ہے!
کمینے کو جوتے مار کر بھگا دو!
ایسا نہ ہو کہ یہ ذیل آدمی شریفوں کے ساتھ گڈمڈ ہو جائے
اگر تیرے گھر میں بچہ پیدا ہو،
خدا اسے مبارک قدم اور نیک شگون والا بنائے!
تو اسے کمینے کی صحبت میں نہ جانے دینا!
اسے کمینے کے زیر اثر نہ ہونے دینا!
یا الٰہی، مجھے ایسی زندگی بخش،
کہ دونوں جہاں میں سکون و کامرانی نصیب رہے!
اے اللہ تعالیٰ! میرے دشمنوں کو مقہور و مغضوب کرنا!
اور میرے بدخواہوں کو نیست و نابود کرنا!
میرے بیٹے کی عمر دراز کر!
اور اسے دونوں جہاں میں شاد و خرم رکھ!
یا الٰہی! اپنی معرفت سے ہمیں آشنا کر دے!
رسول اللہ صلعم کو ہمارے لئے شافع محشر بنا دے!

تعلیقات

بن یمین

حضرت یعقوب کی ایک بیوی راخل کے پیٹ سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے۔ بڑا یوسفؑ اور چھوٹا بن یمین تھا۔ بن یمین ویسے بھی سارے بھائیوں سے چھوٹا تھا۔ مصر میں پہنچنے پر سوتیلے بھائی یوسفؑ کو عزیزِ مصر کے عہدے پر متمکن دیکھ کر نہ پہچان سکے بلکہ بن یمین کو اس پر اپنے سگے بھائی یوسف ہونے کا گماں گذرا، چنانچہ یوسف نے بھی دوسرے بھائیوں سے الگ اسے صحیح صحیح بتا دیا۔

عزیزِ مصر

یہ نام ایک لقب کے طور پر استعمال ہوتا ہے، قدیم زمانے میں مصر کے بادشاہ یہ لقب اپنے قریبی اور اہم مصاحب کو دیا کرتے تھے، جو وزیر کے عہدے پر مامور ہوتے تھے، چنانچہ اسی لقب کے مغالطے میں زلیخا کی شادی کا پیغام بھی مصر کے فوطی فار نامی وزیر کو دیا گیا تھا، جو اپنے منصب کے لحاظ سے عزیزِ مصر کہلاتا تھا زلیخا کو خواب میں شہزادے نے اپنا نام عزیزِ مصر تو بتایا تھا لیکن وہ ابھی تک اس عہدے پر مامور نہیں ہوئے تھے جب شاہِ مصر نے یوسفؑ کو ان کی اہلیت و قابلیت دیکھ کر قحط و ابتلاء کے زمانے میں مصری حکومت کا سارا کام کاج سنبھالنے کو کہا تو اسے 'عزیزِ مصر' کا خطاب بھی دیا۔

قطمیر — نطمیر کے معنی وہ باریک پوست ہے جو خرما کی گٹھلی پر ہوتا ہے، اس سے مراد خرما کی گٹھلی کا شگاف بھی لیا جاتا ہے، بلکہ شگاف کے اندر کے ریشہ کو بھی قطمیر کہا جاتا ہے۔ اصحاب کہف کے کتّے کا نام بھی یہی تھا۔ اصل میں یہ کنایہ ہے قلیل شئے کا، حقیر اور چھوٹی سی شئے کا۔ فوطی فار نامی عزیز مصر کو اسکی شکل و شباہت اور رنگ ڈھنگ کی بنا پر قطمیر کے نام سے یاد کیا گیا ہے، عزیز مصر کا یہ نام رکھنے سے مولوی عبدالحکیم کی اس سے نفرت وحقارت کا اظہار ہوتا ہے! ان کے نزدیک قطمیر کا کردار کوئی خوبی نہ رکھنے کی وجہ سے اس حقیر ترین نام مستحق بنا ہے۔

مالک — یہ اس تجارتی قافلے کے سردار و سربراہ کا نام ہے، جس کے ماشکی نے کنوئیں سے یوسفؑ کو نکالا تھا، مالک نے یوسفؑ کے بھائیوں کو چند ٹکے دیکر یوسف کو خرید لیا تھا پھر مصر کے بازار میں زلیخا کے ایک ایسے ہار کے عوض بیچا جس کے ایک ایک دانے کی قیمت ایک ایک لاکھ دینار تھی۔ اس سودے میں اس نے کافی نفع کمایا۔

ماہِ نخشب — یہ وہ نقلی چاند ہے، جس کو حکیم ابن عطا نے (جو ابن مقنّع کے نام سے بھی مشہور ہیں) چند دھاتوں مثلاً پارہ وغیرہ کو ملا کر شعبدہ کے طور بنایا تھا، یہ چاند دو مہینے تک ہر رات ایک کنوئیں سے نکلتا تھا جو کوہ سیام کے نیچے واقع تھا۔ بارہ میل تک اس کی چاندنی پھیل سکتی تھی، نخشب ماوراء النہر کے ایک شہر کا نام ہے اور مذکورہ کنواں نخشب سے چھ میل کے فاصلے پر تھا۔

تُرنج — یہ ایک لمبا پھل ہے جو ذائقہ میں لیموں سے ملتا جلتا ہے اور شکل وصورت اور رنگ ڈھنگ سے پپیتے کا سا لگتا ہے۔ اسے چکوترا اور گمبیری بھی کہا جاتا ہے یہ پھل صفرا کی بیماری کے لئے مفید رہتا ہے۔

عبدالحکیم! مثنوی زلیخا کے مصنف نے اپنا کوئی الگ تخلص استعمال کرنے کی بجائے اپنا پورا نام استعمال کیا ہے اور خوب کیا ہے! مولوی عبدالحکیم اوچ کے رہنے والے تھے۔ یہاں کے قدیم باشندے تھے۔ علوم دینی میں ماہر و فاضل تھے۔ انہوں نے اپنی ایک درسگاہ بھی قائم کر رکھی تھی جس میں دور دراز علاقوں سے طالبانِ علم آتے اور فارغ التحصیل ہو جاتے۔ آپ روحانی طور پر خواجہ نور محمد مہاروی کے مُرید تھے اور خلیفہ بھی۔ ملتان کے بزرگ خواجہ حافظ جمال ملتانی کے ہمعصر تھے۔

مولوی عبدالحکیم جیّد عالم اور روحانی پیشوا ہی نہ تھے، سرائیکی کے نامور شاعر بھی تھے آپ کی مشہور تصنیف مثنوی زلیخا ہے، جو ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۸۰۳ء میں لکھی گئی تھی، اسے حافظ محمود شیرانی نے بہت سراہا ہے اور سب سے قدیم مثنوی قرار دیا ہے۔ قصّہ زلیخا پہلے بھی نظم کیا جا چکا تھا پھر بھی مصنف نے اپنی فنکاری، فطری اندازِ بیان اور سلاست و سادگی کے لحاظ سے اسے مُنفرد حیثیت بخش دی ہے۔

مطبوعات اردو اکیڈمی

گلگت اور شنا زبان	ڈاکٹر شجاع ناموس	۲۱/۰۰
لغات طب	حکیم غلام نبی ایم - اے	۲۰/۰۰
ملتانی زبان اور اس کا اردو سے تعلق	ڈاکٹر مہر عبدالحق	۲۰/۰۰
بلوچی ادب	سلیم خان گمی	۵/۰۰
نثر تاثیر	ڈاکٹر محمد دین تاثیر	۵/۰۰
خطۂ پاک اوچ	مسعود حسن شہاب	۲۵/۰۰
خواجہ غلام فرید (حیات و شاعری)	" " "	۲۰/۰۰
اولیائے بہاول پور	" " "	۲۰/۰۰
مثنوی سیف الملوک	ترجمہ محمد بشیر ظامی	۱۰/۰۰
امام زیدؓ	ترجمہ رئیس احمد جعفری	۱۰/۰۰
اقلیم انیس	مرتبہ آغا سکندر مہدی	۱۰/۰۰
فاؤسٹ	ترجمہ فضل حمید	۱۰/۰۰
دیوان فرید (ترجمہ انتخاب سرائیکی)	پروفیسر دلشاد کلانچوی	۲۰/۰۰
دیوان فرید (اردو)	مرتبہ صدیق طاہر	۶/۰۰

☆

ملنے کا پتہ

اردو اکیڈمی - بہاولپور